



EMANCIPATION OF WOMEN IN EGYPT AND ITS IMPACT ON MODERN ARABIC

Thesis submitted for the award of the degree of
Doctor of Philosophy
in
ARABIC

by
SATWAT REHANA

UNDER THE SUPERVISION OF
PROF. ABDUL BARI
CHAIRMAN

DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)
1997



مصر میں آزادی نسواں کی تحریک اور جدید عربی ادب پر اس کے اثرات

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (عربی)

زیرنگرانی
پروفیسر عبدالباری
صدر شعبہ عربی

از
سطوت ریحانہ

THESIS SECTION

T. 5208

شعبہ عربی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۱۹۹۷ء

THESIS SECTION

T-5208





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آزادی نسواں کی اصطلاح ایک مغربی اصطلاح ہے ، اور تحریک آزادی نسواں بھی اصلاً مغربی ماحول کی پیداوار ہے ، مسلم ممالک میں اس کا علم بلند کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مغربی معاشرہ میں اپنی زندگی کا کچھ عرصہ گزارنے کی وجہ سے وہاں کی تہذیب و معاشرت سے متاثر ہوئے ، یا مسلم ممالک میں رہتے ہوئے انہوں نے مغربی تہذیب و تمدن کا اثر قبول کیا تھا ،

آزادی نسواں کا لفظ سننے ہی فوراً ہمارے ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کس چیز سے آزادی ؟ کیا عورت غلام تھی ؟ کیا وہ مظلوم و محجور تھی ؟ کیا وہ اپنے حقوق سے محروم تھی ؟ آخر کس چیز سے اسے آزادی دلانے کے لئے یہ تحریک شروع کی گئی تھی ؟ گزشتہ صدیوں میں جب ہم معاشرہ میں عورت کی حالت کا حشرہ لیتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب مل جاتا ہے ،

عورت ایک طویل عرصہ سے ظلم و ستم کا شکار تھی ، وہ اپنے تمام حقوق سے محروم تھی ، معاشرہ میں اسے عزت کا مقام حاصل نہ تھا ، اس کی جنبش اہستہ

خادمہ کی تھی ، جو پوری زندگی خاندان والوں کی خدمت میں گزار دیتی تھی مال و دولت کی لالچ میں باپ جہاں چاہتا اس کی خادی کردیتا ، اور شوہر جب چاہتا اسے فائدہ اٹھالیتا اور جب چاہتا اسے الگ کردیتا ، اہل ہونسان و روم اسے تمام دنیاوی آفات و مصائب کی جڑ سمجھتے تھے ، اور مرد کے مقابلے میں اسے بہت گزدانتے تھے ، ہندوستانی تہذیب میں بھی عورت کو بہت پست مقام دیا گیا تھا ، اس کا اندازہ محض اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شوہر کا انتقال ہو جاتا تو اسے بھی زبردستی زندہ جلا دیا جاتا ، گویا وہ اپنی زندگی کی بھی مالک نہ تھی ، بلکہ وہ مرد کی زندگی سے وابستہ تھی ، عربوں کے بعض قبیلوں میں لڑکیوں کو باعث شنگ و عار سمجھا جاتا تھا ، چنانچہ ان کے پیدا ہوتے ہی ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی (النحل : ۵۸) ۔

اسلام نے عورت کو غلامی کی زندگی سے نجات دلائی ، معاشرہ میں اس کا وقار قائم کیا ، اسے عزت و عظمت عطا کی ، اس کے وجود کو خاندان اور معاشرہ کے لئے رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ بتایا ، اس کی تعلیم و تربیت کا حکم دیا ، اس کی اچھی پرورش و پرداخت پر جنت کی بشارت دی ، اور اسے مردوں کے مساوی حقوق عطا کئے ، البتہ دونوں کا دائرہ کار الگ رکھا ، اور دونوں کو الگ الگ ذمہ داریاں تفویض کیں ، اسلام کی ابتدائی صدیوں میں عورت ان تمام حقوق سے بہرہ ور تھی جو اسے اسلام نے عطا کئے ہیں ، اور وہ زندگی کی مختلف سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتی تھی ، لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ جب مسلم معاشرہ زوال و انحطاط کا شکار ہو گیا تو اس کا اثر عورت پر بھی پڑا ، اسے تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی ، اور وہ اسے بہت سے جائز حقوق سے محروم ہو گئی ،

یورپ جہاں مسیحیت کو بڑے پیمانے پر فروغ حاصل ہوا ، وہاں بھی عورت کو بہت پست مقام دیا گیا تھا ، مسیحیت کا نظریہ تھا کہ عورت گناہ کی محرک اور ہدی کی جڑ ہے ، معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے تمام انسانی معاصی کا آغاز اسی سے ہوا ہے ، وہ دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لے کر آئی ہے ،

عورت کے بارے میں اس مسیحی نقطہ نظر کی بنا پر یورپی ممالک میں عورتیں ایک طویل عرصہ تک بنیادی انسانی حقوق سے محروم رہیں ، انہیں خلقی طور پر مردوں سے کم تر صلاحیت کا مالک سمجھا گیا ، اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں ان کے وجود کو نظر انداز کیا جاتا رہا ، لیکن یورپ میں نشاۃ ثانیہ کے نتیجے میں جب زندگی کے مختلف میدانوں میں انقلاب آیا تو ان کی حالت میں بھی سدھار آیا ، یورپ کی سماجی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس سلسلے میں جدوجہد کا آغاز چودھویں صدی عیسوی کے اواخر ہی سے ملتا ہے ، جب فرانسیسی ماهر قانون خاتون (Christiane de D'Almon (1765-1470) نے اپنی تحریکوں اور مباحثوں کے ذریعہ حقوق نسواں کی بحالی کی کوشش کی ، اس نے عورتوں کے ساتھ ہونے والی ریاستیوں پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ، اس نے دعویٰ کیا کہ عورتیں خلقی طور پر مردوں سے کمی طرح کم تر نہیں ہیں ، ان کی ہمساندگی دراصل تعلیم و تربیت سے ان کی محرومی کی بنا پر ہے ، اگر لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع دیئے جائیں تو وہ بھی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکی ہیں ، لیکن آزادی نسواں کی جدوجہد میں خاطر خواہ اضافہ اٹھارہویں صدی عیسوی سے ہوا ، متعدد خوانین میدان میں آئیں اور انہوں نے مصائب لکھے اور اجتماعی مباحثوں میں حصہ لیا ، ایسے مقالات اور مباحثوں میں انہوں نے اسی بات پر زور دیا کہ عورت کی پستی اور محکومی خلقی اور خدا داد نہیں ،

بلکہ مردوں کی پیدا کردہ ہے ، لہذا اسے بدلنا چاہیئے ، مساوی حقوق حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا وہ علم تھا ، ان کا خیال تھا کہ تعلیم ہی عورتوں کی صلاحیتوں کو ابھارنے اور انہیں ذلت و پستی سے نکالنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے ، چنانچہ انہیں سب سے پہلے تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنا چاہیئے ، حقوق نسواں کی حمایت کرنے والوں میں Bathsua Makin ، Lady ، Mary Lee ، Maria de Zayas ، Mary Astell (1666-1731) ، Chudleigh ، Mary Wollstonecraft (1759-1797) وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں ابتدا میں لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام تو ضرور ہو گیا مگر اس کے مشتملات میں صرف دینیات اور امور خانہ داری کی چیزیں تھیں ، انہیں اعلیٰ اور ٹیکنیکی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی ، اس کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہوا ، جب ان کے لئے بہت سے تعلیمی ادارے قائم کئے گئے اور یونیورسٹیوں میں انہیں لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ملی ،

حق تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کے لئے معاشی اور سماجی حقوق کا بھی مطالبہ کیا گیا ، بالآخر انہوں نے مختلف ملازمتیں حاصل کیں ، اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئیں ، اس وقت تک عورتوں کو اپنی آمدنی ، مال و اسباب اور جائیداد پر حق ملکیت حاصل نہیں تھا ، اس کے لئے بھی انہوں نے تحریک چلائی اور بالآخر انیسویں صدی کے ربع آخر میں یہ حق حاصل کیا ، البتہ سیاسی حقوق سے وہ انیسویں صدی تک محروم رہیں ، یہ حق انہیں بیسویں صدی میں حاکر مل سکا ، یورپ اور عالم اسلام میں ثقافتی روابط استوار ہوئے تو آزادی نسواں کا یہ یورپی تصور عالم اسلام میں بھی عام ہوا ، خاص طور پر مصر سب سے پہلے یورپ

کے براہ راست ربط میں آیا ، ۱۷۹۸ء میں جب نپولین بوناپارٹ (۱۷۶۹-۱۸۲۱ء) کی قیادت میں فرانس نے مصر پر حملہ کیا تو وہاں کی علمی و ادبی ، سیاسی و فکری اور معاشی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا ، نپولین کی آمد سے مصر کی معاشرتی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے ،

فرانسیسیوں کے چلے جانے کے بعد جب ۱۸۰۵ء میں محمد علی (۱۷۶۹ء - ۱۸۴۹ء) مصر کا حکمران بنا تو اس نے متعدد تعلیمی وفود فرانس بھیجے ، ان وفود نے وہاں نہ صرف اعلیٰ تعلیم اور فنی مہارت حاصل کی ، بلکہ فکری اعتبار سے بھی کسب فیض کیا ، اور جب وہ مصر واپس لوٹے تو سیاسی و معاشرتی افکار بھی اپنے ساتھ لائے ، مثلاً رفاعة رافع طبطاوی (۱۸۰۱ء - ۱۸۷۲ء) جو ازہر کے تعلیم یافتہ تھے ، جب ۱۸۲۶ء میں پہلے تعلیمی وفد کے ساتھ فرانس گئے اور وہاں انھوں نے پانچ سال گزارے تو اس عرصہ میں ان کے خیالات و افکار میں کافی تبدیلی آگئی ، انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دینا شروع کیا ، تاکہ وہ زندگی کے تمام میدانوں میں مردوں کے دوش بدوش خدمات انجام دے سکیں ، انھوں نے فرانسیسیوں کی تقلید کی دعوت دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ بے پردگی اور مرد و زن کا اختلاط موجب فساد نہیں ہے ، ایک دوسری مصری شخصیت علی باشا مبارک (۱۸۲۳ء - ۱۸۹۳ء) کی ہے ، یہ بھی ازہر کے تعلیم یافتہ تھے ، مگر فرانس میں چند سال گزارنے کسی وجہ سے یہ بھی یورپی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ، ان لوگوں نے زیادہ زور تعلیم نسوان پر دیا ، کیونکہ اس وقت مصری معاشرہ میں لڑکیوں کی تعلیم کا مطلق رواج نہ تھا ، انھیں تعلیم سے آراستہ کرنا ایک عیب سمجھا جاتا تھا ، ایک عام خیال یہ تھا کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے بھکیے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں ، تعلیم نسوان کے علاوہ زندگی کے دوسرے مسائل مثلاً نکاح و طلاق

حجاب ، اختلاط مرد و زن اور تعدد ازواج وغیرہ پر بھی ان لوگوں نے ایسے خیالات کا اظہار کیا ، مگر بہت دیرے الفاظ میں ، انہوں نے واضح طور پر کسوٹی بات نہیں کی ، البتہ ان کے بیانات سے پوری طرز معاشرت سے ان کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا تھا ،

مصر میں 'آزادی نسوان' کو فروغ دینے میں بعض غیر مسلم دانشوروں نے بھی حصہ لیا ، انہوں نے مسلم معاشرے کی اسلامی تہذیب و روایات پر سخت تنقیدیں کیں ، اور مسلمانوں کو اس سے جلد چھٹکارا حاصل کرنے پر اکسایا ، خاص طور سے انہوں نے مصری عورتوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ، اور انہیں مردوں کے پوش بدوش ہر کام میں شریک کرنے پر زور دیا ، ان میں فرانسیسی مصنف بوق دار کور اور عیسائی ایڈوکیٹ مرقس فہمی (۱۸۷۰م - ۱۹۵۵م) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ، مصر کی سماجی اصلاح اور خاص طور سے حقوق نسوان کی مدافعت میں آوار بلند کرنے والوں میں شیخ جمال الدین افغانی (۱۸۳۸م - ۱۸۹۷م) اور شیخ محمد عابد (۱۸۷۹م - ۱۹۰۵م) کی شخصیات بھی کافی اہمیت رکھتی ہیں، ان سے مصر کے بہت سے دانشوروں نے کسب فیض کیا ، جو بعد میں آزادی نسوان کے علم بردار کسی حیثیت سے مصری افق پر نمودار ہوئے ، ان میں ایک اہم نام قاسم امین (۱۸۶۳م - ۱۹۰۸م) کا ہے ، انہیں فرانس میں اپنی تعلیم کے دوران کئی ماہ شیخ جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عابد کی خدمت میں رہ کر ان سے استفادہ کرے اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا ، بعد میں قاسم امین نے مصر میں بھی محمد عابد کی علمی مجالس سے فائدہ اٹھایا اور ان کا واضح اثر قبول کیا ، قاسم امین نے محمد عابد کی معاشرتی اصلاح کی دعوت پر خصوصی توجہ دی اور عورت کی آزادی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا ، اس سلسلے میں ان

کی دو کتابیں 'تحریر المرأة' اور 'المرأة الجديدة' یکے بعد دیگرے منظر عام پر آئیں ، ان کتابوں میں انھوں نے پوری جرات کے ساتھ عورت کے حق تعلیم کی حمایت کی ، روایتی پردے کو عورت کی شخصیت کی ارتقاء میں زبردست رکاوٹ بتایا اس کے علاوہ عورت کے لئے دیگر معاشرتی حقوق کی بات کہی ، اپنی ان باتوں کی تائید میں انھوں نے قرآنی آیات اور احادیث پیش کیں ، لیکن بعد میں انھوں نے یورپی طرز معاشرت کو آئینڈیل بنا کر پیش کیا ، اور مصری عورت کو مغربی تہذیب و تمدن سے کسب و استفادہ پر زور دیا ،

قاسم امین کی یہ باتیں مصری معاشرہ کے لئے قابل قبول نہ تھیں ، چنانچہ اہل علم کی جانب سے اس پر زبردست رد عمل سامنے آیا ، مگر انھوں نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی ، بلکہ پوری یکموشی اور خاموشی کے ساتھ اپنے مش میں لگے رہے اور عالم عرب میں "محرر المرأة" (آزادی نسوان کا علمبردار) کے لقب سے جانے گئے ، قاسم امین کے علاوہ مصر میں آزادی نسوان کا علم بلند کرنے والوں میں عبدالرحمن کواکبی (۱۸۵۴م - ۱۹۰۲م) عبدالقادر مغربی (۱۸۶۷م - ۱۹۵۶م) ، احمد لطفی السید (۱۸۷۲م - ۱۹۶۳م) ولی الدین یکن (۱۸۷۳م - ۱۹۲۱م) ، باحسہ ہادیہ (۱۸۸۶م - ۱۹۱۸م) سعد زعلول (۱۸۵۷م - ۱۹۲۷م) طہ حسین (۱۸۸۹م - ۱۹۷۳م) وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ، ان میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے صرف تعلیم نسوان پر زور دیا ہے ، جب کہ کچھ لوگوں نے زندگی کے تمام میدانوں میں مرد و عورت کے درمیان مکمل مساوات کی بات کہی ہے ، انھوں نے تعلیم کے ساتھ حجاب ، اختلاط ، نکاح و طلاق اور تعدد ازواج کو بھی اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے ،

آزادی نسوان کے علمبرداروں کی کوششوں کے نتیجے میں مصری عورتوں کی ایک

ایسی ٹیم تیار ہوگئی جس نے اپنی آزادی کا علم خود سنبھال لیا ، اس نے زندگی کے ہر میدان میں حقوق نسواں کی بحالی کا مطالبہ کیا ، حتیٰ کہ اس نے سیاسی حقوق میں بھی مردوں کی ہر ایک کا دعویٰ کیا ، اس کے لئے انھوں نے تحریکیں چلائیں کانفرنسیں کیں ، اور احتجاجی مظاہرے کئے ، تحریک آزادی نسواں کی علمبردار خواتین میں ہدی ہانم شعراوی (۱۸۸۲م - ۱۹۴۷م) دریہ شفیق ، امینۃ السعید صفیہ زغلول ، نبویہ موسیٰ (۱۸۹۰م - ۱۹۵۱م) اور سیزا نبراوی وغیرہ نمایاں حیثیت رکھتی ہیں ،

آزادی نسواں کی حمایت کے لئے صحافت کو بھی وسیلہ بنایا گیا ، مجلہ الاستاذ ، الموبد ، اللواء ، الجریة ، السفور ، الهلال اور السياسة وغیرہ مشہور اور اہم رسالے ہیں جن کے صفحات آزادی نسواں کے موضوع کے لئے وقف تھے ، ان میں آزادی نسواں کے حامیوں اور مخالفین دونوں کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے مصری عورتوں نے بھی اپنی آزادی کے لئے مقالات لکھے اور صحیفے نکالے ،

مصر میں تحریک آزادی نسواں کی مخالفت بھی بڑے زور و شور سے کی گئی ، اس کی مخالفت میں بہت سی کتابیں اور مقالے لکھے گئے اور تحریکیں چلائی گئیں ،

مخالفت کرنے والوں میں طلعت حرب (۱۸۷۶م - ۱۹۴۱م) فرید وحیدی (۱۸۷۸م - ۱۹۵۷م)

عبدالمجید جریں (؟) اور مصطفیٰ لطفی منفلوطی (۱۸۷۶م - ۱۹۲۷م)

وغیرہ خاص طور پر مشہور ہیں ، طلعت حرب کی دو کتابیں 'فصل الخطاب فی المرأة و الحجاب' اور 'تربیۃ المرأة و الحجاب' ، فرید وحیدی کی 'المرأة المطلعة'

عبدالمجید جریں کی 'الدفع العنیں' وغیرہ منظر عام پر آئیں ، مگر یہ مخالفت

ربانہ مؤثر ثابت نہ ہو سکی ، تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں کی کوششیں

رست لائیں اور عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہوئے ، ان کی تعلیم کا

انتظام کیا گیا ، وہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئیں ، اور انھوں نے سیاسی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ،

تعلیم نسوان کے لئے عملی اقدام سب سے پہلے محمد علی کے دور میں ہوا ، ۱۸۳۰ء میں جب اس نے لڑکوں کے لئے مدرسة الطب قائم کیا تو لڑکیوں کے لئے بھی اس قسم کا ایک تعلیمی ادارہ 'مدرسة الولاية' کے نام سے کھولا ، لیکن اس کے زمانے میں تعلیم نسوان کے میدان میں اس سے زیادہ کوشی کوشش نہ ہو سکی ، ۱۸۶۳ء میں جب اسماعیل پاشا (۱۸۳۰ء - ۱۹۹۵ء) مصر کا حکمران بنا تو اس نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی ، اس کے لئے اس نے اپنی بیویوں کو آگے بڑھایا اس سلسلے میں اس کی تیسری بیوی چشم آفت ہانم کی خدمات لائق تحسین ہیں ، جس نے ۱۸۶۳ء میں لڑکیوں کے لئے اپنے ذاتی خرچ سے ایک مدرسہ قائم کیا ، اس کے بعد رفتہ رفتہ مختلف لوگوں نے انفرادی و اجتماعی کوششیں کیں ، جن کے نتیجے میں لڑکیوں کو زہور علم سے آراستہ کرنا ضروری سمجھا جانے لگا ، مگر یہ سب کوششیں لڑکیوں کی صرف ابتدائی اور ناسوی تعلیم تک ہی محدود تھیں ، لڑکیوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کی سہولیات فراہم کرنے میں دو شخصیات نے نمایاں خدمات انجام دیں، وہ ہیں احمد لطفی السید اور طہ حسین ، ۱۹۲۸ء میں جامعہ فؤاد الاول اور ۱۹۴۲ء میں جامعہ فاروق الاول کے قیام کے موقع پر احمد لطفی السید اور طہ حسین نے اپنی کوششوں سے حکومت سے لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کے داخلہ کی اجازت حاصل کی ، اور لڑکیوں کو اس میں داخلہ پر آمادہ کیا ، اس کے علاوہ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں بھی بھیجا گیا ، اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بعد لڑکیاں مختلف ملازمتیں کر لگیں ، وہ سرس ڈاکٹر اور ہسپتال کی سپرنٹنڈنٹ بنیں ، معلمات اور انسپکٹرس ہوئیں، رراعت

انجینئرنگ ، نوا سازی ، تجارت ، سائنس اور ایٹمی مطالعات میں نمایاں کردار انجام دیا ، وزارتی مناصب پر بھی فائز ہوئیں ، سماجی خدمات کے لئے انھوں نے رفاہی تنظیمیں اور سوسائٹیاں قائم کیں ، جن کے زیر سرپرستی بہت سے تعلیمی اور طبی ادارے قائم ہوئے ،

۱۹۱۹ء میں جب کہ مصری قوم نے انگریزی حکومت کے خلاف مظاہرہ کیا ، اور جلوس نکالے ، تو مصری عورتوں نے بھی ان کا بھرپور ساتھ دیا ، انھوں نے بھی جلوس نکالے ، وطن کی آزادی کے لئے نعرے لگائے اور جانی و مالی قربانیاں پیش کیں ، خواتین کے مظاہروں کی قیادت کرنے والی خواتین میں سیدہ شریفہ ریساوی ہانم ، سیدہ ہدی ہانم شعراوی اور صفیہ زغلول وغیرہ پیش پیش تھیں ،

عورتوں کے سیاسی حقوق کے مطالبے کے لئے ۱۹۲۲ء میں ہدی ہانم شعراوی نے سب سے پہلے 'الاتحاد النسائي' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ، اس تنظیم کے مقاصد میں اگرچہ دوسرے مطالبات بھی تھے ، مگر اس کا بنیادی مقصد عورت کے سیاسی حقوق کا مطالبہ تھا ، ایک دوسری شخصیت دریہ شفیق نے بھی عورتوں کے سیاسی حقوق کے میدان میں خاطر خواہ جدوجہد کی ، اس نے ۱۹۲۵ء میں 'بنت النیل' کے نام سے ایک مجلہ نکالا اور ۱۹۲۸ء میں 'اتحاد بنت النیل' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ، ۱۹۵۱ء میں اس تنظیم کی کارکن خواتین نے پارلیمنٹ میں گھر کسر مظاہرہ کیا اور عورتوں کے رکن پارلیمنٹ بننے کا مطالبہ کیا ،

اس طرح تحریک آزادی نسواں نے مصر میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا ، جس سے مصر کا کوئی باشندہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ، ادیبوں ، صحافیوں ، اور شاعروں نے اس تحریک کو فروغ دینے میں اپنا اپنا کردار نبھایا ، انھوں نے اپنی تصانیف ، مقالات ، افسانوں ، ناولوں اور شاعری میں اس موضوع کو اختیار

کیا ، جس کے نتیجے میں نشر اور شاعری دونوں میدانوں میں قابل قدر سرمسابقہ وجود میں آیا ، جو علمی و ادبی اعتبار سے کافی اہمیت کا حامل ہے ، تحریک آزادی نسوان کے علم برداروں میں کچھ ایسے ہیں جن کی اس موضوع پر مستقل تصانیف ہیں اور انھیں تحریک آزادی نسوان کے پیدا کردہ لٹریچر میں کلیدی اہمیت حاصل ہے ، ان میں تعلیم ، حجاب ، نکاح و طلاق ، مرد و زن کے اختلاط اور دیگر معاشرتی موضوعات سے بحث کی گئی ہے ، اور بعض تصانیف ایسی ہیں جن میں ضمناً ان موضوعات سے بحث کی گئی ہے ، ان میں سے بعض تصانیف میں معتدل نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے ، تو بعض دیگر تصانیف میں آزادی نسوان کی کھل کر حمایت کی گئی ہے ، ان کتابوں میں بعض وہ ہیں جن میں بحث کا معروضی علمی اسلوب اختیار کیا گیا ہے ، تو بعض درحقیقت سفرنامے ہیں ، جن میں مشاہدات اور سفر کے دوران سیاح کے افکار و خیالات کا علم ہوتا ہے ، بعض کتابیں ناول کے طرز پر لکھی گئی ہیں ، ذیل میں چند نمائندہ کتابوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے ، جن کو اس سلسلے میں غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ،

(۱) تلخیص الإبریز فی تلخیص ہاریز : یہ رفاعہ طہطاوی کا سفرنامہ

ہے جسے انھوں نے ۱۸۲۱ء میں فرانس سے واپسی کے بعد لکھا تھا ، اس کتاب میں انھوں نے فرانس کی تہذیب و تمدن پر روشنی ڈالی ہے ، فرانسیسی عورتوں کی آزادی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے اور مصری عورتوں کو اس کی تعلیم کی دعوت دی ہے ،

(۲) المرشد الأمين للمساہ و المسین : رفاعہ طہطاوی نے یہ کتاب ۱۸۲۰ء

میں لکھی تھی ، اس میں انھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ تعلیم لڑکوں کی طرح

لڑکیوں کے لئے بھی ضروری ہے ، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ انہیں سلاخی کڑھائی وغیرہ سکھانے کے ساتھ دیگر علوم و فنون کی بھی تعلیم دی جائے ، اس طرح ان کی اچھی تربیت ہو سکتی ہے اور ان کے ذریعے نئی نسل بھی جس تربیت سے بہرہ ور ہو سکتی ہے ،

(۲) الساق علی الساق فیما ہو الفاریاق : یہ احمد فارس شدیاق کی آپ بیتی ہے ، جس میں انہوں نے قصی اسلوب میں اپنی زندگی کے اہم واقعات ، مخصوص حالات ، پریشانیوں اور شداثد کو بیان کیا ہے۔ اس میں انہوں نے تعلیم نسواں کی حمایت کی ہے ، حجاب کا مذاق اڑایا ہے ، مرد و زن کے درمیان مساوات کی دعوت دی ہے ، نیز مشرقی عورت اور مغربی عورت کا اس طرح موازنہ کیا ہے کہ مغربی طرز معاشرت سے ان کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے ، اس کتاب میں ان کا اسلوب فکاہی اور طنز و مزاح کا ہے ، یہ ۱۸۵۵ء میں پیرس سے شائع ہوئی ،

(۳) کشف المخفی عن فنون اوربا : اس کتاب میں احمد فارس شدیاق نے انگلینڈ اور دیگر یورپی ممالک میں اپنی سیاحت کی تفصیلات اور مشاہدات بیان کئے ہیں ، اس میں انہوں نے انگریزوں اور اہل فرانس کے عادات و اطوار ، اخلاق ، تمدن وغیرہ کو بہت دلچسپ اسلوب میں بیان کیا ہے ، اور کہیں کہیں دونوں کے درمیان موازنہ بھی کیا ہے ،

(۴) عَلم الدین : اس کتاب میں علی ہاشم مبارک نے اصلاً ایک ارہون شیخ کے سفر کی روداد بیان کی ہے ، جو اس نے اپنے اور اپنے انگریز سیاح دوست کے ساتھ یورپ کا کیا تھا ، اس میں علی ہاشم مبارک نے کناہہ اور محاکات کے

اسلوب میں معاشرتی اصلاح سے متعلق اپنے خیالات پیش کئے ہیں ، انھوں نے عورتوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا ہے ، مرد و زن کے درمیان اختلاط کی حمایت کی ہے ، اور یورپی تہذیب سے بھرپور استفادہ کی دعوت دی ہے ، یہ کتاب چار ہٹری جلدوں میں ۱۸۸۲ء میں مطبعہ جریدہ المحروسہ سے شائع ہوئی ہے ،

(۶) طبائع الاستبداد : اس کتاب میں عبدالرحمن کو اکبی نے استبداد کی مختلف قسموں سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورت کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھنا بھی استبداد کی ایک قسم ہے ،

(۷) أم القرى : یہ کتاب بھی عبدالرحمن کو اکبی کی ہے ، اس میں انھوں نے مسلمانوں کی ذلت و پستی کا جائزہ لیتے ہوئے اس سے نکلنے کے لئے تدبیر اختیار کرنے پر زور دیا ہے ، کو اکبی نے اس کتاب میں عورت کے لئے تعلیم کو ضروری قرار دیا ہے ، اور ان کی جہالت کو امت کے لئے مضر بتایا ہے ، ساتھ ہی انھوں نے حجاب کی حمایت کی ہے ، اور لکھا ہے کہ اس کی رعایت نہ کرنے سے بے حیائی اور فجور کا دروازہ کھل جاتا ہے ،

(۸) تحرير المرأة : آزادی نسوان کے موضوع پر یہ ایک اہم کتاب ہے ، جسے قاسم امین نے ۱۸۹۸ء میں تصنیف کیا تھا ، اس میں انھوں نے عورت کی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا ہے ، روایتی پردہ کی زبردست مخالفت کرتے ہوئے شرعی حجاب کی بات کہی ہے ، طلاق کے واقعات کم کرنے کے لئے طلاق نافذ کرنے کا حق قاضی کو دینے کی وکالت کی ہے ، سیر تعدد ازدواج کی مخالفت کی ہے ، ایسے ان مزعومہ خیالات پر انھوں نے قرآن و حدیث سے استدلال کیا ہے ،

(۹) المرأة الجديدة : تحریر المرأة کے خلاف دہنی حلقوں کی طرف سے زبردست در عمل سامنے آیا ، قاسم امین نے اس کتاب میں ان کا جواب دہنے کی کوشش کی ہے ، المرأة الجديدة میں بھی وہ بحثیں ہیں جو تحریر المرأة میں تھیں ، ان دونوں کتابوں میں فرق یہ ہے کہ تحریر المرأة میں قاسم امین نے اسلامی تہذیب کے حوالے سے بحث کی تھی ، جب کہ المرأة الجديدة میں انہوں نے صاف الفاظ میں اسلامی تہذیب کو فرسودہ قرار دیا اور ترقی کے لئے مغربی تہذیب و تمدن کو اختیار کرنے کی دعوت دی ،

(۱۰) كلمتان في السفر و الحجاب : یہ کتاب عبدالقادر مفری کی ہے اس میں انہوں نے عورت کی تعلیم و تربیت اور حجاب سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ، ان کا کہنا تھا کہ شرعی حجاب نہ تو یہ ہے کہ عورت ہمیشہ کے لئے گھر میں قید کردی جائے اور باہر کی دنیا سے اس کا رابطہ بالکل منقطع رہے ، اور نہ اسے مراد وہ طرز معاشرت ہے جو یورپ کی عورتیں اختیار کئے ہوئے ہیں ، بلکہ شرعی حجاب ان کے ہیں ہیں ہے ،

(۱۱) المنتخبات : یہ کتاب احمد لطفی السید کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو الحریۃ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے تھے ، یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے ، پہلی جلد ۱۹۳۷ء میں اور دوسری جلد ۱۹۴۵ء میں فائزہ سے شائع ہوئی ، یہ مقالات جہاں سیاسی و سماجی اور ادبی و لغوی موضوعات پر مشتمل ہیں وہیں ان میں حقوق نسواں سے متعلق بھی بحثیں ملتی ہیں ، مثلاً ان میں انہوں نے حجاب اور بے پردگی پر اظہار خیال کیا ہے ، تعلیم نسواں کی اہمیت واضح کی ہے ، کم سن کی شادی کے نقصانات بیان کئے ہیں ، تعلیم ہائے طبہ میں شادی میں ساحر کی

منمت کی ہے ، اور طلاق کی کثرت اور تعدد ازدواج کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے ،

(۱۲) **المحائف السود** : یہ کتاب ولی الدین یکن کے مقالات کا مجموعہ ہے ، اس میں انھوں نے حقوق نسواں سے بھی بحث کی ہے ، تعلیم نسواں پر زور دیا ہے جبری شادی کی مخالفت کی ہے ، تعدد ازدواج کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے ، 'المرأة' کے عنوان سے ایک قطعہ میں انھوں نے تین عورتوں کا قصہ بیان کیا ہے ان میں سے ایک شوہر کے ظلم و استبداد کا شکار ہوئی ، دوسری جہالت کی بھینٹ چڑھ گئی ، اور تیسری حجاب کا سختی سے التزام کرنے کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ، اس طرح انھوں نے مصری عورت کو زمانہ کے بے جا رسوم و رواج سے جھٹکارا دلانے کی کوشش کی ہے ،

(۱۳) **النسائیات** : یہ باحثہ ہادیہ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے عورتوں کے مسائل سے متعلق الجریده میں لکھے تھے ، ان مقالات کو دو جلدوں میں شائع کرنے کا منصوبہ تھا ، مگر صرف پہلی جلد شائع ہو سکی ، اس کتاب میں انھوں نے متعدد معاشرتی مسائل پر بہت جرات کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے ، انھوں نے مصری معاشرہ میں عورت کے پس منظر اور بنیادی حقوق سے اس کی محرومی پر شدید تنقیدیں کی ہیں ، خاندان کی اصلاح اور خوشگواہی کے لئے قابل قدر مشورے دیئے ہیں ، انھوں نے جہاں ایک طرف عورتوں کو ان کے مراثر بہاد دلائے ہیں اور معاشرہ کی تعمیر میں مطلوبہ کردار انجام دینے پر ابھارا ہے ، وہیں دوسری طرف مردوں کو بھی ان کے معالِم اور حق تلفیوں پر آڑے ہاتھوں لیا ہے ، باحثہ ہادیہ نے اس کتاب میں آزادئ نسواں کے بارے میں ایک معتدل فکر پیش کی ہے ،

(۱۴) **رہب** : یہ ایک ساول ہے جسے محمد حمیٰ ہیکل نے پیرس میں اپنے رسالہ

طالب علمی کے دوران لکھا تھا ، اس ناول میں انھوں نے حامد اور زینب کا کردار پیش کر کے مصری عورت کو زمانے کی رسوم و قیود سے آزاد ہونے کی دعوت دی ہے ، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۲ء میں بغیر ہیکل کے نام کے شائع ہوا تھا ، تحریک آزادی نسوان کے علم برداروں کے ذریعہ عربی زبان میں جو نشری سرمایہ وجود میں آیا وہ اپنے اسلوب کے اعتبار سے امتیازی خصوصیت رکھتا ہے عموماً ان مصنفین کی زبان سجع اور محسنات لفظی سے پاک ، شستہ ، طیس اور عام فہم ہوتی تھی ، ان کا آسان اور دلنشیں اسلوب قاری کو متاثر کرتا تھا۔ مصر میں آزادی نسوان کی تحریک سے جہاں ملک کے تمام طبقات متاثر ہوئے وہیں شعراء نے بھی اس میں بھر پور حصہ لیا ، انھوں نے وقت اور حالات کا فریب سے مشاہدہ کیا ، اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھا ، عورت کی پستی اور جہالت کو تشویش کی نظر سے دیکھا ، اور سماجی اصلاح کی کوشش کی ، انھوں نے تعلیم ، حجاب ، اختلاط ، تعدد ازدواج اور نکاح و طلاق جیسے سماجی موضوعات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ، ان میں کچھ شعراء تو وہ تھے جنھوں نے صرف تعلیم نسوان پر زور دیا ، اور یہ خیال ظاہر کیا کہ عورت کو زہور علم سے آراستہ کرنا ضروری ہے ، جب وہ تعلیم سے بہرہ ور ہو جائے گی تو خود معاشرہ میں ایسا مقام پالے گی ، اور باآسانی تمام حقوق حاصل کر لے گی ، انھوں نے بے حجابی اور اختلاط کی مخالفت کی اور عورت کو اس کی قطعی اجازت نہیں دی ، جب کہ بعض دیگر شعراء نے تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر موضوعات پر بھی اظہار خیال کیا ، انھوں نے حجاب پر سخت تنقیدیں کیں ، عورتوں کو عملی زندگی میں حصہ لینے اور گھر سے باہر نکل کر مردوں کے دوش بدوش کام کرنے پر اکسایا ، تعدد ازدواج کی مخالفت کی اور اسے حقوق نسوان کے خلاف بتایا ، اس طرح مصر میں شاعری کے

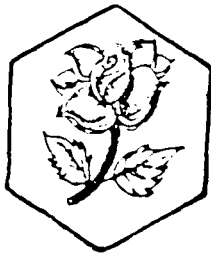
میدان میں بھی زبردست معرکہ برپا ہوا ، کچھ شعراء نے آزادی نسوان کی زبردست حمایت کی ، تو کچھ دیہگر شاعروں نے ان کی کھل کر مخالفت کی ، اور کچھ شاعروں نے اعتدال کی روش اختیار کی ،

آزادی نسوان کی حمایت میں آواز بلند کرنے والوں میں حافظ ابراہیم (۱۸۶۹-۱۹۳۲م) ، خلیل مطران (۱۸۷۲ - ۱۹۴۹م) اور احمد شوقی (۱۸۸۸م — ۱۹۳۲م) وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ، ولی الدین یکن ، باحثہ بادیہ ، رفاعہ رافع طہطاوی اور احمد فارس شذیاق وغیرہ نے نثر نگاری کے ساتھ شاعری بھی کی ، اور اپنی شاعری میں حقوق نسوان سے متعلق اظہار خیال کیا ، آزادی نسوان کی مخالفت کرنے والوں میں ایک نمایاں نام احمد محرم (۱۸۷۷ - ۱۹۴۵) کا ہے ،

آزادی نسوان سے متعلق شاعری کے میدان میں برپا ہونے والا یہ معرکہ صرف مصر تک ہی محدود نہ تھا ، بلکہ دوسرے ممالک مثلاً عراق اور شام وغیرہ میں بھی اسی طرح کی زور دار بحث ہوئی ، عراق میں آزادی نسوان کی آواز بلند کرنے والے جمیل صدقی زہاوی ، معروف رصافی ، صالح جعفری ، حسین الرحال ، رزوق غنام ، مصطفیٰ علی ، عونى بکر صدقى ، رفائیل بطی اور مصطفیٰ عبدالجبار رصاصی وغیرہ قابل ذکر ہیں ، ان میں جمیل صدقی زہاوی اور معروف رصافی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ، جمیل صدقی زہاوی کے اشعار کے ذریعہ عراق میں ویسا ہی ہنگامہ برپا ہوا جیسا مصر میں فاسم امین کی دعوت سے برپا ہوا تھا ، تنویر الافکار ، الرشاد ، المعید اور البدائع نامی رسائل آزادی نسوان کے ان علم برداروں کی حمایت کر رہے تھے ، اور ان کے اشعار کی اشاعت کے لئے پبلٹ فارم فراہم کر رہے تھے ، مصر کی طرح عراق میں بھی آزادی نسوان کے حامیوں کی زبردست

مخالفت ہوئی ، مخالفت کرنے والوں میں توفیق الفکیکی ، جلیل المدرس ، خلیل اسماعیل ، معطفی عزة عبدالسلام ، محمد بهجة الانری ، الملا عبود الکرخی ، عبدالرحمن البنا ، اور حسین الظریفی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں ، ان کے اشعار جریدۃ العراق ، الصحيفة ، العالم العربی اور لیلی وغیرہ جیسے جرائد و مجلات میں شائع ہوتے تھے ،

خلاصہ یہ کہ مصر میں آزادی نسوان کی جو تحریک برپا ہوئی وہ اصلاً یورپ کی منابعت میں تھی اور اس کے علم برداروں اور حامیوں نے بعض ایسی چیزوں کا بھی مطالبہ کیا تھا جن کی اسلامی شریعت میں اجازت نہیں دی گئی ہے ، اسی لئے بعض حلقوں کی جانب سے اس کی مخالفت بھی کی گئی ، لیکن ساتھ ہی یہ بھسی حقیقت ہے کہ اس کے جدید عربی زبان و ادب پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ، نثر اور شاعری دونوں میں خاطر خواہ سرمایہ وجود میں آیا ، عربی زبان کو مجمع اور محسنات لفظی کی قیود سے آزادی ملی اور اس میں سلاست ، روانی اور حسلاوت جیسی خصوصیات پیدا ہوئیں ،



T-52cd





EMANCIPATION OF WOMEN IN EGYPT AND ITS IMPACT ON MODERN ARABIC

ABSTRACT

Thesis submitted for the award of the degree of

Doctor of Philosophy

in

ARABIC

by

SATWAT REHANA

THESIS SECTION

T- 5208

UNDER THE SUPERVISION OF

PROF. ABDUL BARI

CHAIRMAN

DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)

1997



مصر میں آزادی نسواں کی تحریک اور جدید عربی ادب پراس کے اثرات

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (عربی)

زیر نگرانی

پروفیسر عبد الباری

صدر شعبہ عربی

از

سطوت ریحانہ

شعبہ عربی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

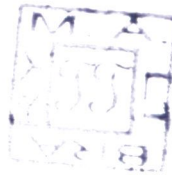
۱۹۹۷ء

THESIS SECTION



T5208

T-5208




CHECKED-2002



فہرست

۶	مقدمہ
۱۷	باب اول: آزادی نسوان کی تحریک یورپ میں
۱۸	قدیم یورپ میں حیثیت نسوان
۲۰	تحریک آزادی نسوان کی ابتداء
۲۲	مساوی حقوق کی تحریکیں
۲۴	تحریک نسوان اٹھارہویں صدی عیسوی میں
۲۷	تحریک آزادی نسوان کے بنیادی مطالبات
۲۸	حق تعلیم
۳۱	معاشی استقلال
۳۴	سیاسی حقوق
۴۰	باب دوم: مصر میں آزادی نسوان کی تحریک - ایک عمومی جائزہ
۴۱	مصری عورت اٹھارہویں صدی عیسوی میں
۴۳	فرانسیسیوں کی آمد کے اثرات
۴۴	تعلیم کا آغاز
۴۵	تعلیم نسوان محمد علی کے عہد میں
۴۶	تعلیم نسوان اسماعیل پاشا کے عہد میں
۴۸	تعلیم نسوان کے مرحلہ میں انفرادی کوششیں
۵۰	لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کا آغاز

۵۱	عملی زندگی میں عورتوں کی مشارکت
۵۲	مصری عورت پر اغیار کے حملے
۵۴	مصری عورت اور انقلاب ۱۹۱۹ء
۵۷	حجاب اور دیگر معاشرتی حقوق کی بحث
۵۸	آزادی نسوان اور مصری صحافت
۶۰	مصری عورت اور سیاسی حقوق

باب سوم: تحریک آزادی نسوان کی نمایاں شخصیتیں

۶۴	رفاعہ رافع طہطاوی
۷۲	احمد فارس شدیاق
۷۹	علی پاشا مبارک
۸۵	محمد عبده
۹۱	عبد الرحمن الکوکی
۹۶	سعد زغلول
۱۰۰	قاسم امین
۱۰۵	عبد القادر المغربي
۱۱۱	احمد لطفی الحداد
۱۱۵	ولی الدین بکی
۱۲۲	ہدی ہاشم نعراوی
۱۲۷	باحثہ بادہ
۱۳۲	می ربادہ
۱۳۹	طہ حسین

باب چہارم: تحریک نسوان اور ادبی نگارشات

۱۴۵	تخلص الإبریر فی سحر ہاریر
۱۵۰	المرشد الأمين للمعات و الممن

۱۵۶	کشف المخبر عن فنون اوربنا
۱۶۰	الحاق علی الحاق فیما هو الفاریاق
۱۶۷	علم الدین
۱۷۲	تحریر المرأة
۱۷۸	المرأة الجديدة
۱۸۴	النشائات
۱۹۰	زینب
۱۹۵	المنتخبات

باب پنجم : تحریک نسوان اور کلام شعراء

۲۰۲	رفاعہ رافع طہطاوی
۲۰۶	احمد فارس شہدای
۲۰۸	حافظ ابراہیم
۲۱۰	خلیل مطران
۲۱۶	ولی الدین بکن
۲۲۳	احمد محرم
۲۲۶	احمد ثوقی
۲۳۲	ہاشمہ ہادیہ
۲۴۰	
۲۴۳	
۲۴۱	

خاتمہ

مصادر و مراجع

مقدمه

مقدمہ

آزادی نسوان کی اصطلاح ایک مغربی اصطلاح ہے ، اور تحریک آزادی نسوان بھی اصلاً مغربی ماحول کی پیداوار ہے ، مسلم ممالک میں اس کا علم بلند کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مغربی معاشرہ میں اپنی زندگی کا کچھ عرصہ گزارنے کی وجہ سے وہاں کی تہذیب و معاشرت سے متاثر ہوئے ، یا مسلم ممالک میں رہے ہوئے انہوں نے مغربی تہذیب و تمدن کا اثر قبول کیا تھا ،

آزادی نسوان کا لفظ سننے ہی فوراً ہمارے ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کس چیز سے آزادی ؟ کیا عورت غلام تھی ؟ کیا وہ مظلوم و محروم تھی ؟ کیا وہ اپنے حقوق سے محروم تھی ؟ آخر کس چیز سے اسے آزادی دلانے کے لئے یہ تحریک شروع کی گئی تھی ؟ گزشتہ صدیوں میں جب ہم معاشرہ میں عورت کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب مل جاتا ہے ،

عورت ایک طویل عرصہ سے ظلم و ستم کا شکار تھی ، وہ اپنے تمام حقوق سے محروم تھی ، معاشرہ میں اسے عرب کا مقام حاصل نہ تھا ، اس کی حیثیت ایک خادمہ کی تھی ، جو پوری زندگی خاندان والوں کی خدمت میں گزار دیتی تھی ، ممال و دولت کی لالچ میں باپ جہاں چاہتا اس کی شادی کر دیتا ، اور شوہر جب چاہتا اس

بے فائدہ اٹھالیتا ، اور جب چاہتا اسے الگ کر دیتا ، اہل یونان و روم اسے تمام دنیاوی آفات و مصائب کی جڑ سمجھتے تھے ، اور مرد کے مقابلے میں اسے بہت گزراہت تھے ، ہندوستانی تہذیب میں بھی عورت کو بہت بہت مقام دیا گیا تھا ، اس کا اندازہ محض اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شوہر کا انتقال ہو جاتا تو اسے بھی زبردستی زندہ چلا دیا جاتا ، گویا وہ اپنی زندگی کی بھی مالک نہ تھی ، بلکہ وہ مرد کی زندگی سے وابستہ تھی ، عربوں کے بعض قبیلوں میں لڑکیوں کو باعائت سنگ و عار سمجھا جاتا تھا ، چنانچہ ان کے پیدا ہوتے ہی ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی ، (النحل : ۵۸)

اسلام نے عورت کو غلامی کی زندگی سے نجات دلائی ، معاشرہ میں اس کا وقار قائم کیا ، اسے عزت و عظمت عطا کی ، اس کے وجود کو خاندان اور معاشرہ کے لئے رحم اور خیر و برکت کا ذریعہ بتایا ، اس کی تعلیم و تربیت کا حکم دیا ، اس کی اچھی پرورش و پرداخت پر جنت کی بشارت دی ، اور اسے مردوں کے مساوی حقوق عطا کئے ، البتہ دونوں کا دائرہ کار الگ رکھا ، اور دوسروں کو الگ الگ ذمہ داریاں تفویض کیں ، اسلام کی ابتدائی صدیوں میں عورت ان تمام حقوق سے بہرہ ور تھی ، جو اسے اسلام نے عطا کئے ہیں ، اور وہ زندگی کی مختلف سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتی تھی ، لیکن زمانہ گزرے کے ساتھ ساتھ جب مسلم معاشرہ زوار و انحطاط کا شکار ہو گیا تو اس کا اثر عورت پر بھی پڑا ، اسے تعلیم و تربیت کے ربور سے آراستہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ، اور وہ اپنے بہت سے جائر حقوق سے محروم ہو گئی ،

یورپ جہاں مسیحیت کو بڑے پیمانے پر فروغ حاصل ہوا ، وہاں بھی عورت کو بہت بہت مقام دیا گیا تھا ، مسیحیت کا نظریہ تھا کہ عورت کماہ کی محرك اور بدن کی جڑ ہے ، معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے ، تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے ، وہ دنیا والوں پر لعن اور مصیبت لے کر آئی ہے ،

عورت کے بارے میں اس مسیحی عقیدہ نظر کی بنا پر یورپی مصائب میں ایک طویل عرصہ تک عورت اپنے حقوق سے محروم رہی ، یورپ میں سناہ سناہ کے سطح پر زندگی کے مختلف میدانوں میں انقلاب آتا تو عورت کی حالت میں بھی سدھار

آیا اور اسے اس کے مطلوب حقوق دلانے کی کوشش کی گئی ، لیکن ایک انتہا کا حل دوسری انتہا سے نکالنے کی کوشش کی گئی ، چنانچہ زندگی کے تمام میدانوں میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کی کوشش کی ، مساوات مرد و زن کا نعرہ لگایا ، اور دعویٰ کیا گیا کہ عورت اپنی قوت و صلاحیت میں مرد سے کسی طرح کم نہیں ، اس لئے وہ اپنے تمام کام انجام دے سکتی ہے ، جنہیں مرد کرتے ہیں ، آزادی نسوان کی یہ تحریک یوں تو تمام یورپی ممالک میں سبزی سے پھیلی ، لیکن فرانس اس معاملہ میں خاصی طور پر سب سے آگے تھا ،

مصر میں آزادی نسوان کا یہ مغربی تصور فرانسیسی تہذیب و تمدن کے اثرات کے نتیجے میں ابھرا ، ۱۷۹۸ء میں جب نیپولین بوناپارٹ کی قیادت میں فرانس نے مصر پر حملہ کیا تو وہاں کی علمی و ادبی ، سیاسی و فکری اور معاشی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا ، نیپولین کی آمد سے مصر کی معاشرتی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے ،

فرانسیسیوں کے چلے جانے کے بعد جب محمد علی مصر کا حکمران بنا تو اس نے متعدد تعلیمی وفود فرانس بھیجے ، ان وفود نے وہاں نہ صرف اعلیٰ تعلیم اور فنی مہارت حاصل کی بلکہ فکری اعتبار سے بھی کسب فیض کیا ، اور جب وہ مصر واپس لوٹے تو سیاسی و معاشرتی افکار بھی اپنے ساتھ لائے ، مثلاً رفاعة طہطاوی ، جو ارہر کے تعلیم یافتہ تھے ، جب ۱۸۲۶ء میں پہلے تعلیمی وفد کے ساتھ فرانس گئے اور وہاں انہوں نے پانچ سال گزارے ، سو اس عرصہ میں ان کے خیالات و افکار میں کامی تبدیلی آئی ، انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دینا شروع کیا ، تاکہ وہ زندگی کے تمام میدانوں میں مردوں کے دوتر بدوش خدمات انجام دے سکیں ، انہوں نے فرانسیسیوں کی تعلیم کی دعوت دیے ہوئے دعویٰ کیا کہ بے پردگی اور مرد و زن کا احتلاط موجب فساد نہیں ہے ، اب دوسری مصری شخصیت علی مبارک پاشا کی ہے ، یہ بھی ارہر کے تعلیم یافتہ تھے ، مگر فرانس میں چند سال گزارنے کی وجہ سے نہ بھی یورپی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ، ان لوگوں نے زیادہ زور تعلیم نسوان پر دیا ، کیونکہ اہل عرب مصری معاشرہ میں لڑکیوں کی تعلیم کا مطلق رواج نہ تھا ، انہیں تعلیم سے آراستہ کرنا اب عیب سمجھا جاتا تھا ، اب تمام خیال یہ تھا کہ تعلیم پادشہ لڑکوں کے بھگنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں ، تعلیم

نسوان کے علاوہ زندگی کے دوسرے مسائل مثلاً نکاح و طلاق ، حجاب ، اخلاط مرد و زن اور تعدد ازدواج وغیرہ پر بھی ان لوگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا مگر بہت دیرے الفاظ میں ، انہوں نے واضح طور پر کوئی بات نہیں کی ، البتہ ان کے بیانات سے یورپی طرز معاشرت سے ان کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا تھا ،

مصر کی سماجی اصلاح اور خاص طور سے حقوق نسوان کی مدافعت میں آواز بلند کرنے والوں میں شیخ جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ کی شخصیت بھی کافی اہمیت رکھتی ہے ، ان سے مصر کے بہت سے دانشوروں نے کسب فیض کیا ، جو بعد میں آزادئ نسوان کے علمبردار کی حیثیت سے مصری افق پر نمودار ہوئے ، ان میں ایک اہم نام قاسم امین کا ہے ، انہیں فرانس میں اپنی تعلیم کے دوران کئی ماہ افسانسی اور محمد عبدہ کی خدمت میں رہ کر ان سے استفادہ کرنے اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا ، بعد میں قاسم امین نے مصر میں بھی محمد عبدہ کی علمی مجالس سے فائدہ اٹھایا اور ان کا واضح اثر قبول کیا ،

قاسم امین نے محمد عبدہ کی معاشرتی اصلاح کی دعوت پر خصوصی توجہ دی ، اور عورت کی آزادی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا ، اس سلسلے میں ان کی دو کتابیں 'تحریر المرأة' اور 'المرأة الحدیة' یکے بعد دیگرے منظر عام پر آئیں ان کتابوں میں انہوں نے پوری حرأت کے ساتھ عورت کے حق تعلیم کی حمایت کی روایتی پردے کو عورت کی شخصیت کی ارتقاء میں زبردست رکاوٹ بنایا ، اس کے علاوہ عورت کے لئے دیگر معاشرتی حقوق کی بات کہی ، اپنی ان باتوں کی سائید میں انہوں نے قرآنی آیات اور احادیث پیش کیں ، لیکن بعد میں انہوں نے یورپی طرز معاشرت کو آئندہ بنا کر پیش کیا ، اور مصری عورت کو مغربی سہیجہ و تمدن سے کسب و استعداد پر زور دیا ،

قاسم امین کی یہ سائیں مصری معاشرہ کے لئے قابل قبول نہ تھیں ، چنانچہ اہل علم کی جانب سے اس پر زبردست رد عمل سامنے آیا ، مگر انہوں نے اس کی مظلوم پرواہ نہ کی ، بلکہ پوری ہکموٹی اور خاموشی کے ساتھ اپنے متن میں لگے رہے ، اور عالم عرب میں 'محرر المرأة' (آزادئ نسوان کا علمبردار) کے لقب سے جانے گئے ، قاسم امین کے علاوہ مصر میں آزادئ نسوان کا علم بلند کرنے والوں میں احمد لطفی السید ، سعد رعلول ، طہ حسین ، عبدالرحمن کواکبی ، عبدالقادر معریسی

عمر بك لطفی ، اور ولی الدین بکن وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ، ان میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے صرف تعلیم نسوان پر زور دیا ہے ، جب کہ کچھ لوگوں نے زندگی کے تمام میدانوں میں مرد و عورت کے درمیان مکمل مساوات کی بات کہی ہے ، انہوں نے تعلیم کے ساتھ حجاب ، اختلاط ، نکاح و طلاق اور تعداد ازدواج کو بھی اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے ،

آزادی نسوان کے علمبرداروں کی کوسوں کے نتیجے میں مصری عورتوں کی ایک ایسی طہم تیار ہو گئی جس نے اپنی آزادی کا علم خود سنبھال لیا ، اس نے زندگی کے ہر میدان میں حقوق نسوان کی بحالی کا مطالبہ کیا ، حتی کہ اس نے سیاسی حقوق میں بھی مردوں کی برابری کا دعویٰ کیا ، اس کے لئے انہوں نے تحریکیں چلائی کافر نسیم کیس ، اور احتجاجی مظاہرے کئے ، تحریک آزادی نسوان کی علمبردار خواتین میس ہدی ہانم شعراوی ، دریہ شفیق ، امینۃ السعید ، صفیہ زغلول ، نبویہ موسیٰ اور سیرا نبراوی وغیرہ خاص طور پر نمایاں حیثیت رکھتی ہیں ،

اس طرح تحریک آزادی نسوان نے مصر میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا ، اس کی حمایت و مخالفت کا بار بار گرم ہوا ، جس سے مصر کا کوئی باشندہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ، ادیبوں ، صحافیوں اور شاعروں نے بھی اس تحریک کو فروغ دینے میں اپنا کردار نبھایا ہے ، انہوں نے اپنی تصانیف ، مقالات ، افسانوں ، ناولوں اور شاعری میں اس موضوع کو اختیار کیا ، جس کے نتیجے میں نثر اور شاعری دونوں ہی میدانوں میں قابل قدر سرمایہ وجود میں آیا ، جو علمی و ادبی اعتبار سے کافی اہمیت کا حامل ہے ، نثر نگاروں میں علی پاشا مہارک ، فاسم امین ، احمد لطفی السید ، محمد حسین ہیکل ، عبدالرحمن کواکبی ، طہ حسین ، اور عبدالعزیز مغربی وغیرہ مشہور ہوئے ، جب کہ شعراء میں حافظ ابراہیم ، احمد شوقی ، خلیل مطران اور علی الجارم وغیرہ کو غیر معمولی شہرت ملی ، رفاعة رافع طہاوی ، احمد فارس شیدی ، ولی الدین بکن اور ساحلہ ہادیہ وغیرہ نے نثر اور شاعری دونوں میں آزادی نسوان کے موضوع پر اپنے حالات کا اظہار کیا ہے ،

آزادی نسوان کے سلسلے میں مصری صحافت سے بھی اہم کردار انجام دیا ہے ، اللواء الموید ، الحریة اور الهلال وغیرہ وہ مشہور اور اہم رسالے ہیں جن میں آزادی نسوان کے حامیوں اور مخالفین کے مضامین برابر شائع ہوئے تھے ،

آزادی نسوان کی مخالفت میں بھی بہت سے ادباء اور شعراء نے حصہ لیا ہے ، ان میں فرید وجدی ، طلعت حرب ، عبدالمجید جریں ، مصطفیٰ لطفی منغلوطی اور احمد محرم وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ،

تحریک آزادی نسوان کے اثرات مصر کے علاوہ دیگر مسلم ممالک مثلاً عراق ، شام اور لبنان وغیرہ میں بھی ظاہر ہوئے ، اور وہاں بھی حمایت و مخالفت کا زبردست معرکہ برپا ہوا ، عراق میں اس کی حمایت کرنے والوں میں جلیل صدقی زھاوی اور معروف رصافی خاص طور سے نمایاں ہیں ، انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ عراق میں آزادی نسوان کا وہی تصور پیش کیا جو مصر میں قاسم امین وغیرہ نے پیش کیا تھا یعنی تعلیم نسوان کی اہمیت ، حجاب کی مذمت ، طلاق کی تحدید ، اور تعدد ازدواج کی ممانعت وغیرہ ، ان کے علاوہ صالح جعفری ، حسین الرحال ، رزوق غنام ، مصطفیٰ علی ، عوسی بکر صدقی ، رفائیل بٹی اور مصطفیٰ عبدالجبار قضاوی وغیرہ نے بھی آزادی نسوان کی حمایت کی ، تنویر الافکار ، الرشاد ، المفید اور البدائع نامی رسائل آزادی نسوان کے علمبرداروں کے خیالات کو اپنے صفحات میں جگہ دیتے تھے ، دوسرے طرف توفیق العیسیٰ ، جلیل المدرسی ، حلیل اسماعیل ، مصطفیٰ عرقہ عبدالسلام ، محمد سہجۃ الانری ، ملا عمود الکرخی ، عبدالرحمن البناء ، اور حسین الطریقی وغیرہ اپنی شاعری کے ذریعہ آزادی نسوان کی مخالفت کرتے تھے ، ان کے اشعار حریۃ العراق الصحیفۃ ، العالم العربی اور لبلی وغیرہ میں شائع ہوتے تھے ،

شام و لبنان میں تعلیم نسوان کی آواز سے پہلے بطرس بستانی نے بلند کسریہ سلسلہ میں ان کے متعدد خطبے دیے ، جن میں ایک طویل خطبہ جسے انہوں نے ۱۸۴۹ء میں ’تعلیم النساء‘ کے نام سے دیا تھا ، کافی اہم ہے ، ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں نے آزادی نسوان کی آواز بلند کی ہے ، جن میں شامی شاعر عمر ابو ریسہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ،

العرف مصر میں آزادی نسوان کی تحریک کو بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہے ، عربی زبان و ادب پر اس کے بڑے اثرات ہوئے ، اور اس کی بدولت شر اور شاعری دوسووں میدانوں میں فائدہ قدر سرمایہ وجود میں آگیا ، اس اہمیت کے پیش نظر ضرور یہ بھی کہ عربی زبان و ادب پر اس تحریک کے اثرات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے ، اور ان ادباء و شعراء کی علمی و ادبی خدمات اور کاوشوں کا مطالعہ پیش کیا جائے جو

اس تحریک کو پروان چڑھانے میں پیش پیش رہے ہیں ، ان شخصیات پر الگ الگ کام تو ضرور ہوا ہے ، لیکن بحیثیت مجموعی اس تحریک کے نتیجے میں وجود میں آنے والے ادبیات کا مطالعہ پیش کرنے کی کوئی قابل ذکر کوشش غالباً اب تک نہیں ہوئی ہے ، اسی لئے میں نے اپنے اساتذہ کے مشورے سے اس موضوع پر کام کرنے کا ارادہ کیا اور حتی المقدور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے ، جہاں کہیں بھی موضوع سے متعلق مواد مل سکا ، اسے حاصل کرنے اور اسے استفادہ کرنے کی کوشش ہے ، لیکن پھر بھی بعض اہم مراجع باوجود تمام کوششوں کے دستیاب نہ ہو سکے ، جس کا مجھے بہت افسوس ہے ، میرا خیال ہے کہ اگر وہ کتابیں مجھے فراہم ہو جاتیں تو یہ مقالہ اس سے بہتر صورت میں تیار ہوتا ،

اس مقالہ میں تحریک آزادی نسوان اور عربی ادب پر اس کے اثرات کا مطالعہ پیش کرنے میں معروضی طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے ، آزادی نسوان کے حامیوں یا مخالفین نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں انہیں جوں کا توں انہی کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے ، تاکہ غلط ترجمانی کا الزام عائد نہ کیا جاسکے ، یہ مقالہ پانچ ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے :

باب اول آزادی نسوان کے تاریخی پس منظر سے بحث کرتا ہے ، اس میں واضح کیا گیا ہے کہ یورپی ممالک میں آزادی نسوان کا آغاز کب ہوا ؟ یہ تحریک کب کس مراحل سے گزری ؟ چونکہ مصر میں یہ تحریک فرانس کے واسطے سے برپا ہوئی ہے ، اس لئے فرانس میں آزادی نسوان کے تاریخی پس منظر پر خاص طور سے روشنی ڈالی گئی ہے ،

باب دوم میں مصر میں آزادی نسوان کی تحریک کا عمومی حائرہ لئے کی کوشش کی گئی ہے ، اٹھارہویں صدی عیسوی میں مصری عورت کی حالت پر روشنی ڈالی ہوئی ہے فراسیوں کی آمد کے اثرات واضح کئے گئے ہیں ، پھر آزادی نسوان کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے ، مثلاً عورتوں کی تعلیم کے لئے کیا کوششیں ہوئی ؟ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کا داخلہ کسے ممکن ہوا ؟ مخلوط تعلیم کو رواج دینے میں کون لوگ نمایاں رہے ؟ تعلیم نسوان کے سلسلہ میں انفرادی سطح پر کوشش کرنے والوں میں کون کون سی شخصیات اہم تھیں ؟ عورت کے عملی میدان میں قدم کب رکھا ؟ حجاب کی حمایت و مخالفت کا معرکہ کیوں

ہریا ہوا ؟ اور عورسوں کے سیاسی حقوق کے حصول کے لئے کب کیا اقدامات کئے گئے ؟ اور ان تمام سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ،

باب سوم میں تحریک آزادی نسوان کی نمایاں شخصیات کا تعارف پیش کیا گیا ہے ، اس ضمن میں ان تمام شخصیات کے حالات زندگی کو قلمبند کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنہوں نے کسی نہ کسی حیثیت سے حقوق نسوان کی حمایت کی ہے ، خواہ ان کے خیالات صرف تعلیم نسوان تک محدود رہے ہوں یا انہوں نے حجاب ، اختلاط ، نکاح و طلاق اور تعدد ازدواج جیسے موضوعات سے بھی تعارف کیا ہو ،

باب چہارم میں ان تصنیفات کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے ، جو تحریک آزادی نسوان کے نتیجے میں وجود میں آئیں ، ان تصنیفات کا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ آزادی نسوان سے متعلق ان میں پیش کئے گئے خیالات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جن لوگوں کی اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب نہیں ہے بلکہ صرف چند مختصر تحریریں ہی ہیں تو ان کے خیالات کو باب سوم میں ان کے حالات زندگی ہی کے تحت بیان کر دیا گیا ہے ،

باب پنجم شعر و شاعری کے لئے خاص ہے ، اس میں مصر کے ممتاز شعراء کے ان اشعار کو پیش کیا گیا ہے ، جو آزادی نسوان کی حمایت میں کہے گئے ہیں ، اور ان کے ذریعہ ان کے خیالات و افکار پر روشنی ڈالی گئی ہے ، شعراء کے حالات زندگی پر بھی محمراً روشنی ڈالی گئی ہے ،

خاتمہ میں آزادی نسوان کے علمبرداروں کے پیش کردہ خیالات کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے ، چونکہ مصر میں آزادی نسوان کا علم بلند کرے والے تقریباً تمام ہی مسلمان تھے ، ان لئے انہوں نے اپنے خیالات کی سائید میس قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی تھی ، چنانچہ خاتمہ میں حقوق نسوان سے قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے ، اور یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام آزادی نسوان کا کیا تصور پیش کرتا ہے ؟ اور قرآن و حدیث سے حریت آزادی نسوان کے علمبرداروں کی طرف سے اٹھائے گئے نکاح کی کمر حد تک سائید ہوتی ہے ؟ چنانچہ تعلیم ، مرد و زن کے ارادانہ احکام ، حجاب ، معاشی و سیاسی حقوق سماجی سرگرمیاں ، طلاق ، اور تعدد ازدواج جیسے موضوعات پر اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے ،

میری سعادت ہے کہ اس مقالہ کی تیاری میں مجھے اپنے مشفق استاد اور شعبہ کے ساتھیوں کا برابر تعاون حاصل رہا ہے، میرا احساس ہے کہ اگر ان حضرات کا حسن تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ مقالہ تنہا میری کوششوں سے پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا، میں ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں، خاص طور پر اپنے مشفق استاد اور اس تحقیقی مقالے کے نگراں پروفیسر عبدالباری صدر شعبہ عربی کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے تحقیق کی کٹھن منزلوں سے گزرنا میرے لئے آسان کر دیا، آپ کے مفید مشورے ہمہ وقت میرے لئے مشعل راہ بنے رہے، اس کے علاوہ استاد محترم ڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری کی بے حسد معنوں و مشکور ہوں کہ انہوں نے میرے مقالے کے سلسلے میں قیمتی مشورے دیے اور اس کی ترتیب و تالیف کے ہر مرحلے میں تعاون اور ہمت افزائی کی،

میں اپنے برادر محترم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کی خدمت میں بھی ہدیہ تشکر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں جن کا تعاون مجھے ہر موقع پر حاصل رہا۔ مقالہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں انہوں نے ہر ممکن رہنمائی کی، اور اسے جلد سے جلد پورا کرنے کی تاکید کرتے رہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے،

محترم شمشاد احمد صاحب بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں، جنہوں نے بعض انگریزی مراجع کے ذریعے باب اول تیار کرنے میں گراں قدر تعاون کیا، اسی طرح میں اپنے شعبہ کے بعض ان ساتھیوں کی بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے زحمات برداشت کر کے دیگر یونیورسٹیوں میں میرے موضوع سے متعلق موجود مراجع کے فولو اپس فراہم کر کے مجھے احسان مند کیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے،

مقالہ کو تکمیل کے مرحلہ تک پہنچانے میں جہاں ان بہت سی شخصیات کا تعاون مجھے حاصل رہا وہیں میرے والدین کی دعائیں اور نصیحتیں بھی میرے شامل حال رہیں، وہ برابر مجھے اس کو پورا کرنے کی ہدایت کرتے رہے، اور میرا حوصلہ بڑھاتے رہے، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان کا سایہ سادیر میرے سر پر قائم رہے اور ان کی شعبوں و محنتوں سے میں اسی طرح مستفید ہوتی رہوں،

آخر میں اس رب کریم کا شکر بجا لاتی ہوں جس نے مجھے علم کے زیور سے
آراستہ کیا ، اور اس تحقیقی مقالے کی تکمیل کی توفیق بخشی ۔

سطوت ریحانہ

۲۲/جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

۲۷/اکتوبر ۱۹۹۷ء

بابِ اوّل

آزادی نسواں کی تحریک
یورپ میں

تاریخ کے مختلف ادوار میں اور دنیا کے مختلف خطوں میں عورتوں کی حالت کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر اپنے بہت سے حقوق سے محروم رہی ہیں اور ان کے مستقل وجود اور حیثیت کو اکثر تسلیم نہیں کیا گیا ہے ، کہیں ان کے انعام ہونے پر ہی سوالیہ نشان لگایا گیا ، تو کہیں انہیں انعام سے سزا دینے کا سبب سمجھا گیا ، بعض مردوں کے مساوی حقوق دینے کی مخالفت کی گئی ، بعض لوگوں نے خود کو عورتوں کا بھی خواہ شائبہ کرنے کے لئے ان کے مزاج کی مناسبت سے انہیں حقوق دینے کی وکالت کی ، تو کسی نے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انہیں مردوں سے برسرِ قرار دیا ، لیکن عورتوں کے بارے میں مردوں کا غالب رویہ انہیں اپنے سے فروتر ، کم مایہ اور اسفلِ سطح کا رہا ،

قدیم یورپ میں حیثیتِ نسواں

قدیم یورپی معاشرہ اس روایت پر سختی سے کاربند تھا کہ حواہیں خلقی طور پر مردوں سے مختلف اور ان سے کم تر صلاحیت کی مالک ہوتی ہیں ، لہذا انہیں مردوں کے زیرِ نگیں ہونا چاہیئے ، گویا ان کا کوئی مستقل وجود نہیں تھا ،

تمام معاشرتی معاملات میں مرد کو معیار قرار دیا جاتا تھا، B.S. Anderson اور J.P. Zinsser نے قدیم یورپ میں عورتوں کے سطحے میں مردوں کے رویہ پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے :

”عورتوں سے متعلق قدیم یورپی روایت میں خواتین کو مردوں کا تابع فرمان قرار دینے کی وکالت ان کی خلقی کمزوری کسی بنیاد پر کی گئی تھی ، بڑے بڑے مفکر اور اصحاب قلم ، مقدس کتابیں اور (مذہبی) نصاب ، معروف کہانیاں اور اقوال مطاوعت خواتین (Subordination Female) کی ضرورت پر زور دیتے تھے ، سیاسیات (Politics) کا ایک حصہ اس پر بحث کرتا ہے کہ اسرارِ ازل سے دوچار ہوا کہ یہاں کی عورتیں (سیاست) پر بہت زیادہ حاوی ہوگئی تھیں ، ارسطو نے کہا ہے کہ مرد کے حوصلے کا اظہار عورت کو فرمانبرداری بنانے میں ہوتا ہے ، عہد نامہ عتیق میں عورت کو مردوں کے مقابلے میں کم قدر و قیمت کا حامل اور شجرہ نسب سے خارج قرار دیتے ہوئے انھیں یہ بتایا گیا ہے کہ تمہاری خواہشات تمہارے شوہر کے لئے ہوگی اور وہ تم پر حکومت کرے گا ، جب کہ عہد نامہ جدید میں انھیں یہ صلاح دی گئی تھی کہ وہ چرچ میں خاموش رہیں اور اپنے شوہروں سے علم حاصل کریں ، کیونکہ مرد ، عورت کے لئے نہیں ہے بلکہ عورت مرد کے لئے ہے ، کوئی بھی مرد عورت کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے بلکہ عورت مرد کے لئے بنائی گئی ہے“ (۱)

جرمن مصنف (Hedwig Dohm) نے تاریخی طور پر جائزہ لیتے ہوئے

عورتوں کی حیثیت پر بحیثیت مجموعی یوں تبصرہ کیا ہے :

"The History of Women is solely a history of their Persecution and Lack of rights, and this history says :men have oppressed women all along"(2)

(۱) B.S. Anderson & J.P. Zinsser, "A History of their own (women in Europe from Prehistory to the Present)" Jananin Books, England, 1990, Vol. II p. 136.

(۲) B.S. Anderson Ibid p.334

(عورتوں کی تاریخ درحقیقت ان کی حوصلہ شکنی اور عدم انصاف کی تاریخ ہے ، یہ تاریخ کہتی ہے کہ مردوں نے تمام شعبہ زندگی میں عورتوں کا استحصال کیا ہے)

تحریک آزادی نسوان کی ابتداء

یورپ میں تحریک آزادی نسوان کا نقطہ آغاز فرانسیسی ماہر قسانون خاتون (1365-1430) Christine de Pizan کی تحریروں کو قرار دیا جاسکتا ہے ، اس نے نہ صرف اپنی تحریروں کے ذریعہ حقوق نسوان کی بحالی کی جدوجہد کی بلکہ اس سلسلہ میں باضابطہ مباحثے کرائے رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی ، مذکورہ مباحثوں کو فرانس کی تحریک آزادی نسوان کی تاریخ میں Querelles des femmes کے نام سے شہرت ملی ، ان مباحثوں کا بنیادی محور حقوق نسوان کو فلسفیانہ اساس فراہم کرنا تھا ، (1)

Pizan کی پوری زندگی جدوجہد اور مہم جوئی سے عبارت ہے ، وہ تیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھی ، ۱۴۰۵ء میں جب اس کی مشہور زمانہ کتاب The book of the city of Ladies شائع ہوئی تو اس کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر رہی تھی ، یورپی معاشرہ میں عورتوں سے متعلق ہونے والی زیادتیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے ارد گرد کے ماحول میں ہر موضوع کی کتابیں بکھری پڑی تھیں ، لیکن اسے ادب سے خاص دلچسپی تھی ، جب اس نے ادب کا مطالعہ شروع کیا تو محسوس کیا کہ دیگر مضامین کی کتابوں کی طرح ادبی کتابیں بھی عورتوں کی سیما تصویر پیش کرتی ہیں ، انہیں دیکھ کر وہ متحیر ہوتی کہ ان میں تقریباً ایک ہی انداز اور ایک ہی لب و لہجہ میں ہنک آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ، اسے اس وقت کے احساسات کا اسے ان الفاظ میں اظہار کیا ہے :

(1) Joan Kelly: "Early Feminist theory and the Querelles des Femmes" in "Women, History and theory" (the Essays of Joan Kelly) Chicago, university of Chicago Press, 1984. p.79.

"As I was thinking this, a great unhappiness and sadness welled up in my heart for I detested myself and the entire female sex, as though we were monstrosities in nature" (1)

(جب میں اس کے بارے میں سوچتی تھی تو میرا دل غم و اندوہ سے لبریز ہو جاتا تھا ، یہ مجھے بلکہ پورے طبقے نسوان کو ہدمزہ کرتا تھا ، ایسا لگتا گویا ہم کائنات میں سنگ انسانیت مخلوق ہیں)

وہ مزید لکھتی ہے :

"Occupied with these painful thoughts my head bowed in shame, my eyes filled with tears leaning into the pommel of my chair's armrest" (2)

(جب میرے ذہن میں مذکورہ خیالات آتے تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ، آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں اور میں اپنی کرسی میں گڑ جاتی)

اس نے تمثیلی پیرایہ اختیار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسے حوصلہ شکن لمحات میں ایسے روشنی کی ایک کرن نظر آتی اور وہ یہ کہ تین تاج پوش خواتین تعقل ، دیانت اور انصاف (Reason, Rectitude, Justice) اس کے روبرو آتیں اور اسے کہتیں کہ Pizan تم خود کے فیصلے پر اعتماد کرو ہم دنیا سے ان حق تلفیوں کا خاتمہ کرنے آئی ہیں جن کی تم شاکی ہو ، تعقل ، انصاف اور دیانت ، Pizan

(1) Christine de Pizan, "The book of the city of Ladies" trans. Earl Jeffrey Richards, New York : Persea books, 1982. p.5 .

(2) Christin, Ibid. p.6.

کی مذکورہ بالا کتاب کے اہم نصوصی کردار ہیں ، جن کے باہمی مکالموں کے ذریعہ اس نے خواتین کی قدر و قیمت کو آشکارا کیا ہے ، اس نے اپنے موقف کی نفی کے لئے ماضی اور حال کی کامیاب خواتین کی مثالیں پیش کی ہیں ، جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کر کے مثالی نمونہ پیش کیا ، اس طرح اس نے اس تصور کو باطل ٹھہرانے کی کوشش کی کہ عورتیں فطری طور پر مردوں سے کم تر ہیں لہذا ان کی محکوم ہیں ، Pizan کے فلسفیانہ تصورات کا مرکزی نکتہ عورت کی صلاحیت تھا ، اس نے ثابت کیا کہ اس کائنات میں وہ تمام چیزیں جو مرد کے لئے ممکن ہیں ان کا حصول عورت کے لئے بھی ممکن ہے ، اس نے دعویٰ کیا کہ عورتیں خلقی طور پر مردوں سے کسی طرح کم تر نہیں ، ان کی پسماندگی دراصل تعلیم و تربیت سے ان کی محرومی کی بنا پر ہے ، اگر لڑکیوں کو بھی لڑکوں کی مانند سکول جانے کی اجازت ہوتی اور اگر انہیں بھی لڑکوں کی طرح نیچرل سائنس اور دیگر مضامین کی مساوی تعلیم دی گئی ہوتی تو وہ بھی ان تمام علوم میں اتنی ہی صلاحیت کی حامل ہوتیں جتنے کہ لڑکے ہیں ، تحریک نسا کو Pizan کی سب سے بڑی عطا یہ ہے کہ اس نے صدیوں سے رائج ثقافتی روایت سے برگشتگی کی بنیاد فراہم کی ،

"مساوی حقوق" کی تحریکیں

Pizan کے ذریعہ چودھویں صدی عیسوی کے اواخر اور پندرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں جس جدوجہد کا آغاز ہوا وہ اٹھارھویں صدی عیسوی تک جگہ جگہ مختلف صورتوں میں برپا ہوتی رہی ، جو خواتین اس میدان میں سرگرم عمل تھیں انہوں نے بنیادی طور پر Pizan کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے اپنے موقف کی ترویج و اشاعت کی ، انہوں نے خواتین کے کردار اور قدر و قیمت پر مضامین قلم بند کئے ، اور اجتماعی مباحثوں میں حصہ لیا ، یہ مباحثے پندرھویں صدی کے پیرس ، اواخر سولہویں صدی کے وینس اور سترھویں صدی کے لندن و پیرس کی خواتین کے مسائل کو محیط ہیں ، ان مقالات اور مباحث میں اس بنیادی نکتہ پر زور دیا گیا تھا کہ خواتین کے بارے میں روایتی نظریوں کا، جو ان کی

کمتری کا مغالطہ پیدا کرتے ہیں ، انکار لازمی ہے ، اور یہ بات پیش کی گئی کہ عورتوں کی نا اہلی اور زبردستی خلقی اور خداداد نہیں ، بلکہ مردوں کی پیدا کردہ ہے ، لہذا اسے بدلنا چاہیئے ، (1)

حقوق نسوان کے ان حامیوں کے تصورات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تصور مساوات کی بنیاد عورت کی 'صلاحیت' پر ہے ، انھوں نے تاریخ سے عورتوں کی بہت سی مثالیں پیش کیں کہ زندگی کے مختلف میدانوں میں انھوں نے اہم کردار انجام دیا ہے ، اور اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا ہے ، پھر ان کی زبردستی کا تصور کہاں سے پیدا ہوگیا ؟ ان کا خیال ہے کہ یہ مرد کی عورت سے ازلی رقابت اور غیر منصفانہ روایت کا پیدا کردہ ہے (2)

آزادی نسوان کی تحریک مختلف ملکوں میں مختلف ناموں سے برپا ہوئی ، ان کے مطالبات میں بھی زمان و مکان کے فرق سے کچھ تبدیلیاں آتی رہیں ، لیکن آزادی نسوان کے تمام علم بردار اپنے اس بنیادی موقف پر متحد و متفق رہے ہیں کہ "خواتین کا صدیوں سے مردوں کے ذریعہ استحصال ہوتا رہا ہے ، وہ ظلم و ستم کا نشانہ بنتی رہی ہیں ، ان کے حقوق غصب کئے جاتے رہے ہیں ، لہذا انھیں ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا اور باوقار زندگی جینا ہے"۔ خواتین کے اسی جذبہ حریت نے مختلف ادوار میں مختلف تحریکیں برپا کی ہیں ،

ان تحریکوں کو Equal Rights Movements کا نام دیا گیا ، ان تحریکوں نے ان قدیم روایات کو ماننے سے انکار کیا جو خواتین کو سماجی طور پر مردوں کا محکوم بناتی تھیں اور انھیں برابر کے حقوق دینے میں مانع تھیں ، ان کے تواتر اور شدت کے پیش نظر اگر سترھویں صدی عیسوی کو بنی نوع انسان کے

(۱) مثال کے طور پر فرانسیسی مصنفہ (1516-1645) Marie de Gournay

نے اپنے مضمون (1622) The Equality Of Men and Women میں مرد و عورت کو پیدائشی اعتبار سے مساوی قوت و صلاحیت کا حامل بتایا ، اسی طرح (1666-1731) Mary Astell نے لکھا ہے کہ خدا نے مرد و عورت کو باعتبار ذہانت ایک جیسی فکر و شعور کا مالک بنایا ہے ، انگریز ماهر تعلیم (1608-1675) Bathsua Pell Makin کے خیالات سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے ،

(2) R.S. Anderson, A History of Their Own P. 343-346

لئے مساوی حقوق کی جدوجہد کی مدی قرار دیا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا ، (1)

تحریکِ نسواں اٹھارہویں صدی عیسوی میں

تحریکِ نسواں کی اس جدوجہد کے نتیجے میں سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ حصولِ علم کے معاملہ میں عورتوں کے ساتھ حق تلفی کرنا صحیح نہیں ہے ، وہ بحیثیت انسان مردوں کی طرح یہ حق رکھتی ہیں کہ زبورِ علم سے آراستہ ہوں ، علم سے ان کو محروم رکھنا منصفانہ فعل نہیں ہے۔ انگریز ماہرِ تعلیم خاتون (1608-1675) Bathsua Makin نے علم کو جنت کا اولین ثمر بتاتے ہوئے لکھا کہ تعلیم خود عورتوں ، ان کے خاندان اور ملک کے لئے سود مند ہوگی ، وہ حوال کرتی ہے :

"Had God intended women only as a finer sort of cattle, he would not have made them reasonable " (2)

(کیا خدا نے عورتوں کو محض جانوروں کی ایک عمدہ قسم بنانا چاہا تھا ، کیا اس نے انہیں عاقل نہیں بنایا ،)

کچھ عرصہ بعد (1666-1731) Mary Astell نے انہی بنیادوں پر انگلینڈ میں خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی ، یہ ضرور ہے کہ Makin اور Astell دونوں نے بالخصوص غیر شادی شدہ اور بیوہ عورتوں کی تعلیم پر زور دیا تھا ، لیکن دونوں کا خیال تھا کہ تمام خواتین ، مردوں کے مساوی تعلیم حاصل کر کے ازحد فائدہ اٹھا سکتی ہیں ، اس سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے اسپین کی Maria de Zayas نے یہ

(1) B.S. Anderson , A History of Their Own P. 350

(2) Moira Ferguson, ed. First Feministis:
British women writers (1578-1799)
Bloomington, Indiana University
Press 1985. p. 135.

خیال پیش کیا کہ عورتوں کو محض کشیدہ کاری سکھانے کے بجائے کتابیں فراہم کر کے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ سرکاری عہدوں اور یونیورسٹی چُیرس کے لئے عورتیں مردوں ہی کی طرح ، بلکہ شاید ان سے زیادہ موزوں اور مناسب ہیں ، جب کہ Mary lee Lady Chudleigh کا نظریہ تھا کہ بہتر تعلیم کے ذریعہ خواتین مردوں سے آزادی حاصل کر سکتی ہیں ، گویا ان تمام قلمکار خواتین کا یہ اعتقاد تھا کہ عورتوں کی عمدہ تعلیم اور ان سے منصفانہ سلوک نہ صرف یہ کہ ان کی صلاحیتوں کی نشوونما میں معاونت کا ضامن ہوگا بلکہ انہیں اس قعر مذلت سے نکالنا بھی ممکن بنائے گا ، جس میں وہ صدیوں سے پڑی ہوئی ہیں (۱) ۱۷۹۲ء میں (1759—1797) Mary Wollstonecraft نے Vindication of the Rights of Woman کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ، اس وقت یورپ کی سیاسی فضا میں شعور آزادی سرایت کر چکا تھا ، فرانس کی خانہ جنگی انقلاب آشنا ہو چکی تھی اور مرد سیاسی اور قانونی حقوق کے علاوہ حقوق شہریت سے بھی سرفراز ہو چکے تھے ، لیکن ان مراعات سے خواتین ابھی تک محروم تھیں Wollstonecraft نے اپنی مذکورہ کتاب میں تحریک نسوان کے ابتدائی علم برداروں کے تقریباً سبھی سابقہ مطالبات کا اعادہ کیا ، لیکن اس نے انہیں انفرادی کے بجائے اجتماعی تناظر میں پیش کیا ، اس کتاب میں خواتین کا تعلیمی مسئلہ پہلی بار جمہوری رنگ میں نظر آتا ہے ، اس سے پہلے کے تحریک نسوان کے حامیوں نے خسوام کی تعلیم کی بات کی تھی لیکن Wollstonecraft نے عام خواتین کے تعلیمی مشن کا آغاز کیا ، اس نے فرانس کی حکومت سے مرد اور عورت دونوں کے لئے مفت مظلوط تعلیم کا مطالبہ کیا ، اس کا خیال تھا کہ اس طرح خواتین بہتر زندگی گزارنے اور اپنے پیروں پر کھڑی ہونے کے قابل ہو سکیں گی ،

"Let an enlightened nation then try.....
allowing them (Women) to share the
advantages of education and government
with men, see whether they will become

(1) B.S. Anderson, A History of their
Own, p.346.

better, as they grow wise and become free.
They cannot be injured by the attempt".(1)

(ایک روشن خیال قوم کو موقع دیجئے کہ وہ انہیں (یعنی عورتوں کو) مردوں کے شانہ بشانہ تعلیمی اور حکومتی سرگرمیوں سے مستفید ہونے کی اجازت دے ، اور دیکھئے کہ کیا ہاشعور اور آزادی سے بہرہ ور ہونے کی صورت میں ان کی حالت میں سدھار آتا ہے ، بہر حال اس اقدام سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا)

Wollstonecraft پہلی خاتون ہے جس نے قومی حکومت سے عورتوں کی تعلیم کا نیا نظام قائم کرنے کا مطالبہ کیا ، اس کی مشہور زمانہ کتاب Vindication of The Rights of woman کا مرکزی موضوع بھی تعلیم ہے ، اس میں زور دیا گیا ہے کہ عورت بنیادی طور پر انسان پیدا ہوئی ہے ، لیکن ناقص نظام تعلیم نے اسے مردوں سے فروتر بنا دیا ہے ، اس نے اپنی کتاب میں ان تمام دانشوروں کو ہدف تنقید بنایا ہے ، جنہوں نے اپنے غلط نظریہ تعلیم کے ذریعہ عورت کو ذلت و بستی کے آخری حد تک پہنچا دیا ،

تعلیم کے ساتھ ساتھ Wollstonecraft نے عورتوں کے سیاسی حقوق کو گفتگو کا موضوع بنایا ہے ، اس نے بحث کی کہ اگر عورت پیداواری طور پر فروتر نہیں ہے اور وہ مردوں کے مساوی تعلیم حاصل کر سکتی ہے تو وہ قانوناً سیاسی زندگی سے خارج کیوں ہے ؟ اس نے وضاحت کی :

"When I call women slaves, I mean
in a Political and civil sence"(2)

(جب میں عورتوں کو غلام کہتی ہوں تو اس سے میری مراد سیاسی اور ثقافتی حیثیت سے ان کی غلامی ہوتی ہے)

اس نے عورتوں کے لئے سیاسی اور قانونی ہماری کا مطالبہ کر کے یورپ کی تحریک آزادی نسوان کو ایک نئے عہد کی شروعات کرنے میں معاونت کی ، اگر ہم اٹھارہویں

(1) Wollstonecraft, Mary. A Vindication of The Rights of Woman New York: W.W. Norton & Company, 1977 P. 167

(2) Wollstonecraft, Vindication P. 167

صدی کے اواخر سے لے کر بیسویں صدی کے ربع اول تک کی نسائی جدوجہد پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ اس عرصہ میں تحریک نسوان کے علم برداروں کا نقطہ ارتکار Hollstedcraft کے سجائے ہوئے مطالبات ہیں ،

تحریک آزادی نسوان کے بنیادی مطالبات

تحریک آزادی نسوان کے علم برداروں نے اپنے مقالات اور مباحثات کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی جی توڑ کوشش کی کہ زندگی کی دوڑ میں خواتین مردوں کے مساوی ہیں ، لہذا انھیں بھی مردوں کے دوش بدوش کھڑے ہونے کا پورا حق ہے ، ان کی کوششوں کے نتیجے میں جوں جوں خواتین میں خودشناسی کا شعور بیدار ہوا اسی اعتبار سے تحریک نسوان میں توازن اور شدت آتی گئی اور اس نے یکے بعد دیگرے متعدد مطالبات پیش کئے ، جوں تو ان کے مطالبات کی فہرست طویل ہے ، جس میں ہر طرح کی آزادی کے حق کی مانگ کی گئی ہے ، لیکن ان میں سے تین مطالبات کو اہم تر قرار دیا جاسکتا ہے ، ان میں اولین اور بنیادی اہمیت کا حامل مطالبہ خواتین کی شادی اور اعلیٰ تعلیم کا تھا ، تحریک نسوان کے علم برداروں کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی تعلیم دلا کر ہی ان کی صدیوں سے خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا جاسکتا ہے ، اور ان میں مصابقت کا جذبہ پیدا کیا جاسکتا ہے ، تعلیم جہاں انھیں معاشی طور پر خود کفیل بنانے میں معاونت کر سکتی ہے وہیں ان کے اس احساس برتری کا بھی ابطال کر سکتی ہے کہ وہ مجبور محض اور دست نگر ہیں ،

تحریک نسوان کے مطالبات کا دوسرا مرکزی محور 'معیشہ' تھا ، معاشی اعتبار سے خود کفیل ہوئے بغیر عورتوں کی اتنا کی پرورش اور خودی کا استحکام ممکن نہ تھا ، اس لئے کہا گیا کہ عورتوں کا کام محض شوہروں کی خدمت ، بچوں کی پرورش اور گھروں کی دیکھ بھال نہیں ہے بلکہ انھیں گھر سے باہر ملازمت کا بھی حق ملنا چاہیئے ،

تعلیم اور معیشہ کے حقوق حاصل کرنے کے بعد تحریک آزادی نسوان کے علمبرداروں کا تیسرا مطالبہ خواتین کے سیاسی حقوق کی بحالی کا تھا ، انھوں نے حکومت کی

تشکیل میں عورتوں کو رائے دہی کا حق دینے اور انہیں شریک بنائے جانے کا مطالبہ کیا ،

ان مطالبات کو منوانے کے لئے تحریک نسوان کے علم برداروں کو کافی جدوجہد کرنی پڑی ، یہ مطالبات بیک وقت نہیں مان لئے گئے بلکہ ان کو رفتہ رفتہ تسلیم کیا گیا ، آئندہ طور میں ہم ان پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے ،

حقِ تعلیم

تحریک نسوان کے علم برداروں نے عورتوں کو تعقل ، خواندگی اور کسبِ علم پر اکسایا ، تاکہ وہ سماج میں اپنی صلاحیتوں کا اثبات کر سکیں ، یورپی سماج میں یوں تو تعلیم نسوان پر زور پندرہویں صدی سے ہی دیا جانے لگا تھا ، لیکن اس کا مطمح نظر بعض لوگوں کے نزدیک ان کو مردوں کے دوش بدوش کھڑا کرنے کے بجائے گھر کی چہاردیواری یا چرچ کے اندر زیادہ خدمت گزار بنانا تھا ، جب کہ تحریک نسوان کے علم برداروں کا اصرار تھا کہ تعلیم نسوان کا مقصد یہ نہیں کہ وہ اپنے روایتی کردار میں بہتر عمل کا مظاہرہ کر سکیں ، بلکہ اس کا مقصد انہیں بہتر انسان بنانا ہے ، ان کا کہنا تھا کہ اگر خواتین کو تعلیم کے مواقع فراہم کئے جائیں تو وہ زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کے مساوی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی ہیں ،

عورتوں کے حقِ تعلیم کے سلسلے میں آزادی نسوان کے علم برداروں کو جسزوی کامیابی اٹھارہویں صدی عیسوی سے ملنا شروع ہوئی ، انیسویں صدی میں ابتدائی سطح پر لڑکوں کی طرح لڑکیوں کے لئے بھی مفت تعلیم کا انتظام کیا گیا ، لیکن اب بھی انہیں لڑکوں کے مساوی تعلیم دینے کے بجائے ایسی تعلیم پر زور دیا جاتا تھا جس سے وہ تھوڑا بہت پڑھنے لکھنے اور معمولی حساب کتاب رکھنے کے قابل ہو جائیں اس سے زیادہ تعلیم نسوان متنازع فیہ تھی ، لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کو ان کی سوانحیت کے منافی تصور کیا جاتا تھا ، جب حالات ذرا بہتر ہوئے اور یورپی معاشرہ اس پر آمادہ ہوا کہ لڑکیوں کو عصری علوم سے محروم رکھنا ٹھیک نہیں تو پورا ایک دوسرا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا کہ انہیں لڑکوں سے الگ اور ان سے مختلف

تعلیم دی جائے ، یا ان کے مساوی اور ساتھ ساتھ ؟ ابتدا یہ طے پایا کہ انھیں لڑکوں سے قطعی مختلف صرف امور خانہ داری کی اور مذہبی تعلیم دی جائے ، مگر خود خواتین کی طرف سے اس کی مخالفت کی گئی ، ان کا اصرار تھا کہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی تمام عصری علوم حاصل کرنے کی آزادی ہونی چاہیئے ، لڑکیوں کو یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں پورے طور پر اعلیٰ تعلیم کے مواقع انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں حاصل ہوئے ، اس میدان میں ان کی جدوجہد کی کسی قدر تفصیل طور ذیل میں بیان کی جاتی ہے ، (1)

۱۸۴۸ء کے انقلاب جرمنی نے وہاں کی عورتوں میں یہ احساس جگایا کہ وہ اپنی تعلیم کے لئے وقتی کالج قائم کریں ، ان کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں بہت سے ایسے تعلیمی ادارے قائم ہوئے جہاں لڑکیاں بھی تعلیم حاصل کرتی تھیں ، ۱۸۷۱ء میں جرمنی میں ثانوی درجات تک تقریباً دو سو کالج تھے ، جن میں لڑکی اور لڑکیاں تعلیم حاصل کرتے تھے ، تعلیم نرواں کے میدان میں Helene Lange (1848-1930) نے اہم خدمات انجام دی ہیں ، اس نے ۱۸۸۷ء میں ایک کتابچہ شائع کیا جس میں دعویٰ کیا کہ لڑکیوں کی تعلیم کے ذیل میں خواتین کو اور زیادہ مؤثر کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے ، یہ کتابچہ اس کی اتنی شہرت کا باعث ہوا کہ اس نے ۱۸۸۸ء میں General Association of German Women Teachers کے نام سے جرمنی کی معلمات کی ایک تنظیم بنا ڈالی ، اور اگلے سال برلن میں لڑکیوں کو کالج میں داخلہ کی تربیت دینے کے لئے ایک تربیتی نصاب مرتب کیا ، جرمن محکمہ تعلیم نے اس نصاب کی مخالفت کی اور اس میں امور خانہ داری اور کشیدہ کاری وغیرہ کو بھی شامل رکھنے پر اصرار کیا ، Helene Lange نے رد عمل کے طور پر اپنے نصاب پر بعض تبدیلیاں کر کے اسے لڑکوں کے نصاب کے مساوی کر دیا ، تین سال کے بعد اس کی طالبات نے یونانی زبان (Greek) میں امتحانات پاس کئے جو اس زمانے کی

جرمن یونیورسٹیوں میں داخلے کے لئے لازمی تھا ، اس کی کوششوں سے جرمنی کے مختلف صوبوں کی یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کو تعلیم کے مواقع حاصل ہوئے ، ہیسٹن یونیورسٹی (University of Baden) جرمنی کی پہلی یونیورسٹی تھی جس نے ۱۹۰۰ء میں لڑکیوں کو میٹرک کرنے کی اجازت دی ، جب کہ ہرلن کی ہروسہ یونیورسٹی (University of Prussia) یورپ کی پہلی یونیورسٹیوں میں آخری یونیورسٹی تھی ، جس نے ۱۹۰۸ء میں لڑکیوں کو داخلہ کی اجازت دی ، ۱۹۱۴ء میں چار ہزار سے زائد طالبات جرمنی کی مختلف یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم تھیں ۔

University of Zurich کو یورپ کی ایسی پہلی یونیورسٹی ہونے کا اعزاز حاصل ہے ، جس نے ۱۸۶۵ء میں لڑکیوں کو داخلہ دیا ، موثر لینڈ کی دیگر یونیورسٹیوں نے انیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں لڑکیوں کو داخلہ کی اجازت دی ، لندن یونیورسٹی نے ۱۸۷۸ء میں پہلی بار انگریز خواتین کو اسناد عطا کی ، جب کی آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں نے انھیں کالج میں داخلہ کی اجازت تو دے رکھی تھی لیکن پہلی جنگ عظیم سے قبل انھیں اسناد سے سرفراز نہیں کیا تھا ،

فرانس میں Julie Daubie ایسی پہلی خاتون ہے جسے فرانس یونیورسٹی نے ۱۸۶۱ء میں ہیچلر ڈگری عطا کی ، لیکن یہ فرانس کی ملکہ Eugenie کے ذاتی دباؤ اور اثر و رسوخ کی وجہ سے ممکن ہوا تھا ، فرانس میں ۱۹۲۴ء تک تفریقی نظام تعلیم رائج رہا ، اور لڑکیوں کو ہیچلر ڈگری دینے جانے کی اجازت نہیں تھی ، صرف کچھ پرائیویٹ اسکول انھیں یونیورسٹی کے لئے تیار کرتے تھے ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب دیگر یورپی ممالک میں لڑکیاں خاصی تعداد میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھیں تو وہاں ان کی تعداد نسبتاً بہت کم تھی ، ۱۹۱۳ء میں فرانسیسی یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کی تعداد ۳۷,۸۳۰ تھی ، جب کہ لڑکیوں کی تعداد صرف ۴,۲۵۴ تھی ،

لڑکیوں کی طبی تعلیم کی جدوجہد بھی اعلیٰ تعلیم کی طرح انتہائی مشکل رہی ، انھیں اس شعبہ میں نہ صرف طب کے طلبہ اور اساتذہ کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا بلکہ وہ لوگ بھی ان کے مخالف تھے جو اعلیٰ تعلیم کے سطحے میں

ان کے ممدومعاورں رہ چکے تھے، مثلاً F.D.Maurice نے ۱۸۸۰ء میں
 نواں کالجوں کے قیام میں عورتوں کی کافی مدد کی تھی، لیکن ۱۸۵۵ء میں اس
 کا خیال لڑکیوں کی طبی تعلیم کے حق میں نہیں تھا، جب Garrett Anderson
 (1836—1917) Elizabeth طبی تعلیم مکمل کر کے مطب چلانے کے قابل ہوئی تو
 برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن نے مطب کے قدیم ضوابط کو تبدیل کر کے خواتین کو مطب
 چلانے سے روک دیا، جب (1840-1912) Sophia Jex-Blake (University of Edinburgh) میں
 ۱۸۶۹ء میں ایڈنبرگ یونیورسٹی (University of Edinburgh) میں
 میڈیکل اسکول میں داخلے کے لئے درخواست دی تو اس کی درخواست یہ کہتے ہوئے مسترد
 کر دی گئی کہ ایک تنہا خاتون مہولت کے ساتھ کلاس نہیں کر سکے گی،
 فرانس میں جب پہلی خاتون ڈاکٹر نے Internship، جو تکمیل طب کے لئے
 لازمی ہے، کا مطالبہ کیا، تو اس کے ہم جماعت طلباء نے اس کا پتلا چلایا۔ اسپین
 کی پہلی طالبہ طب Pilar Tauregui پر ۱۸۸۱ء میں اس وقت پتھر
 برسائے گئے جب وہ کلاس کر رہی تھی، اگلے سال اس کو اور اس کی تین دیگر ساتھیوں
 کو جنہوں نے طب کا امتحان پاس کر لیا تھا، ڈگری دینے سے انکار کرتے ہوئے اس کے
 بجائے سرٹیفکیٹ دینے گئے، جس کی رو سے انہیں پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں تھی،
 روس میں حکومت نے لڑکیوں کے لئے طبی تعلیم کے دروازے ۱۸۷۲ء میں کھولے۔

معاشی استقلال

دوسرا مسئلہ جس پر تحریک نواں کے علم برداروں نے زور دیا وہ عورتوں
 کے سماجی اور قانونی حقوق اور معاشی استقلال کا تھا، انیسویں صدی اور
 اوائل بیسویں صدی میں تحریک نواں پر متوسط طبقے کی خواتین کے مسائل حاوی
 تھے، اس طبقے کی عورتیں ان تمام تعلیمی، معاشی اور سیاسی حقوق سے محروم
 تھیں، جن سے اس طبقہ کے مرد بہرہ ور ہو گئے تھے، لہذا انہوں نے ان مراعات
 کا شدت سے مطالبہ کیا، متوسط طبقے کی لڑکیوں کو بہتر تعلیم کی ضرورت اس
 لئے تھی کہ وہ معاشی استقلال کے ذریعہ اپنی زندگی کے معیار کو بلند کر سکیں،
 یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام ملکوں میں حقوق مساوات کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ

کر حصہ لینے میں متوسط طبقے کی خواتین پیشتر پیش نظر آتی ہیں ، اس عہد کی سب سے بڑی اور معروف تحریک مساوات انگلینڈ میں چلائی گئی ،

اس سلسلہ میں ایک اہم نام (1827-1891) Barbara Leigh

Smith کا ہے ، اس کا باپ ممبر پارلیمنٹ تھا ، اس نے اسے نہ صرف اعلیٰ تعلیم دلائی بلکہ اس کے اخراجات کے لئے ہر سال تین سو پونڈ کی خطیر رقم بھی فراہم کرتا تھا ، Bedford College سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے خود ایک اسکول قائم کیا ، جس میں برسوں تعلیم و تدریس میں مصروف رہی ، ۱۸۵۲ء میں اس نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں اس بات پر زور دیا تھا کہ شادی شدہ عورتوں کو اپنی آمدنی اور جائداد پر پورا اختیار ملنا چاہیئے اس نے لکھا :

"A woman is courted and wedded as
an angel and yet denied the dignity of
a rational and moral being ever after" (1)

(اگرچہ ایک عورت کے ساتھ فرشتہ کی سی محبت اور پھر عقد کیا جاتا ہے ، تاہم هنوز اس کے عقلی اور اخلاقی وجود کسی حیثیت کا اعتراف نہیں کیا جاتا ،)

اپنے ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اگلے سال اس نے ایک کمیٹی تشکیل دی ، اس کمیٹی نے اس زمانے میں اپنی طرح کی پہلی اور انوکھی شروعات کی ، اس نے عورتوں کے دستخط حاصل کرنے کے لئے عوامی جلسے کئے ، اور ۱۸۵۶ء میں چھیتر ہزار ۲۶,۰۰۰ دستخطوں والی ایک پٹیشن پارلیمنٹ کے روبرو پیش کی ، جس پر سماج کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والی خواتین کے دستخط تھے ، اس تحریک نے

(1) Murray, Janet Horowitz. Strong minded women and other lost voices from Nineteenth century England, New York:Pantheon, 1982. p.119.

ہر چند اپنے بنیادی مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کی ، تاہم اس کا یہ اثر ہوا کہ حکومت نے ۱۸۵۷ء میں قدر معتدل 'طلاق ایکٹ' پاس کیا ، اس سے پہلے ہر طلاق کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری درکار ہوتی تھی ، لیکن اس ایکٹ میں مفارقت کے مواقع اور بنیاد پر فراہم کئے گئے کہ اگر زوجین میں سے کوئی بھی بدکاری یا کسی اور جرم مثلاً ظلم و ستم یا بے وفائی وغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے تو دوسرا فریق طلاق لینے کا مجاز ہوگا ، اس ایکٹ کی وجہ سے ایک نقصان یہ ہوا کہ چونکہ ظلم و ستم یا زیادتی کی صورت میں اب عورت بھی طلاق لے سکتی تھی ، اس لئے عوام اور پارلیمنٹ کی نظر میں اسے الگ سے حق وراثت یا جائداد پر حاکمیت کے قانون کی ضرورت نہیں رہ گئی ، (1)

Barbara Smith کی قائم کردہ کمیٹی نے انیسویں صدی کی چھٹی دہائی کے ابتدائی سالوں میں لندن میں ایک عمارت خرید کر اسے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ، وہاں سے ایک نسوان جریدہ English Women's Journal کی اشاعت شروع کی ، اسے چھاپنے کے لئے 'وکتوریہ پریس' قائم کیا ، پریس اور جریدہ دونوں کا پورا عملہ خواتین پر مشتمل تھا ، اتنا ہی نہیں اس نے خواتین کو روز گار فراہم کرنے کے لئے تنظیم بنا کر انھیں 'آپا' اور 'دائی' کے بجائے کھاتہ نویس ، کلرک اور اس قسم کے دوسرے کاموں کے لئے تیار کیا ، اس کمیٹی نے خواتین انسٹی ٹیوٹ (Ladies Institute) قائم کیا ، جو ایک کلب ، ریڈنگ روم اور کلاس روم پر مشتمل تھا ، لندن میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا ادارہ تھا جو خواتین کو گھر سے باہر ایسی جگہ مہیا کرتا تھا جہاں وہ نہ صرف مطالعہ بلکہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات بھی کر سکتی تھیں ، اس ادارے سے متاثر ہو کر انگلینڈ کے دوسرے شہروں میں بھی ایسے ہی ادارے قائم ہوئے ، (2)

تحریک حقوق نسوان انگلستان English women's rights movement نے انیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں جن مطالبات کے ساتھ اپنی مہم کا آغاز کیا ، ان میں ایک یہ تھا کہ شادی شدہ خواتین کو اپنی آمدنی سال و

(1) B.S. Anderson: A History of their own p.360.

(2) B.S. Anderson, A History of Their Own P. 360

اسباب اور جائداد پر اختیار دیا جائے ، اس کے لئے ایسی جماعت تیار کی جو مجالس قانون ساز کے روبرو قانون پاس ہوتے وقت اپنے مطالبات کا اعادہ کرے نتیجتاً ۱۸۷۸ء میں انھیں اپنی آمدنی پر اختیار کا حق ملا اور ۱۸۸۶ء میں جائداد پر حق کا قانون منظور ہوا ، (1)

سیاسی حقوق

اٹھارھویں صدی عیسوی میں دنیا کا سیاسی منظر نامہ بدل رہا تھا سیاسی حقوق ایک اہم موضوع بحث بنے ہوئے تھے ، اس صورت حال کا فائدہ اٹھا کر تحریک نسوان کے علم برداروں نے عورتوں کے لئے سیاسی حقوق کے مطالبے میں شدت پیدا کی ، اس کے باوجود اٹھارھویں صدی میں کوئی خاص کامیابی نہیں مل سکی انقلاب فرانسی کے زمانے میں ہزاروں خواتین نے میدان سیاست میں قدم رکھا اور حقوق برائے مرد کے نئے اور انقلابی موقف کی پیروی کرتے ہوئے اسے حقوق نسوان کی بازیافت کے لئے استعمال کیا ، ۱۷۸۹ء کے موسم گرما میں فرانسیسی منشور حقوق شہریت برائے مرد The French Declaration of the rights of Man and the citizen کو منظوری ملی ، اس کے زیر اثر عورتوں نے بھی انہی مراعات کا تقاضا کیا ، انقلاب فرانسی میں فعال ڈچ خاتون (Etta Palm d' Aelderes نے قومی اسمبلی کو خطاب کرتے ہوئے ۱۷۹۱ء میں لڑکیوں کی مساوی تعلیم اور عورتوں کے مساوی حقوق کا پرزور مطالبہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ :

'You have restored to man the dignity of his being in recognizing his rights, you will no longer allow women to groan beneath an arbitrary authority. "(2)

(آپ نے مردوں کے حقوق کو منظور کر کے ان کے وجود کی عظمت و وقار کو تسلیم کیا ہے ، آپ عورتوں کو ایک بے اصول اقتدار

(1) B.S. Anderson, A History of their own p.361.

(2) B.S. Anderson : A History of their own, p.351.

کے زہرنگیں رکھ کر اب زیادہ دیر تک انہیں کراہنے پر
مجبور نہیں کر سکتے ، (

اسی سال انقلابی اور ڈرامہ نویس خاتون (1748-1793) Olympe
de Gouges نے مذکورہ بالا منشور میں ترمیم و اضافہ کر کے منشور حقوق
شہریت برائے خواتین Declaration of the rights of woman and the
Female citizen تیار کیا ، Gouges نے سیاسی و قانونی
مساوات کے علاوہ بہتر تعلیم اور شادی میں مساوات پر زور دیتے ہوئے اسے مرد و زن
کے مابین سماجی معاہدہ (Social contract) کے تعبیر کیا ، لیکن
اس وقت ان خواتین کی جدوجہد کو کامیابی نہ مل سکی ، اکتوبر ۱۷۹۳ء میں
فرانس میں خواتین کو تمام سیاسی امور میں حصہ لینے سے یہ کہتے ہوئے محروم
کر دیا گیا کہ ایک عورت سرکاری معاملات میں مداخلت کرنے کے لئے اپنے خاندان کو
خیر آباد نہیں کر سکتی ، اسی سال Gouges کا سر قلم کر دیا گیا اور
d'Aelderes, کو فرانس چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا ، (1)
سیاسی حقوق سے عورتوں کی محرومی انیسویں صدی میں بھی جاری رہی ، اس
وقت عورتوں کی حیثیت اور ان کے تئیں مردوں کے رویے کا اندازہ فرانسیسی لیگ
برائے حقوق نسواں (French League for Women's Rights) کے
سربراہ Leon Richer کے ۱۸۸۸ء میں کہے گئے ان جملوں سے لگایا جاسکتا
ہے :

"I believe that at the Present time, it
would be dangerous -in France-to
give women the political ballot,
they are in great majority, reactionaries
and clericals . If they Voted today,
the Republic would not last six months." (2)

(1) B.S. Anderson, A History of their
own, p.351.

(2) Marilyn, J. Boxer "First Wave
Feminism in Nineteenth-century
France: class, Family and Religion"
Women's Studies International
Forum, Vol: V. no: 6, 1982, p.553.

(میں یقین رکھتا ہوں کہ موجودہ وقت میں عورتوں کے ہاتھ میں سیاسی بیلٹ پیپر دینا خطرناک ہوگا (کیونکہ) ایک تو وہ رجعت پسند اور کلرک ذہنیت کی ہیں ، دوسرے ان کی اکثریت ہے ، اگر انہوں نے آج ووٹ دیا تو یقین ہے کہ فرانسیسی جھوٹا چھ ماہ سے زائد نہیں ٹھہر سکے گی)

انگلینڈ دنیا کا پہلا ملک ہے جہاں کی خواتین سب سے پہلے سیاسی حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں ، ۱۸۴۷ء میں چند خواتین نے ایک فعال کارکن (1786-1862) Anne Knight کی سربراہی میں خواتین کے حق رائے دہی کی جنگ لڑنے کی خاطر پہلی خواتین سیاسی تنظیم First English Female Political Association قائم کی ، اس تنظیم کو انگلینڈ میں خواتین کے سیاسی حقوق کی جدوجہد میں اولیت کا شرف حاصل تھا ، ۱۸۵۱ء میں مشہور انگریز فلسفی John Stuart Mill کی بیوی Harriet Hardy Taylor (1807-1858) نے عورتوں کے حق رائے دہی کی وکالت کرتے ہوئے انگریز عورتوں کے لئے مکمل قانونی سیاسی اور شہری حقوق کا مطالبہ کیا ، اس نے تمام سماجی امور میں عورتوں کی مساوی شمولیت کا مطالبہ کیا ، اس کے خیال میں عورتوں کی محکومی تعلیم ، قانون اور سیاست میں پوشیدہ ہے ، اس لئے اس نے عورتوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ قانون میں مساوات اور سیاست میں یکساں حصہ داری کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر عورتوں کو موقع دیا جائے تو وہ اپنی بہترین ذہنی صلاحیتوں کو بخوبی بروئے کار لاسکتی ہیں ، (1)

بیسویں صدی آتے آتے انگریز خواتین نے اگرچہ اپنے بہت سے مطالبات تعلیم کروائے تھے ، وہ شہری کونسل اور اسکول بورڈوں میں نمائندگی کر سکتی تھیں ، نجی سطح پر افسر قانون اور صنعتوں میں انسپکٹر ہو سکتی تھیں ، میونسپل کارپوریشن میں مقررہ جائیداد کی موجودگی میں رائے دہی کی مجاز تھیں ، حتیٰ

(1) Mill, John Stuart and Harriet Taylor Mill, "Essays on sex Equality" Edited by Alice S. Rossi Chicago, University of Chicago Press, 1970. pp. 102-120.

کہ شہروں کے 'مٹیر' کی امیدوار ہو سکتی تھیں ، تاہم قومی الیکشن میں رائے دہی کے حق سے اب بھی محروم تھیں ، (1)

انگلینڈ میں تحریک نسوان English Women's rights movement کی علم بردار اس بات پر دو جماعتوں میں منقسم ہو گئی تھیں کہ انہیں مردوں کی لیبرل جماعت کی ہمنوائی کرنی چاہیئے یا خود کی سیاسی شناخت قائم کرنے کے لئے کام کرنا چاہیئے ، ان کا یہ انتشار ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۷ء تک جاری رہا ، ۱۸۹۷ء میں دونوں دھڑوں نے متحد ہو کر National Union of Women's Suffrage Societies (N.U.W.S.S.) قائم کیا ، ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۲ء پہلی جنگ عظیم کے آغاز تک اس تنظیم کا واحد مطمح نظر حق رائے دہی برائے خواتین رہا ، لیکن انہی دنوں یہ تنظیم پھر دو ٹکڑوں میں بٹ گئی ، N.U.W.S.S. کی سربراہی (1847-1929) Millicent Garrett Fawcett کے حصہ میں آئی ، جب کہ نو تخلیق شدہ تنظیم Women's Social and Political Union (W.S.P) کی کمانڈر Emmeline Goulden (1858-1928) Pankurst نے سنبھالی ، اول الذکر جھوڑی طریق کار میں یقین رکھتی تھی ، جب کہ مؤخر الذکر جارحانہ طرز عمل کی معتقد تھی ، مذکورہ بالا دونوں تنظیموں کی انفرادی کوششوں کے طفیل ۱۹۱۸ء میں تیس سال سے زائد عمر کی خواتین کو رائے دہی کا حق حاصل ہوا ، جب کہ مردوں کے لئے عمر کی تحدید اکیس سال تھی ، دلچسپ بات یہ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں جب فائن لینڈ روس کے جنگل سے آزاد ہوا تو نئی حکومت نے خواتین کو مرد کے مساوی قرار دیتے ہوئے حق رائے دہی سے سرفراز کر دیا تھا ، جب کہ انگریز عورتوں کو اس سے بارہ سال بعد بھی ایسے حقوق نہ مل سکے تھے ، پھر کیف پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک حق رائے دہی برائے خواتین دنیا کے بیشتر ملکوں کا بنیادی مسئلہ بن چکا تھا ،

اس تحریک کی طویل اور مسلسل جدوجہد بالآخر رنگ لائی ، ۱۹۱۹ء میں

(1) B.S. Anderson, A History of their own pp. 361-362.

Sexual Disqualifications Act پاس ہوا ، جس سے عورتوں کو یہ موقع حاصل ہوا کہ وہ وکیل ، جیوری کی ممبر ، جج اور ایوان رکن بن سکیں ، ۱۹۲۳ء میں 'قانون طلاق' میں طلاق کو مساوی بنیاد فراہم کی گئی اور ۱۹۲۵ء میں انہیں اولاد پر شوہروں کے برابر حق حاصل ہوا ، اس حق کے ملنے کے بعد جب انہیں اپنی امیدیں پوری ہوتی نظر آئیں تو وہ ایک بار پھر احساس کمتری کا شکار ہو گئیں ، انہیں یہ توقع تھی کہ حق رائے دہی انہیں سماجی ، سیاسی ، تعلیمی معاشی اور ثقافتی استحصال سے آزاد کر دے گا ، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا انہیں ووٹ دینے کا حق تو مل گیا لیکن وہ اب بھی مردوں کی دست نگر رہیں ، اس کا ہلکا سا اندازہ فرانسیسی خاتون Louise Weiss کے ان چلوں سے لگایا جاسکتا ہے جو اس نے ۱۹۳۴ء میں قلمبند کئے :

"Peasant women remained open-mouthed when I Spoke to them of the vote, working class women laughed, Women clerical workers shrugged their shoulders, bourgeois women rejected me horrified: (1)

(کسان خواتین منہ کھول رہ جاتیں جب میں ان سے ووٹ دینے کے لئے کہتی ، مزدور عورتیں مجھ پر ہنستیں ، کلرک عورتیں اپنے کندھے اچکاتیں ، جب کہ بورژوا خواتین خوف سے مجھے مسترد کر دیتیں تھیں ،)

یورپ میں تحریک آزادی نسوان کے اس عمومی جائزہ سے چند باتیں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں :

(۱) یورپ میں عورتیں ایک طویل عرصہ تک اپنے حقوق سے محروم رہی ہیں ، انہیں مردوں کا ماتحت و زبردست اور محکوم سمجھا جاتا تھا ، وہ تعلیم سے

(1) B.S. Anderson, p.368.

بالکل بے بہرہ رکھی جاتی تھیں ، یہاں تک کہ بعض حلقے ان کی انسانیت میں بھی متردد تھے ،

(۲) حقوق نسواں کی جدوجہد کا آغاز یورپ میں چودھویں صدی عیسوی کے اواخر اور پندرھویں صدی عیسوی کے اوائل سے ہوا ، شروع میں مردوں اور عورتوں کو پیدائشی طور پر برابر قرار دیتے ہوئے عورتوں کے لئے مردوں کے مساوی حقوق کا مطالبہ کیا گیا ، مساوی حقوق کے نام سے مختلف تحریکیں برپا کی گئیں اور حق تعلیم کے ساتھ سماجی ، قانونی اور سیاسی حقوق کا بھی مطالبہ کیا گیا ، لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی تک یہ ساری جدوجہد نظری سطح تک محدود تھی اس سلسلہ میں عملی طور پر کوئی قابل ذکر اقدامات نہیں کئے جاسکے تھے ،

(۳) انیسویں صدی میں لڑکیوں کے لئے تعلیم کی سہولیات مہیا ہوئیں ، اور تعلیمی ادارے قائم ہوئے ، شروع میں ان کا نصاب تعلیم لڑکوں سے مختلف رکھا گیا ، لیکن بعد میں دونوں کے لئے مساوی اور مخلوط تعلیم کا انتظام کیا گیا یہ انتظام صرف ابتدائی اور ثانوی سطح پر تھا ، اس وقت تک لڑکیوں کو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی ، یہ حق انھیں انیسویں صدی کے ربع آخر میں حاصل ہوا ، جس کی بدولت انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے مدارج طے کئے ،

(۴) اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد لڑکیوں کو روزگار حاصل کرنے میں آسانی ہوئی ، انھوں نے مختلف ملازمتیں حاصل کیں ، اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئیں ، اس وقت تک عورتوں کو اپنی آمدنی ، مال و اسباب اور جائداد پر حق ملکیت حاصل نہیں تھا ، اس کے لئے بھی انھوں نے تحریک چلائی اور بالآخر انیسویں صدی کے ربع اخیر میں یہ حق حاصل کیا ،

(۵) یورپ میں عورتیں سیاسی حقوق سے انیسویں صدی تک محروم رہی ہیں ، یہ حق انھیں بیسویں صدی میں جاکر مل سکا ہے ،

باب دوم

مصر میں آزادی نسواں کی تحریک
ایک عمومی جائزہ

مصری عورت اٹھارھویں صدی عیسوی میں

اٹھارویں صدی عیسوی میں عالم اسلام کے دوسرے حصوں کی طرح مصر میں بھی ہم علمی زوال کا مشاہدہ کرتے ہیں ، اس عہد میں علمی اور معاشرتی میدانوں میں خاص طور پر عورتوں کے حقوق پامال تھے ، مصر میں بھی ایسی ہی حالت تھی ، لڑکیوں کے لئے تعلیمی ادارے نہ تھے اور انھیں تعلیم حاصل کرنے کا کوئی حق نہ تھا ، لڑکوں کے لئے قائم تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کے داخلہ کی اجازت نہ تھی ، یہ تصور عام تھا کہ لڑکیوں کو تعلیم دلانے سے کیا فائدہ ؟ جب انھیں کہیں ملازمت نہیں کرنی ہوتی ہے ، بعض لوگ اس انداز سے بھی سوچتے تھے کہ اگر لڑکیاں لکھنا پڑھنا جان گئیں تو وہ خط و کتابت کے ذریعہ غلط تعلقات قائم کر لیں گی ، (۱) لڑکیوں کو گھر میں رہتے ہوئے تلاشی ، بنائی ، کڑھائی اور بعض دیگر خسانہ داری کی چیزیں سکھادینے پر اکتفا کیا جاتا تھا ، طبقہ اشراف میں اگر کچھ تعلیم کا رواج تھا تو صرف اس قدر کہ ان کی لڑکیاں اخلاق و مواعظ کی کتابیں پڑھنے پر قادر ہو سکیں اور بس ، اس کے لئے گھر ہی پر کسی معلم کا انتظام کیا جاتا جسے

(۱) رفاعہ طہطاوی نے اپنی کتاب 'المرشد الامین للجنات و البنین' میں یہ اعتراضات نقل کئے ہیں ،

سخت نگرانی اور پہرے میں لڑکیوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتا ، (۱)

معاشرتی طور پر بھی معری عورت کی حالت اچھی نہ تھی ، گھر سے باہر نکلنا سخت معیوب خیال کیا جاتا تھا ، یہ تصور عام تھا کہ لڑکی باپ کے گھر کی دھلیز سے اسی وقت نکل سکتی ہے جب اس کی شادی ہو جائے ، اور شادی ہونے کے بعد شوہر کے گھر سے باہر نکالنے والی چیز موت ہی ہو سکتی ہے ، پردہ کا اتنا سخت التزام کیا جاتا کہ لڑکی کی پرچھائیں بھی کسی اجنبی کو نظر نہ آنے پڑے ، اگر کبھی انتہائی ناگزیر ضرورت کے وقت عورت کو گھر سے باہر نکلنا پڑتا تو اس کے لئے زبردست اہتمام کیا جاتا ، اسے لانے لے جانے کے لئے ٹولی تیار کی جاتی ، گھر سے باہر ٹولی رکھ لی جاتی ، گھر سے ٹولی تک پردے لگائے جاتے ، تاکہ اس میں سوار ہونے تک عورت پر کسی کی نظر نہ پڑ سکے ، (۲) خانگی زندگی میں بھی عورت کے ساتھ معاویہانہ برتاؤ نہ ہوتا تھا ، وہ شوہر کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا نہ کھا سکتی تھی ، بلکہ انتظار کرتی تھی کہ پہلے شوہر کھانے سے فارغ ہو جائے اس کے بعد وہ کھانا کھائے ، (۳) یہ حالت بعد کے زمانے میں بھی قائم رہی ، محمد حسین ہیکل (۱۸۸۸ - ۱۹۵۶) نے اس عہد کا یوں نقشہ کھینچا ہے :

”عورتوں کی تعلیم اس زمانے میں ایک انہونی چیز تھی ، کوئی شخص جو جہور کی رائے کا احترام کرتا ہو لڑکیوں کو تعلیم نہیں دلا سکتا تھا ، جہاں تک پردے کے عدم التزام اور عورت کے پردے نکلنے کی بات ہے تو اس کا شمار اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنے میں ہوتا تھا ، اس زمانے میں عورت کے بارے میں یہ چیز طے شدہ تھی کہ اسے تعلیم نہیں حاصل کرنا چاہیئے ، اور اسے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے ، اور اگر اسے کبھی کسی ناگزیر ضرورت پر نکلنا ہی ہو تو چہرے کو ڈھک کر نکلے۔“ (۴)

(۱) عائشہ تیموریہ (۱۸۴۰ء - ۱۹۰۲ء) کی تعلیم اسی انداز پر ہوئی تھی ،

(۲) النساءیات : عائشہ ہادیہ ، ص : ۱۰۶ - ۱۰۷

(۳) تحریر المرأة : قاسم امین ، ص : ۱۴

(۴) مذكرات فی السياسة المصرية : محمد حسین ہیکل ، ص : ۲۴ - ۲۸

فرانسیسیوں کی آمد کے اثرات

اٹھارویں صدی کے اواخر میں مصر میں فرانسیسیوں کی آمد نے وہاں کی علمی و ثقافتی اور معاشرتی حالات پر اثر ڈالا ، ۱۷۹۸ء میں فرانسیسیوں نے نیپولین بوناپارٹ (۱۷۶۹ء - ۱۸۲۱ء) کی قیادت میں مصر پر حملہ کیا اور آسانی سے اسے قبضہ میں کر لیا ، فرانسیسیوں کو اگرچہ مصر میں بہت کم رہنے کا موقع ملا ، اس لئے کہ مصر پر ان کی حکومت صرف تین سال رہ سکی ، لیکن اس مختصر مدت میں انہوں نے وہاں علمی و فکری ماحول پیدا کر دیا ، نیپولین اپنے ساتھ طبیبیات ، ریاضی ، تاریخ اور دیگر علوم کے ماہرین کو لے گیا تھا ، وہاں اس نے فرانسیسی طرز پر ایک مصری اکیڈمی ”المجمع العلمی المصری“ قائم کی ، اس کے علاوہ اس نے کیمیاوی لیباریٹری ، تھیٹر اور پریس وغیرہ کو رواج دیا ، ایک کتب خانہ بھی قائم کیا ، جس میں جدید یورپ کی بے شمار کتابوں کے علاوہ عربی تصنیفات اور مخطوطات بھی شامل تھے ، فرانسیسی زبان میں دو رسالے ”برید مصر“ اور ”العشاری“ نکالے جو مصر کے سیاسی ، سماجی ، معاشی اور ثقافتی مسائل پر مشتمل ہوتے تھے ، مدارس قائم کئے جس میں زیادہ تر فرانسیسی لڑکے تعلیم حاصل کرتے تھے ، اس مختصر مدت میں اگرچہ وہ عورتوں کی تعلیم اور ان کی سماجی حالت کو سدھارنے کی جانب توجہ مبذول نہیں کر سکا لیکن مصر میں فرانسیسیوں کی موجودگی اور ان کے معاشرتی حالات کو دیکھ کر مصری عورتیں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں ،

فرانسیسیوں کے تہذیب اور طور طریقوں کا مصری معاشرہ پر بڑا گہرا اثر پڑا ، اور مصری عورتوں میں انہیں اختیار کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی ، مثلاً فرانسیسیوں کی وجہ سے مردوں اور عورتوں کے درمیان آزادانہ اختلاط کو رواج ملا ، انہوں نے اسے پارک قائم کئے جہاں مرد اور عورت مخصوص اوقات میں اکٹھا ہوتے تھے ، اور لہو و لعب میں مصروف ہوتے تھے ، ان میں داخلہ بذریعہ پاس ہوتا تھا ، یہ صرف فرانسیسیوں کے لئے مخصوص نہ تھے بلکہ اس میں دوسروں کو بھی داخلہ کی اجازت تھی ، فرانسیسیوں نے مصر میں ڈراموں اور تھیٹر کو بھی رواج دیا ، جہاں مخصوص اوقات میں رقص و سرود کی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں ، اور ان میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے تھے ، فرانسیسیوں کی اجازت اور تائید

ہے اسے قہرہ خانے قائم کئے گئے جو دیر رات تک کھلتے تھے ، اور ان میں رقمی کسی معطلیں حتیٰ تھیں ، بہت سے فرانسیسیوں نے بظاہر اسلام قبول کر کے مسلمان عورتوں سے شادیاں کیں اور ان عورتوں نے بھی فرانسیسی عورتوں کے طور طریقے اختیار کئے ، ان اسباب سے فرانسیسی طرز معاشرت کا مصر پر گہرا اثر پڑا ، (۱) ابر زمانے کے ایک مصری مؤرخ عبدالرحمن الجبرتی (۱۸۵۴ء - ۱۸۲۵ء) نے بہت تفصیل سے مصر پر فرانسیسی اثرات کا جائزہ لیا ہے ، ایک جگہ انھوں نے لکھا ہے :

”مصر میں جب فرانسیسی آئے تو ان میں سے بعض کے ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں ، وہ لوگ عورتوں کے ساتھ سڑکوں پر ٹہلتے تھے ان عورتوں کے چہرے کھلے ہوتے تھے ، رنگ ہرنکے کپڑے پہنے ہوئے اپنے کندھوں پر کشمیری کپڑے اور رنگ ہرنکے کشیدہ کاری کی ہوشی چیزیں ڈالے ہوتی تھیں ، گھوڑوں اور گدھوں پر سوار ہوتی تھیں ، اور ہنسی قہقہے اور اٹھکلیماں کرتے ہوئے ان کو تیز ہانکتی تھیں ، ان کو دیکھ کر خواہشاتِ نفس کی شکار فاحشہ اور نچلے درجے کی عورتیں ان کی طرف مائل ہو گئیں اور انھیں کے جیسے رنگ ڈھنگ اختیار کرنے لگیں۔“ (۲)

لویس عوض نے لکھا ہے کہ ”فرانسیسی عورتوں کے طور طریقے اختیار کرنے والی جن مصری عورتوں کو جبرتی نے فاحشہ اور نچلے درجے کی عورتیں قرار دیا ہے وہ واقعی فاحشہ اور نچلے درجے کی عورتیں نہ تھیں بلکہ ان میں طبقہ اشراف سے بھی تعلق رکھنے والی عورتیں تھیں ، درحقیقت اس طرز تعمیر سے جبرتی کے غیظ و غضب اور اس وقت کے معاشرے کی عکاسی ہوتی ہے“ (۲)

تعلیم کا آغاز

اگرچہ نیپولین مصر پر زیادہ دنوں قابض نہیں رہ سکا اور تقریباً تین

(۱) مصر فی القرن الثامن عشر ، محمود الشرقاوی ، ج ۱ ، ص : ۱۷۸ - ۱۸۰

(۲) عجائب الآثار ، عبدالرحمن الجبرتی ، ج ۲ ، ص : ۱۶۱

(۳) تاریخ الفكر المصری الحديث ، لویس عوض ، ص : ۲۵

سال کے قلیل عرصہ کے بعد ہی ۱۸۰۱ء میں اسے واپس جانا پڑا ، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے مصر میں مختصر قیام نے علمی تحریک برپا کر دی تھی ، اس کے بعد جن لوگوں نے مصر پر حکمرانی کی ، انھوں نے بھی تعلیم کے فروغ کے لئے کوششیں کیں ، ان حکمرانوں میں خاص طور پر محمد علی (۱۷۶۹ء - ۱۸۴۹ء) اور اسماعیل پاشا (۱۸۳۰ء - ۱۸۹۵ء) کی خدمات قابل ذکر ہیں ،

فرانسیسیوں کی واپسی کے بعد مصر کی تاریخ میں محمد علی نامی حکمران ابھر کر سامنے آیا ، جس نے اپنی بے مثال شخصیت اور قابل فخر کارناموں سے اہل مصر کو خوب فائدہ پہنچایا ، اس نے بہت سے تعلیمی ادارے کھولے ، اعلیٰ تعلیم کے لئے طلباء کے وفود فرانس بھیجے ، اور یورپین ماہرین تعلیم کی ایک بڑی تعداد کو حکومت کے مختلف محکموں میں رکھا ، اس طرح اس نے اہل مصر کو جدید علوم کی طرف رغبت دلائی اور مصر کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کرنے کی کوشش کی ، فرانس جانے والے تعلیمی وفود نے وہاں نہ صرف اعلیٰ تعلیم حاصل کی بلکہ بلند افکار و خیالات ، فنی مہارت اور تجربات بھی حاصل کئے اور مختلف سیاسی ، سماجی اور فکری میدانوں میں کمال حاصل کیا ، اور اسے اپنے ساتھ مصر بھی لائے ، ان میں رفاعة طہطاوی ، اور علی پاشا مبارک خاص طور سے قابل ذکر ہیں ،

تعلیم نسواں محمد علی کے عہد میں

محمد علی نے اپنی کوششیں صرف لڑکوں کی تعلیم و تربیت ہی تک محدود نہ رکھیں بلکہ لڑکیوں کو بھی آگے بڑھانے کی کوشش کی ، لڑکوں کے لئے "مدرسة الطب" قائم کرنے کے بعد اسے ضرورت محسوس ہوئی کہ لڑکیوں کے لئے بھی اسی قسم کا مدرسہ ہونا چاہیئے ، تاکہ علاج و معالجہ میں سہولت ہو ، چنانچہ اس نے ۱۸۲۰ء میں ایک مدرسہ "مدرسة الولاية" قائم کیا ، اور دس حبشی باندیوں کو خرید کر اس میں تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ فراہم کیا ، (۱)

شروع میں ان لڑکیوں کو حساب اور دینیات اور اس کے بعد طبی تعلیم دی گئی

اس مدرسہ میں طبی تعلیم صرف نظری تھی ، طالبات کو عملی تعلیم کی سہولت حاصل نہیں تھی ، اس لئے اس مدرسہ کے قریب ہی بیمار بستروں پر مشتمل ایک چھوٹا ہسپتال کھولا گیا ،

ابتدائی سالوں میں اس مدرسہ میں مصری طالبات کی تعداد بہت کم تھی ، زیادہ تر طالبات حبشی تھیں اور جو مصری طالبات تھیں وہ بھی زیادہ تر غریب گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں ، اس لئے کہ اشراف اپنی لڑکیوں کو تعلیمی اداروں میں بھیجنا پسند نہیں کرتے تھے ، بعض مصری فوجیوں کی لڑکیاں بھی اس میں تعلیم پاتی تھیں ،

مدرسہ کا آغاز دس ہانڈیوں سے ہوا تھا ، ۱۸۳۶ء میں اس میں سولہ طالبات تھیں ، جن میں چھ مصری طالبات تھیں ، ۱۸۴۰ء میں ان کی تعداد صرف گیسارہ رہ گئی ، لیکن بعد میں انتظامیہ کے توجہ دینے پر اس میں اضافہ ہوا ، اور ان کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی ،

مدرسہ کی فارغات کا پہلا میدان عمل وہ چھوٹا ہسپتال تھا جو ابھی زعمیل میں قائم کیا گیا تھا ، چنانچہ کچھ طالبات کو وہیں ملازمت دے دی گئی ، لیکن بعض دوسری طالبات کو اسکندریہ و دمياط اور قاہرہ وغیرہ کے المحاجر الصحیة (Health Centres) میں متعین کیا گیا ، (۱)

تعلیم نسوان اسماعیل پاشا کے عہد میں

محمد علی کے بعد مصر کی ہاگ ٹور چند ایسے حکمرانوں نے سنبھالی جنہیں تعلیم سے کوئی دلچسپی نہ تھی ، ان کی زیادہ تر توجہ عالیشان محل بنانے ، پہل تعمیر کرنے اور نہروں کو وسیع کرنے تک محدود تھی ، ان کے زمانے میں لڑکیوں کا کوئی مدرسہ کیا کھلتا جب کہ لڑکوں کے مدارس بھی بکے بعد دہکرتے بند کئے جارہے تھے ، مصر کی یہ حالت عباس پاشا اول اور سعید پاشا دونوں کے زمانے میں رہی ، لڑکیوں کا مدرسہ "مدرسة الولاية" زمانہ کے اتار چڑھاؤ کا شکار ہوتا رہا ، مگر یکدم

(۱) تاریخ التعلیم فی مصر محمد علی ، احمد عزت عبدالکریم ، ص: ۲۹۴ - ۲۰۹

ختم ہونے سے بچا رہا ، یہاں تک کہ اسماعیل پاشا کا زمانہ آیا ، اسماعیل پاشا نے مصر کا حکمران بننے ہی تعلیم کے فروغ کے لئے اپنی کوششیں شروع کر دیں ، ابھی چار سال بھی نہ گزرے تھے کہ اس نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی ، اس کا خیال تھا کہ مصر کی ترقی کے لئے لڑکیوں کی تعلیم ضروری ہے ، چنانچہ اس نے ۲۱/مارچ ۱۸۶۷ء کو ایک کمیٹی بنائی ، جس میں لڑکیوں کے لئے مدارس کھولنے کے بارے میں غور و فکر کیا گیا ، اس کمیٹی کا سربراہ مدارس عربیہ کے ناظم مرشید ہلک کو بنایا گیا ، شحاتہ عیسیٰ نے ایک مدرسہ قائم کرنے کی تجویز رکھی جس میں پانچ سو لڑکیوں کی گنجائش ہو اور اس میں ہر سال سو لڑکیوں کا داخلہ ہو ، (۱)

لیکن یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا ، کیونکہ مادی وسائل کی کمی اس راہ میں حائل تھی ، تب اسماعیل پاشا نے مدرسہ کی تعمیر کا سارا خرچ خود برداشت کیا ، اور جگہ کا انتخاب کر کے اس کی تعمیر کا حکم دیا ، مصری عورت کی تعلیم و تربیت کے لئے اس نے اپنی بیویوں کو آگے بڑھایا ، اس کی تیسری بیوی جہم آفت ہانم افندی نے اس کا ساتھ دیا ، تحریک نسوان کی تاریخ میں یہ وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے لڑکیوں کی تعلیم اور معاشرتی ترقی کے لئے کام کیا ، انہوں نے سیوفیہ میں ایک قدیم عمارت خریدنے کے لئے کثیر رقم دی ، پھر اس کی مسرمت کر کے اس میں ایک مدرسہ قائم کرنے کا حکم دیا ، جس میں تین سو لڑکیوں کے داخلہ کی گنجائش ہو ، جن میں سے دو سو لڑکیاں ہوسٹل میں رہیں ، ابتدا میں اہل مصر نے اس مدرسہ میں اپنی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجنے میں تردد کیا ، لیکن رفتہ رفتہ وہ اس پر آمادہ ہو گئے ، اس طرح یہ مدرسہ جہم آفت ہانم کی خواہش کے مطابق ۱۸۷۳ء میں 'مدرسة السیوفیة' کے نام سے قائم ہوا ، (۲)

خدیو اسماعیل کی ایک دوسری بیوی اورطنجہ ہانم افندی نے اسماعیل پاشا کے اشارے پر ۱۸۷۳ء میں قریبہ میں ایک دوسرا مدرسہ قائم کیا ، اور اس سلسلہ میں کافی مال صرف کیا ، مگر تاریخ میں اس مدرسہ کا کچھ تذکرہ نہیں ملتا (۳)

(۱) تطور النهضة النسائية في مصر ، ص : ۴۶

(۲) المرأة المصرية ، درية شفيق ، ص : ۸۴

(۳) تطور النهضة النسائية ، ص : ۴۹

اسی سال دیوان الاوقاف نے قریبہ میں ایک دوسرا مدرسہ قائم کیا ، اس کو قائم کرنے کا مقصد طالبات کو امور خانہ داری کی تعلیم دینا تھا ، جدید مصر میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا مدرسہ تھا ، لیکن یہ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا ، اور اس کی طالبات مدرسة السیوفیة سے منسلک کر دی گئیں ،

خدیو اسماعیل کی سرگرمی صرف اسی حد تک نہ رہی ، بلکہ اس نے ہر بڑے شہر میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ کھولنے کے بارے میں سوچا اور اسی بنیاد پر سر تعلیمی نقشہ بنایا ، مصر کے دو بڑے شہروں منصورہ اور قاہرہ کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ منصورہ کا مدرسہ 'مدرسة السیوفیة' کے نمونہ پر اور قاہرہ کا مدرسہ اعلیٰ خاندان کی لڑکیوں کی تعلیم کے لئے مخصص ہو ، اس کا نام اس نے 'مدرسة بنات الاشراف' رکھا ، مگر اس کا یہ منصوبہ عملی شکل نہ اختیار کر سکا اس لئے کہ وہ اپنے عہد کے معزول کر دیا گیا ، اور مصر کی مالی حالت خراب ہو گئی قدیم مدرسہ انحطاط کا شکار ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس کا تعلیمی معیار بھی گرتا گیا ، یہاں تک کہ وزارت تعلیم نے ۱۸۸۹ء میں اسے اپنی نگرانی میں لے لیا اور اس وقت سے اس کا نام 'المدرسة السنية' ہو گیا ، (۱)

اس کے بعد بھی لڑکیوں کے لئے دوسرے مدارس قائم کرنے کی کوشش کی گئی ، مثلاً دو قبیلے مدرسے 'المقاییین' اور 'الازبکیة' قائم کئے گئے ، اسکندریہ میں ۱۸۷۹ء میں سید عبداللہ الندیم نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لئے ایک مدرسہ 'الجمعية الخيرية الاسلامية' کے نام سے قائم کیا ، (۲)

تعلیم نسوان کے سلسلے میں انفرادی کوششیں

تعلیم نسوان کے سلسلہ میں انجام دی جانے والی سرکاری کوششوں کے ساتھ ساتھ بعض شخصیات نے انفرادی سطح پر بھی کوششیں کیں ، اور عوام کو لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ کیا ، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تعلیم جس طرح

(۱) تطور النهضة النسائية فی مصر ، ص : ۵۰

(۲) المرأة المصرية ص : ۸۵

لڑکوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح لڑکیاں بھی اس کی مستحق ہیں ، اور لڑکیوں کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ہی ایک متمدن قوم وجود میں آسکتی ہے ، ان مصری شخصیات میں رفاعہ طہطاوی ، علی پاشا مبارک ، عبداللہ الندیم ، قاسم امین اور باحثہ ہادیہ وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ،

مصر میں تعلیم نسا کی آواز سب سے پہلے رفاعہ طہطاوی نے بلند کی ، اس وقت لڑکیوں کو تعلیم دلانے کا مطلق رواج نہ تھا ، ۱۸۷۲ء میں انہوں نے اپنی کتاب 'المرشد الامین للجنات و الجنین' لکھی ، جس میں انہوں نے لڑکیوں کی طرح لڑکیوں کو بھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کی دعوت دی ، ان کی کوششوں کے نتیجے میں ۱۸۷۲ء میں محمد علی کے عہد میں لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے پہلا مدرسہ قائم کیا گیا تھا ، (۱) اس کے بعد مصر میں تعلیم نسا کی آواز کو فروغ ملا اور رفتہ رفتہ مدارس قائم ہونا شروع ہوئے ،

۱۸۹۹ء میں قاسم امین نے 'تحریر المرأة' نامی کتاب لکھی ، اس میں انہوں نے متعدد پہلوؤں سے تعلیم نسا کی اہمیت بیان کی ، اور اس کی ضرورت پر زور دیا ،

تعلیم نسا کو فروغ دینے والوں میں ایک نمایاں نام باحثہ ہادیہ کا ہے ، انہوں نے خود بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اپنے معاشرے کی لڑکیوں کو بھی ہر اس طرف متوجہ کرتی رہتی تھیں ، وہ اعلیٰ طبقہ کے گھروں میں جاتیں اور والدین کو اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلانے پر آمادہ کرتیں ، ان کا خیال تھا کہ تعلیم ہی عورت کی عقلی تربیت کرنے ، اس کے اخلاق سدھارنے ، خاندان کی اصلاح کرنے اور ازدواجی تعلقات کو بہتر بنانے کا واحد ذریعہ ہے ، اس کے لئے انہوں نے ایک مفصل عملی پروگرام پیش کیا ، جس میں لڑکیوں کے لئے ابتدائی تعلیم کو جبری قرار دیا گیا تھا (۲) ان کے علاوہ بھی بہت سی شخصیات ہیں جنہوں نے اس میدان میں قابل قدر خدمات انجام دیں ، (ان کا تذکرہ آئندہ صفحات میں تفصیل سے آئے گا ،)

(۱) مصر محمد علی ، عبدالرحمن الراغی ، ص : ۵۲۲ - ۵۲۳

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیے : النماذج ، باحثہ ہادیہ

لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کا آغاز

بیسویں صدی کے ربع اول میں لڑکیوں کو صرف ثانوی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی ، اعلیٰ تعلیم کے دروازے ان کے لئے بند تھے ، ان کے لئے یہ سہولت فراہم کرنے میں دو شخصیات نے نمایاں خدمات انجام دیں ، ایک احمد لطفی السید اور دوسرے طہ حسین ،

۱۹۲۸ء میں قاہرہ میں ایک یونیورسٹی جامعہ فواد الاول قائم کی گئی ، اسے قائم ہونے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ کچھ لڑکیوں نے اس میں داخلہ کے لئے درخواست دی ، یونیورسٹی کے ڈائریکٹر اس وقت لطفی السید پاشا تھے ، انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس یونیورسٹی میں لڑکیوں کے داخلہ کی اجازت دے دی جائے حکومت نے اس کی منظوری دے دی ، اس طرح لڑکیاں اس یونیورسٹی میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم پانے لگیں ، ان کی حوصلہ افزائی کے مقصد سے حکومت نے ان کے لئے مفت تعلیم کی سہولت فراہم کی ، کلمۃ الآداب کے صدر ڈاکٹر طہ حسین نے لطفی السید کے خیالات کی ہر زور حمایت کی ، ڈاکٹر طہ حسین تحریک آزادی نسوان کے مؤیدین میں ہمیشہ پیش تھے ، وہ برابر مصری طالبات کو قاہرہ یونیورسٹی اور دوسری یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے پر اکساتے رہے ، (۱)

۱۹۴۲ء میں اسکندریہ میں فاروق الاول یونیورسٹی قائم کی گئی ، اس وقت نجیب پاشا وزیر تعلیم تھے ، ڈاکٹر طہ حسین کو اس کا وائس چانسلر بنایا گیا انھوں نے لڑکیوں کو اس یونیورسٹی سے بھی منسلک ہونے پر آمادہ کیا ، اس وقت ان دونوں یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والی طالبات کی تعداد تقریباً چھ سو ہو گئی تھی ، بعد میں جب طہ حسین وزیر تعلیم ہوئے تو تعلیم نسوان کو مزید فروغ ملا اور مصری طالبات کو بیرون ملک یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں بھی اعلیٰ تعلیم کے مواقع حاصل ہوئے ، (۲)

اب تک مصری طالبات کی تعلیم کا الگ سے نظم نہیں تھا ، بلکہ مخلوط تعلیم تھی ، بعد میں متوسط ، اعلیٰ اور فنی ہر طرح کی تعلیم کے دسیوں ادارے مخصوص

(۱) تطور النهضة النسائية ، ص : ۸۷ - ۸۸

(۲) ایضاً ص : ۸۹ - ۹۰

طور پر لڑکیوں ہی کے لئے قائم ہوئے ، مثلاً معہد التربیۃ للمعلمات ، معہد التربیۃ النسویۃ ، معہد الألعاب البدنیۃ ، معہد الموسیقی ، مدرستہ الحکیمات وغیرہ ، (۱)

عملی زندگی میں عورتوں کی مشارکت

تعلیم حاصل کرنے کے بعد اگلا مرحلہ عملی زندگی میں عورتوں کی مشارکت کا تھا ، جن لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ، انہوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں عملی طور پر حصہ لیا ، ملازمتیں حاصل کیں ، اور مردوں کے دوش بدوش کام کیا ، وہ نرس ، ڈاکٹر اور ہسپتال کی سپریٹنڈنٹ بنیں ، ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک کے اداروں میں معلمات اور انسپیکٹریں ہوئیں ، تھیٹر اور سنیما کو رواج دیا ، صحافت کے میدان میں بھی ان کا نمایاں کردار رہا ، اسی طرح ہندسہ زراعت ، میدلہ (دوا سازی) تجارت ، سائنس ، ایٹمی مطالعات وغیرہ میں بھی عورت نے نمایاں خدمات انجام دیں ، بعض عورتیں وزارتی مناصب پر بھی فائز ہوئیں ، (۲)

مصر میں سماجی خدمات انجام دینے میں بھی خواتین نے حصہ لیا ، انہوں نے رفاہی تنظیمیں اور سوسائٹیاں قائم کیں ، اور ان کی سرپرستی میں بہت سے اسپتال ، یتیم خانے اور تعلیم گاہیں قائم ہوئیں ، مثال کے طور پر ۱۹۱۹ء میں 'جمعية المرأة الجديدة' کے نام سے ایک سوسائٹی قائم ہوئی ، یہ سوسائٹی فریب بچوں کی کفالت کرتی تھی ، اور ان کے لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ ملائی ، کڑھائی سنائی وغیرہ سکھانے کا انتظام کرتی تھی ، اسی طرح اس تنظیم نے طبی تعلیم کے لیے ادارے بھی قائم کئے جن میں عورتوں کو داہہ گری اور تربیت اطفال کی تعلیم دی جاتی تھی ، ۱۹۳۹ء میں 'لجنة ميدان الهلال الاحمر' قائم ہوئی ، اس کا

(۱) تطور النهضة النسائية ، ص : ۱۵۲ - ۱۵۵

(۲) درية شفيق نے اپنی کتاب 'المرأة المصرية' میں تمام میدانوں میں شہرت

حاصل کرنے والی خواتین کے نام ذکر کئے ہیں ، دیکھئے : ص : ۱۵۹ - ۱۶۶

مقصد مریضوں ، زخمیوں اور مفلوک الحال لوگوں کی خبر گیری اور ان کی دیکھ بھال کرنا تھا ، ۱۹۳۶ء کے اواخر میں ’جمعية تحسين الصحة‘ کا قیام عمل میں آیا ، اس سوسائٹی نے مریضوں کے شکار لوگوں کی مدد کرنا اور ان کے خاندان والوں کی کفالت کرنا اپنا نصب العین بنایا ، چند سالوں میں اس طرح کی تقریباً ڈیڑھ سو تنظیمیں مختلف ناموں سے قائم ہو گئی تھیں ، جو مختلف اہم سماجی خدمات انجام دے رہی تھیں (۱)۔

مصری عورت پر اغیار کے حملے

مصر میں تحریک آزادی نسوان کو فروغ دینے میں بعض غیر مسلم دانشوروں اور میاں دانوں نے بھی بڑا اہم کردار انجام دیا ہے ، انہوں نے مسلم معاشرے میں رائج اسلامی اقدار و روایات پر تنقید کی ، اور ان سے سختی سے چٹے رہنے کو ہستی اور پسماندگی کا سبب قرار دیا ، ان میں فرانسیسی مصنف بوق دار کسور اور ایٹوکسٹ مرقس فہمی (۱۸۷۰ء - ۱۹۵۵ء) بہت نمایاں ہیں ، بوق دار کور فرانسیس کا رہنے والا تھا ، اس نے ۱۸۹۳ء میں تین مرتبہ مصر

کی سیاحت کی تھی ، اس کے بعد اسی سال L'Egypte Et Les Egyptiens کے نام سے فرانسیسی زبان میں ایک کتاب تصنیف کی ، اس کتاب میں اس نے اہل مصر کی تہذیب و تمدن پر سخت تنقیدیں کیں اور ان کی ہستی اور جہالت کو نمایاں کیا ، خاص طور سے اس نے مصری عورتوں کے حجاب کا التزام کرنے اور اپنی سرگرمیاں گھروں میں بچوں کی پرورش و پرداخت اور شوہر اور خاندان کی خدمت تک محدود رکھنے اور سماج کے دیگر معاملات سے قطع تعلق رہنے پر مذمت کی ، (۱) کتاب کسی اشاعت سے مسلمانوں میں زبردست رد عمل ظاہر ہوا ، انہوں نے اس کی تنقیدوں کا جواب دینے اور اس کے اعتراضات کا دفاع کرنے کی کوشش کی ، اس سلسلہ میں قاسم امین

(۱) مختلف تنظیموں سے متعلق تفصیل کے لئے دیکھئے : المرأة المصرية ص : ۱۶۹-۱۷۰

(۲) بوق دار کور کے اعتراضات جاننے کے لئے دیکھئے :

قاسم امین ، ماہر حس فہمی ، ص : ۱۰۱ - ۱۰۵

قاسم امین : احمد خاکی ، ص : ۶۳ - ۶۹

نے اس کے رد میں جو کتاب تصنیف کی تھی اور اس میں مصر میں اسلامی سہذیب و معاشرت اور مسلمان عورت کی حیثیت کا دفاع کیا تھا اس کو کافی شہرت ملی ، اس کتاب کے نتیجے میں اٹھ کھڑا ہونے والا ہنگامہ ابھی ٹھنڈا بھی نہ ہوا تھا کہ ایک دوسری کتاب انہی موضوعات پر مشتمل منظر عام پر آئی ، اس کا مصنف مرقس فہمی نامی ایک عیسائی تھا ،

مرقس فہمی مسلمانوں سے شدید نفرت کرتا تھا ، وہ لارڈ کرومر کے دوستوں میں سے تھا ، ۱۸۹۲ء میں اس نے اپنی کتاب 'المرأة في الشرق' لکھی ، اس کتاب میں اس نے اسلام اور مسلمانوں کو ظمن و تشنیع کا نشانہ بنایا ، اسلامی حجاب کو بالکل ختم کرنے کا مطالبہ کیا ، عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کی حمایت کی ، طلاق کا اختیار شوہر سے چھین کر قاضی کے حوالہ کرنے ، ایک سے زیادہ شادیوں پر پابندی عائد کرنے اور مسلمان عورتوں اور قبطیوں کے درمیان رشتہ ازدواج کی اجازت دینے جانے کی تجویز پیش کی ، (۱)

آزادی نسوان کی تحریک کو بڑھاوا دینے میں مصطفیٰ فاضل کی بیٹی امیرہ نازلی فاضل کا بھی بڑا ہاتھ رہا ہے ، (۲) اس کی شخصیت کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں ، بعض لوگوں نے اسے اسلام پسند خاتون قرار دیا ہے (۳) جب کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ایک امریکی ڈاکٹر سے شادی کے بعد اس نے مرتد ہو کر نصرایت اختیار کر لی تھی ، (۴) برطانوی تسلط کے بعد جب وہ مصر واپس آئی تو لارڈ کرومر سے اس کے دوستانہ تعلقات ہو گئے ، شیخ محمد عبدہ ، سعد زغلول ، لقانی محمد ہیرم اور قاسم امین وغیرہ اس کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے ، انور الجندی نے لکھا ہے کہ قاسم امین نے جب دوق دار کور کی کتاب کا رد لکھا ، جر میں انھوں نے مصری عورتوں کے اوصاف و فغائل کو سراہا تھا اور یورپی عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والی بعض مصری عورتوں کے طور طریقوں پر تنقید کی تھی تو بعض مخالفین نے کہنا شروع کر دیا کہ قاسم امین کی تنقید کا نشانہ امیرہ نازلی کی

(۱) عودة الحجاب ، محمد احمد اسماعیل ، ص : ۲۸ - ۲۹

(۲) دیکھئے : مقالہ 'صالون نازلی ہائیم' ، ڈاکٹر مید فہمی شناوی ، مجلة الهلال ستمبر ۱۹۸۲ء ص : ۲۳

(۳) أعلام النساء : عمر رضا کحالی ، ج ۵ ، ص : ۱۵۹

(۴) عودة الحجاب : ص : ۲۹ ، بحوالہ "خواطر دینیہ" عبداللہ بن المدیق

شخصیت ہے ، اس لئے کہ وہی مردوں سے ملاقاتیں کرتی ہیں ، یہ س کر امیرہ نارلسی غیظ و غضب سے بھڑک اٹھیں اور انہوں نے سخت ست باتیں کہیں ، تب قاسم امین نے امیرہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی کتاب 'تحریر المرأة' لکھی ، (۱)

مصری عورت اور انقلاب ۱۹۱۹ء

مصر میں آزادی نواں کی تاریخ میں ۱۹۱۹ء ایک انقلابی موڑ کی حیثیت رکھتا ہے ، اس سال عورتوں نے گھر کی چھار دیواری سے نکل کر مردوں کے دوش بدوش برطانوی استعمار کے خلاف سڑکوں پر مظاہرے کئے ، اور جان کی قربانی پیش کی ، ۹/مارچ ۱۹۱۹ء کو برطانوی استعمار کے خلاف مصری قوم نے پہلا احتجاجی جلوس نکالا ، اس جلوس میں طلباء بھی شامل تھے ، اور عورتیں بھی کھڑکیوں اور روشندانوں سے نعرے لگا رہی تھیں ، اس کے بعد ہونے والے مظاہروں میں خواتین نے بھی شرکت کی ، ایسے ہی ایک مظاہرے میں جو ۱۲/ مارچ کو ہوا تھا ، مظاہرین اور برطانوی فوج کے درمیان جھڑپ میں ہمارے افراد شہید ہو گئے تھے ، جن میں سرفہرست حمیدہ خلیل نامی ایک خاتون تھی ، حمیدہ خلیل کی شہادت نے مصری عورتوں کو مشتعل کر دیا ، اور ۲۸ گھنٹہ کے اندر تین سو عورتوں نے ایک احتجاجی جلوس نکالا اس موقع پر جو میمورنڈم پیش کیا گیا اس میں نہتے مظاہرین پر برطانوی حکومت کی اندھا دھند فائرنگ کی مذمت کی گئی ، اور اہل مصر کے حق آزادی کی حمایت کی گئی ،

عبدالرحمن الرافعی نے اس مظاہرہ کا یوں نقشہ کھینچا ہے :

"سارت السيدات في صفين منتظمين ، و جميعهن يحملن أعلاماً صغيرة ، و طفن الشوارع الرئيسية في موكب كبير ، هاتفات بحياة الحرية و الاستقلال و سقوط الحماية ، فلفت موكبهن أنظار الجماهير ، و أذكى في النفوس روح الحماسة و الإعجاب و قبولهن في كل مكان يتمفق الناس و هتافهم ، و أخذ النساء من

(۱) مزید تفصیل کے لئے دیکھا جاسکتا ہے :

المحافظة والتجديد : انور الجندی ، ص : ۱۲۱
عالم الاسلام المعاصر : انور الجندی ، ص : ۲۶۱ - ۲۶۲

نوافذ المنازل و شرفاتها ، يقابلنهن بالهتاف و الزغاريد
و خرج اكثر اهل القاهرة — رجالا و نساء — لمشاهدة هذا
الموكب المبهج ، الذي لم يحق له نظير ، و أخذوا يرددون
هتافاتهن: (۱)

(خواتین دو صفوں میں ترتیب سے روانہ ہوئیں ، وہ سب چھوٹی
چھوٹی جھنڈیاں لئے ہوئی تھیں ، ایک بڑے جلوس کی شکل میں
شاہراہوں سے گزریں ، وہ آزادی اور انقلاب زندہ باد اور بیرونی
اقتدار مردہ باد کے نعرے لگا رہی تھیں ، ان کے جلوس نے عوام کی
نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ، اور ان کے دلوں میں جوش و
جذبہ اور پسندیدگی کی روح پھونک دی ، ہر جگہ لوگوں نے تالیاں
بجا کر اور نعرے لگا کر ان کا استقبال کیا ، عورتوں نے گھروں
کی کھڑکیوں اور جھروکوں سے ان کی حمایت میں نعرے بلند کئے ،
قاہرہ کی اکثر آبادی خواہ وہ مردوں کی ہو یا عورتوں کی اس
مظہم اور بے مثال جلوس کو دیکھنے کے لئے امنڈ آئی ، اور انہیں کی
آواز میں آواز ملا کر نعرے بلند کرنے لگی)

اس احتجاجی جلوس نے مختلف سفارت خانوں میں پہنچ کر اپنا احتجاجی میمورنڈم
تقسیم کیا ، واپسی میں اس نے بیت الامۃ جانے کا قصد کیا ، برطانوی پولیس نے
ان کا راستہ روک لیا ، اور ان پر سنگین تان دیں ، جلوس پورے دو گھنٹے دھوپ
میں رکا رہا ، اسی ہیچ کچھ نڈر خواتین بیت الامۃ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں
وہاں انہوں نے بیرونی ممالک کے نمائندوں کی خدمت میں اپنا دوسرا میمورنڈم
پیش کیا ، جس میں برطانوی حکومت اور پولیس کی زیادتیوں کی شکایت کی ، اس
میمورنڈم پر مظاہرہ میں شریک بہت سی خواتین نے دستخط کئے ،

خواتین کے اس مظاہرے نے انقلاب کی آگ بھڑکادی ، اور پورے مصر میں اس کے شعلے
بھڑکنے لگے ، برطانوی پولیس نے متعدد مقامات پر فائرنگ کر کے ان مظاہروں کے کچلنے
کی کوشش کی ، شہید ہونے والوں میں عورتوں کی بھی قابل لحاظ تعداد ہے ، دلچسپ
بات یہ ہے کہ مظاہرہ کرنے والی بیشتر خواتین برقع پوش ہوتی تھیں ،

انقلابی شاعر حافظ ابراہیم نے عورتوں کے ان مظاہروں کا یوں نقشہ کھینچا

ہے :

خرج الفرائی یحتمل و رد ---- ت ارقب جمعہ
 فاذا بہن تخذن من حود الثیاب شعارہنہ
 فطلعن مثل کواکب یطعن فی وسط الدجنہ
 و أخذن یجتزن الطریق و دار 'سعد' قمدہنہ
 یحتمل فی کنف الوقا ---- ر ، و قد أبی شعورہنہ
 و اذا یجیش مقبیل و الخیل مطلقہ الأعنہ
 و اذا الجنود یوفہا قد صوبت لنحورہنہ
 و اذا المدافع و الجناد ---- ق و الموارم و الأمنہ
 و الخیل و الفرسان قد ضربت نطاقا حولہنہ
 و الورد و الريحان فی ذاک النہار صلاحہنہ
 فتطاحن الجیشان ما ---- عات تخیب لہا الأجنہ
 فتضعف النسوان والنسوا ---- ن لیس لہن منہ
 ثم انہزم من مشتتات الشمس ---- ل نحو قصورہنہ
 فلیہن الجیش الفخسور ---- ر بنمرہ ، و بکرہنہ
 فكانما 'الامسان' قد لجوا البراقع بینہنہ
 و أتوا 'بہند نرج' مختلفا بممر یقودہنہ
 فلذاک خافوا بأہلہن و أشفقوا من کیدہنہ (۱)

اس کے علاوہ بھی مصری عورتوں نے بہت سے مظاہرے کیے ، اور انگریزوں کے خلاف
 نعرے لگائے ، < / دسمبر کو ملٹر کمیشن (لجنة ملٹر) کے مصر آنے پر عورتوں نے اس
 کے خلاف احتجاج کرنے اور اس کا ہائییکاٹ کرنے کا پروگرام بنایا ، انہوں نے اسلک
 قومی کانفرنس بھی منعقد کی جس میں احتجاجی قرار داد منظور کی گئی ،
 خواتین پابندی سے بیت الأمة جایا کرتی تھیں ، تاکہ قومی تحریک کو فائدہ
 پہنچانے والی سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں ، ایک مرتبہ بہت سے زخمی طلسماء
 بیت الأمة پہنچے ، اس وقت وہاں موجود تمام خواتین نے ان کی مرہم بٹی کی ، یہ
 منظر دیکھ کر سعد زغلول بہت متاثر ہوئے ، اور انہوں نے وفدی خواتین کی اسلک

کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز پیش کی ، جو مردوں کے دوش بدوش سامراج کی مخالفت کے لئے منظم کام کرے ، چنانچہ پہلی کمیٹی سیدہ شریفہ ریاض ہانم کی سربراہی میں قائم ہوئی ، اس کی ممبر خواتین میں ہدی ہانم شعراوی اور دیگر بہت سی خواتین تھیں ، اس کے معاً بعد ملک کے بہت سے حصوں میں اس طرح کی دیگر کمیٹیاں قائم ہو گئیں ،

۱۹۱۹ء کے انقلاب میں سعد زغلول کی بیوی صفیہ زغلول کا نمایاں کردار ہے خواتین کے مظاہروں کی قیادت کرنے والوں میں ایک وہ بھی ہیں ، وہ مصر میں قائم عورتوں کی تمام پارٹیوں کی اعزازی سربراہ تھیں ، ان کی ان خدمات کو دیکھتے ہوئے قوم نے انہیں 'أم الممریین' کا خطاب دیا تھا (۱)

حجاب اور دیگر معاشرتی حقوق کی بحث

مصر میں جن لوگوں نے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کوششیں کیں ، پھر انہیں عملی زندگی میں حصہ لینے اور مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے مواقع فراہم کئے وہ ایسے لوگ تھے جن کی اعلیٰ تعلیم فرانس میں ہوئی تھی ، یہاں انہوں نے وہاں کچھ عرصہ گزارا تھا ، چنانچہ وہ وہاں کے معاشرہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تھے ، انہوں نے اپنی دعوت صرف تعلیم نسوان تک ہی محدود نہ رکھی بلکہ اس کے ساتھ حجاب مقصد نکاح ، تعدد ازواج ، طلاق اور دیگر معاشرتی مسائل کو بھی اپنی بحث کا موضوع بنایا ، ان کا خیال تھا کہ عورتوں کو زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش خدمات انجام دینا چاہیئے ، پردہ لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم نیز عملی زندگی میں ان کی سرگرم مشارکت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ، اس سے چھٹکارہ پانے کے بعد ہی اسے حقیقی آزادی مل سکتی ہے ، مزید انہوں نے کہا کہ چونکہ نکاح میں زوجین کے درمیان باہمی مودت و محبت مطلوب ہوتا ہے ، اس لئے دونوں کی عمروں میں زیادہ تفاوت نہ ہونا چاہیئے ، اور یہ کہ نابالغ اور نو عمر لڑکی کے نکاح پر پابندی ہونی چاہیئے ، اور ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت سے پہلی بیوی

کی حق تلفی ہوتی ہے اس لئے تعدد ازواج ممنوع ہونا چاہیئے ، طلاق کو کم سے کم اور محدود کرنے کے لئے اس کا اختیار مرد سے لے کر قاضی کے حوالے کر دینا چاہیئے ، آزادی نسوان کی یہ آواز بلند کرنے والوں میں نمایاں نام قاسم امین کا ملتا ہے (۱) اگرچہ اس سے پہلے رفاعة رافع طهطاوی ، علی باشا مبارک ، اور احمد فاروق شدياق وغیرہ نے بھی اسی قسم کی باتیں کہی تھیں ، مگر ان لوگوں نے زیادہ زور صرف تعلیم نسوان پر دیا تھا ، دیگر معاشرتی معاشل کے سطحے میں اپنے خیالات کا اظہار بہت دیر الفاظ میں اور اشاروں میں کیا تھا ، قاسم امین نے اپنے خیالات بغیر کسی لاکھ لپیٹ کے بڑے زور دار انداز میں پیش کئے ، ان کی کتاب تحریر المرأة پر — جس میں انہوں نے ان خیالات کا اظہار کیا تھا — زبردست رد عمل ہوا ، مگر انہوں نے مخالفتوں کی مطلق پرواہ نہ کی ، اور اپنے خیالات کی تائید میں 'المرأة الجديدة' کے نام سے ایک دوسری کتاب لکھ دی ، آزادی نسوان کی یہ دعوت روز بروز ترقی کرتی گئی اور اسے اعمان و انصار ملتے رہے ، اس تحریک کو پروان چڑھانے والوں میں سعد زغلول (۱۸۵۰ء - ۱۹۲۷ء) احمد لطفی السید (۱۸۷۲ء - ۱۹۶۳ء) طہ حسین (۱۸۸۹ء - ۱۹۷۲ء) ہدی ہانم شعراوی (۱۸۸۲ء - ۱۹۷۷ء) می زیادہ (۱۸۸۶ء - ۱۹۷۱ء) أمينة السعيد اور دریسہ شفیق وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ،

آزادی نسوان اور مصری صحافت

تحریک آزادی نسوان کی حمایت میں مصری صحافت نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ، عبداللہ الندیم نے ۱۸۹۲ء میں ایک ماہانہ مجلہ 'الاستاذ' کے نام سے نکالا تھا ، اس میں انہوں نے مدرسة البنات کے عنوان سے ایک کالم خاص کر رکھا تھا جس میں وہ نہایت آسان اسلوب میں گفتگو کے انداز پر لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے سطح میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے ، یہ گفتگو دو عورتوں مثلاً لہسابة اور من البلد یا حفصہ اور سلمیٰ یا زکیہ اور نفیسہ کے درمیان ہوتی تھی ،

(۱) قاسم امین کے خیالات تفصیل سے جاننے کے لئے دیکھئے ان کی کتابیں تحریر المرأة اور المرأة الجديدة ،

لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے انھوں نے مدارس بھی کھولے، (۱) ۱۸۸۹ء میں علی یوسف (۱۸۶۳ء - ۱۹۱۳ء) نے المؤید نامی ایک روزنامہ نکالا تھا، اس نے آزادی نسوان کے سلسلہ میں اہم کردار انجام دیا، معاشرتی اصلاح، عورت کی تعلیم و تربیت اور دیگر معاشرتی حقوق کے موضوع پر قاسم امین کے خیالات جو بعد میں 'اسباب و نتائج و اخلاق و مواظ' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہوئے پہلے اسی جریدہ میں منظر عام پر آئے تھے، قاسم امین کے مخالفین کے مقالات بھی اس جریدہ میں شائع ہوتے تھے، اس کے علاوہ بھی دیگر جرائد میں مخالفین کے مقالات شائع ہوئے جن میں مصطفیٰ کامل کا روزنامہ 'اللو' پیش پیش تھا، آزادی نسوان کے موضوع پر احمد لطفی السید کے مقالات سب سے پہلے ان کے روزنامے 'الجریدہ' میں شائع ہوئے، (۲) یہ جریدہ انھوں نے ۱۹۰۷ء میں نکالنا شروع کیا تھا، اس میں شائع ہونے والے ان کے تمام مقالات بعد میں 'الانتخابات' کے نام سے شائع ہوئے، بعد میں جب آزادی نسوان کو فروغ ملا، تو بعض مجلات خاص اسی موضوع پر نکالے گئے مثلاً عبدالحمید حمدی نے ۱۹۱۵ء میں قاہرہ سے ہفتہ واری جریدہ 'السفور' نکالا اس مجلہ میں حجاب اور اسلامی آداب معاشرت کے خلاف مضامین شائع ہوتے تھے، جن لوگوں نے اس مجلہ میں بے پردگی اور مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کی حمایت میں مضامین لکھے، ان میں مصطفیٰ عبدالرازق (۱۸۸۵ء - ۱۹۲۶ء) طہ سباعی (؟) علی عبدالرازق (۱۸۸۸ء - ۱۹۶۶ء) محمد حسین ہیکل (۱۸۸۸ء - ۱۹۵۶ء) عبدالحمید حسینی (م ۱۹۵۰ء) اور منصور فہمی (۱۸۸۶ء - ۱۹۵۹ء) وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں، (۳)

آزادی نسوان کے سلسلہ میں جرجی زیدان (۱۸۶۱ء - ۱۹۱۲ء) کے جریدہ 'الہلال' اور محمد حسین ہیکل کے جریدہ 'السیاسة' میں بھی مضامین شائع ہوتے تھے،

(۱) عبداللہ الندیم، نجیب توفیق، ص: ۱۵۶ - ۱۵۷

(۲) دیکھئے ادب المقالة الصحفية في مصر، عبداللطيف حمزة، ج ۶، ص: ۱۳۷ - ۱۴۳

(۳) الصحافة المصرية في مائة عام، عبداللطيف حمزة، ص: ۹۴

مصری عورت اور سیاسی حقوق

مصر میں آزادی نسوان کا نقطہ عروج عورتوں کے لئے مردوں کے مساوی تمام سیاسی حقوق اور دستوری حقوق کا مطالبہ تھا ، بیسویں صدی کے اوائل تک سیاسی پارٹیوں میں خواتین کو ممبر شپ نہیں دی جاتی تھی ، وہ الحزب الوطنی کے پروگراموں میں شرکت کرتی تھیں ، اس کی کانفرنسوں میں اظہار خیال کرتی تھیں اور اس کے تحت ہونے والے مظاہروں میں شامل ہوتی تھیں ، بہت جلد ایسے حالات بھی آئے کہ عورتیں خود کمیٹیاں اور سوسائٹیاں تشکیل دینے لگیں ،

انقلاب ۱۹۱۹ء کے نتیجے میں مصری عورت کو جو فائدے حاصل ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ۱۹۲۲ء میں تشکیل پانے والے دستور میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دینے گئے ، اور درج کیا گیا کہ تمام سیاسی حقوق تمام مصریوں کے لئے ہے ، اس میں اگرچہ یہ مراحت تو نہیں تھی کہ یہ حقوق عورتوں کے لئے بھی ہیں لیکن دستور وضع کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ حقوق مردوں اور عورتوں دونوں کو مساوی طور پر حاصل ہوں ، لیکن چند ہی ہفتوں کے بعد قانون انتخاب منظور ہوا تو اس میں عورت کو حق انتخاب سے محروم کر دیا گیا تھا ، حقوق نسوان کے سلسلہ میں ایک بڑی پیشرفت اس وقت ہوئی جب ۱۹۲۳ء میں

مصر میں ہندوی شعراوی کی سربراہی میں خواتین کی پہلی تنظیم 'الاتحاد النسائي' کے نام سے قائم ہوئی (۱) اس وقت مصر کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ ایک غیر معمولی اقدام تھا ، اگرچہ اس سے پہلے عورتوں کی اجتماعیت قائم کرنے کی بعض کوششیں ہو چکی تھیں لیکن ان کا دائرہ بہت محدود تھا ، اور ان کے ذریعہ قابل ذکر سرگرمیاں بھی نہیں انجام پائی تھیں ، الاتحاد النسائي کا قیام اگرچہ عورت کے سیاسی حقوق کے مطالبہ کے لئے ہوا تھا ، جن میں سر فہرست امیسدواری اور ووٹنگ کا حق تھا ، جنہیں قانون انتخاب کے ذریعہ طلب کر لیا گیا تھا ، لیکن اس نے اس کے علاوہ دیگر میدانوں میں بھی کام کیا ، مثلاً اس تنظیم نے عورتوں کے حق تعلیم کی آوار بلند کی ، اور خود متعدد تعلیمی ادارے قائم کئے ، اس نے دیگر

ممالک کی نسوانی تنظیموں نے ثقافتی رابطے استوار کئے ، بعض معاشرتی مسائل میں بھی اپنی آواز بلند کی ، مثلاً لڑکی کی شادی کی کم سے کم عمر کو متعین کرنے اور مصری نوجوانوں کے غیر ملکی عورتوں سے شادی پر پابندی عائد کئے جانے کا مطالبہ کیا ، اس کا یہ مطالبہ منظور ہوا اور لڑکیوں کی شادی کی کم سے کم عمر سولہ سال متعین کر دی گئی ، (۱)

قبل اس کے کہ ہمدی شعراوی آخری معرکہ میں قدم رکھے یعنی مصری عورت کے سیاسی حقوق کی آواز بلند کرے اس کی وفات ہو گئی ، (۲)

عورتوں کے سیاسی حقوق کا علم بلند کرنے والی ایک دوسری نمایاں شخصیت دریہ شفیق کی ہے ، انھوں نے دسمبر ۱۹۲۵ء میں 'ہنت النیل' کے نام سے خواتین کا ایک مجلہ نکالا ، اس کا مقصد عورتوں کے مسائل کو ابھارنا اور آزادی نسوان کی تحریک کو آگے بڑھانا تھا ، اس مجلے کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ، بعد میں دریہ شفیق نے ۱۹۲۸ء میں 'اتحاد ہنت النیل' کے نام سے خواتین کی ایک تنظیم قائم کی ، اس تنظیم کے بنیادی مقاصد درج ذیل تھے :

۱۔ عورت کے دستوری اور سیاسی حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد ،

۲۔ مصر کے غریب گھرانوں میں ثقافتی ، صحتی اور معاشرتی خدمات کی فراہمی اور غریب گھرانوں میں آمدنی میں اضافہ کے لئے چھوٹی صنعتوں کا فروغ ،

۳۔ رسائل و مجلات ، لیکچرس اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ خانگی معاملات پر توجہ دینے اور اس کے تحفظ کے لئے تمام وسائل اختیار کرنے کی کوشش ، (۱)

اس تنظیم کو وزارة الشؤون الاجتماعية کے ذریعہ رجسٹرڈ کرایا گیا ، دریہ شفیق کو اس کا صدر منتخب کیا گیا ، ابھی ایک سال بھی نہ گزرے تھے کہ اسے بڑی عوامی مقبولیت حاصل ہو گئی ، اور اسے عورتوں کے سیاسی حقوق کا علمبردار سمجھا جانے لگا ، اس کی جدوجہد کے بدولت مختلف حلقوں میں عورت کے سیاسی حقوق

(۱) المرأة المصرية : ص : ۱۲۲ - ۱۲۵

(۲) ایضاً ص : ۱۲۸

(۳) ایضاً ص : ۱۸۲ - ۱۹۱

کا چرچا ہونے لگا ، اس تنظیم نے خواتین کی بین الاقوامی تنظیموں سے بھی روابط استوار کر لئے ، ۱۹ / فروری ۱۹۵۱ء میں اس تنظیم کی کارکن خواتین نے پارلیمنٹ میں گھس کر ایک مظاہرہ کیا ، اور مطالبہ کیا کہ عورتوں کو بھی رکن پارلیمنٹ بننے کا حق دیا جائے ، ان کے اس مظاہرے کی وجہ سے ان کے مطالبات کا مصری اخبارات سمیت بین الاقوامی اخبارات میں خوب چرچا ہوا ، بغیر اجازت پارلیمنٹ میں گھس کر مظاہرہ کرنے پر حکومت نے درجہ شفیق کے خلاف مقدمہ قائم کر دیا لیکن عدالت نے سماعت کے بعد اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ، اور اسے کوئی سزا نہ دی جاسکی ، (۱)

نومبر ۱۹۵۱ء میں منطقة القنال میں برطانوی حکومت نے بہت مظالم ڈھائے اس موقع پر سیاسی تنظیموں نے متعدد مظاہرے کئے ، ایک بڑا مظاہرہ درجہ شفیق نے صرف خواتین کا منظم کیا ، جن کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی ، (۲) مصری دستور میں کہا گیا تھا کہ انتخاب کا حق مردوں اور عورتوں دونوں کو حاصل ہے ، لیکن قانون انتخاب میں صراحت تھی کہ ارکان پارلیمنٹ کو منتخب کرنے کا حق صرف مردوں کو حاصل ہے ، اس قانون میں تبدیلی کرنے کے لئے درجہ شفیق نے ۱۹۵۲ء میں ایک تحریک چلائی ، لیکن مفتی مصر شیخ حسنین مخلوف اور شاہ فاروق کی مخالفت کی وجہ سے اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی ، (۳)

۱۹۵۲ء میں نیا دستور وضع کرنے کے لئے ایک تاسیسی کمیٹی کے قیام کی کوششیں ہونے لگیں ، اس موقع پر درجہ شفیق نے چند دیگر خواتین کے ساتھ آٹھ روز تک بھوک ہڑتال کی ، اس لئے کہ اس کمیٹی کی تشکیل میں قدیم قانون انتخاب (جس میں ووٹنگ اور امیدواری کا حق صرف مردوں کو دیا گیا تھا) کو بنیاد بنایا گیا تھا ، بالآخر حکومت کے نمہ داروں کے اس وعدے پر کہ وہ اس مسئلہ پر ہمدردانہ غور کریں گے ، یہ بھوک ہڑتال ختم ہوئی ، اس اقدام سے درجہ شفیق اور اس کی تنظیم کو عالمی ہیمنہ پر شہرت اور ہمدردی حاصل ہوئی ، (۴)

(۱) المرأة المصرية : ص : ۲۱۱ - ۲۱۲

(۲) ایضا : ص : ۲۲۱ - ۲۲۲

(۳) ایضا : ص : ۲۴۱ - ۲۴۳

(۴) ایضا : ص : ۲۵۵

مصر میں تحریک آزادی نسوان کے اس جائزہ سے درج ذیل باتیں سامنے آتی

ہیں :

(۱) آزادی نسوان کی تحریک کا آغاز مصر میں فرانسیسیوں کے رہبر اثر ہوا ، نیپولین کی قیادت میں مصر پر فرانسیسی فوج کے حملے اور پھر وہاں کچھ عرصہ قیام کا مصری طرز معاشرت پر اثر پڑا ، اس کے بعد مصر کے حکمرانوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جو وفود فرانس بھیجے ، وہ وہاں کی تہذیب و معاشرت سے متاثر ہوئے اور انھوں نے واپس آکر آزادی نسوان کے میدان میں قائدانہ کردار انجام دیا ،

(۲) آزادی نسوان کو فروغ دینے میں بعض غیر مسلم دانشوروں اور سیاستدانوں نے بھی اہم کردار انجام دیا ، انھوں نے مصری عورت کی پسماندگی کا سبب اس کا اسلامی اقدار و روایات سے چمٹے رہنے کو بتایا ، اور ترقی حاصل کرنے کے لئے اس سے دست بردار ہونے کی دعوت دی ،

(۳) حکمرانوں اور سماجی مصلحین کی کوششوں سے تعلیم نسوان کا رجحان پیدا ہوا ، لڑکیوں کی تعلیم کے ادارے قائم ہوئے ، لیکن بیسویں صدی کے ربع اول تک انھیں صرف ثانوی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی ، بعد میں انھیں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخل ہونے کے مواقع ملے ، اور انھوں نے مختلف علوم و فنون میں لڑکوں کے ہوش بدوش تعلیم حاصل کیا ،

(۴) بعض شخصیات نے زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی سرگرم مشارکت کی دعوت دی ، اور معاشرہ کی ترقی میں نمایاں کردار سرانجام دینے کا مطالبہ کیا چنانچہ عورتوں نے احتجاجی مظاہروں میں حصہ لیا اور مردوں کے ہوش بدوش دیگر سماجی خدمات انجام دیں ،

(۵) مصری عورت بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں مردوں کے مساوی سیاسی حقوق سے بہرہ ور نہیں ہو سکی تھی ، کئی دہائیوں کی طویل جدوجہد کے بعد اسے یہ حقوق حاصل ہو سکے ،

(۶) بعض حلقوں کی طرف سے آزادی نسوان کے علم برداروں کی زبردست مخالفت ہوئی ، اور ان کے خیالات پر سخت تنقیدیں کی گئیں ، لیکن ان کی مخالفت کچھ کارگر ثابت نہ ہوئی اور تحریک آزادی نسوان کو فروغ ہوتا گیا ،

باب سوم

تحریک آزادی نسواں کی نمایاں شخصیتیں

مصر میں آزادی نسوان کی تحریک کو برپا کرنے اور اسے پروان چڑھانے میں جو شخصیات بہت نمایاں تھیں وہ انیسویں صدی سے تعلق رکھتی ہیں ، ان میں رفاعہ طہطاوی ، اور علی پاشا مبارک کو ہر اول دستہ کی حیثیت حاصل ہے ، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں یورپ میں کچھ عرصہ قیام کا موقع ملا ، وہاں انہوں نے عورتوں میں بیداری دیکھی ، انہیں تعلیم حاصل کرتے اور عملی زندگی میں سرگرمی سے حصہ لیتے دیکھا ، انہوں نے مصر واپس آکر وہاں بھی تعلیم نسوان کی تحریک چلائی ، عورتوں کے حق تعلیم اور دیگر حقوق کا دفاع کیا ، اور اہل مصر کو مغربی تہذیب و تمدن کے اچھے پہلوؤں سے اکتساب کی دعوت دی ،

مصر میں معاشرتی اصلاح کی جدوجہد کرنے اور عورتوں کے حقوق کی آواز بلند کرنے والوں میں اولیت کا شرف شوخ جمال الدین افغانی کو حاصل ہے ، واقعہ یہ ہے کہ مصر کی جدید فکری تاریخ جمال الدین افغانی کی خدمات کے تذکرہ کے بغیر ادھوری ہے ، انہوں نے مصری فکر اور ثقافت پر گہرے اثرات مرتب کئے ، وہ اپنی مجلسوں میں حقوق نسوان کے موضوع پر بھی اظہار خیال کرتے تھے ، اور اس سلسلہ میں پاشا خانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے ، احمد امیس نے

لکھا ہے :

”بعض فی مطلعہ الحديث عن الرجل و المرأة و السفر و الحجاب
فیطیل القول فی ذلك ، و خلاصہ رأیہ أن المرأة فی تكوينها العقلي
تساوی الرجل ، فليس للرجل رأس و للمرأة نصف رأس ، و التفاضل
الذي بينهما لم یأت إلا من التربية و إطلاق السراح للرجل و تقييد
المرأة للبيت و لتربية الجيل ، و مهمتها فی هذا أهم و أسمى
مما يقوم به الرجل من كثير من الصناعات ، و یخطئ من یطلب مساواة
الرجل بالمرأة فی كل شئ ، فلكل وظيفته ، و علی تعاونهما — كل
فی عمله — یقوم المجتمع ، و لا مانع أن تعمل المرأة فی الخارج
إذا فقدت عائلتها ، و اضطررتها ظروفها الى ذلك ، و لكن بنية صالحة
و ذیل طاهر ، ثم قال : وعندئذ لا مانع من السفر إذا لم یتمسك
مطیئة للفجور“ (۱)

(افغانی کی مطہر میں مرد ، عورت ، بے حجابی اور پردہ کی بحث
چھڑی تو وہ ان موضوعات پر لمبی گفتگو کرتے تھے ، ان کی رائے کا
خلاصہ یہ ہوتا کہ عقلی بناوٹ میں عورت اور مرد برابر ہیں ایسا
نہیں ہے کہ مرد کا سر پورا اور عورت کا سر آدھا ہوتا ہے ، ان کے
درمیان جو تفاوت پایا جاتا ہے اس کا سبب تربیت ہے ، اور یہ کہ
مرد کو گھر سے باہر کے کام انجام دینے ہوتے ہیں ، اور عورت گھر کی
ذمہ داریاں اور بچوں کی تربیت کا کام سنبھالتی ہے ، اس کا یہ کام
مرد کی بہت سی ذمہ داریوں سے بڑھ کر اور زیادہ اہم ہے ، وہ شخص
غلطی پر ہے جو ہر چیز میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات کا
مطالبہ کرتا ہے ، مرد اور عورت میں سے ہر ایک اپنے مخصوص فرائض
انجام دیتا ہے ، اور ہر ایک کے اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے باہم تعاون
پر معاشرہ قائم ہے ، اگر عورت خاندان سے محروم ہو ، اور اس کے
حالات تقاضا کریں تو اس کے گھر سے باہر کام کرنے میں کوئی حرج نہیں
ہے بشرط یہ ہے کہ نیت پاکیزہ اور اطوار درست ہوں ، وہ یہ بھی
کہا کرتے تھے کہ میرے نزدیک بے حجابی میں کوئی حرج نہیں ، بشرط
یہ کہ اس کو فجور کا ذریعہ نہ بنالیا جائے ،)

افغانی کی خدمات کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کی ایک
ایسی طیم تیار کردی جنہوں نے معاشرتی اصلاح کے میدان میں انتہائی اہم خدمات

انجام دیں ، محمد عبده ، قاسم امین ، عبدالقادر معری ، لطفی السید ، عبداللہ الندیم ، اور سعد زغلول وغیرہ کو مصر کی جدید تاریخ میں بہت شہرت اور اہمیت حاصل ہے ، ان لوگوں نے افغانی کی فکر سے بھرپور استفادہ کیا ہے ، ان شخصیات نے آزادی نسوان کے میدان میں کام کیا ہے اور اس کے حقوق کی مدافعت کی ہے ،

آزادی نسوان کا علم بلند کرنے والوں میں عبدالحمید حمدی ، ہلساوی بک احمد فتحی زغلول ، مصطفی عبدالرازق ، علی عبدالرازق ، عبدالرحمن کوکبسی ولی الدین بکن اور طہ حسین وغیرہ کا بھی نام آتا ہے ،

ان تمام شخصیات نے اپنے اپنے طور پر عورتوں کے حقوق کی آواز بلند کی ہے اور ان کی آزادی کی حمایت کی ہے ، ان کے خیالات اور افکار یکساں نہیں ہیں ، ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے صرف تعلیم نسوان کی بات کہی ، دیگر موضوعات سے مطلق تعریف نہیں کیا ، بعض شخصیات نے تعلیم کے علاوہ حجاب ، تعدد ازدواج ، طلاق اور عملی زندگی میں مشارکت جیسے موضوعات پر بھی اظہار کیا ، مگر ان کی فکر میں اعتدال پایا جاتا تھا ، انہوں نے ایک طرف معاشرہ میں پائی جانے والی برائیوں پر تنقید کی ، تو دوسری طرف اسلامی شریعت کی ترجمانی کی ، جب کہ بعض شخصیات ایسی تھیں جنہوں نے زندگی کے تمام میدانوں میں مرد اور عورت کے درمیان مکمل مساوات کی بات کہی ، انہوں نے طلاق ، تعدد ازدواج اور حجاب وغیرہ پر سخت تنقیدیں کیں ، اور مرد و زن کے درمیان کھلے اختلاط کی اجازت دی ،

آزادی نسوان کے علمبرداروں کی مسلسل کوششوں کے نتیجہ میں مصر میں آزاد خیال اور بے باک عورتوں کی ایک ٹیم تیار ہو گئی ، جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا پردہ اتار پھینکا اور اپنے حقوق کی بحالی کے لئے گھر سے نکل کھڑی ہوئیں ان میں صفیہ زغلول ، ہدی ہانم شعراوی ، می زیادہ ، باحشہ ہادیہ ، نسویم موسی ، سیرا شعراوی ، دریہ شفیق ، اور امینۃ السعید وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ، ہدی ہانم شعراوی مصری عورتوں کے نمائندہ کی حیثیت سے کافی مشہور و مقبول ہوئیں ، وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیرونی ممالک میں ہونے والی کانفرنسوں میں باہندی سے شرکت کرتیں ، عورتوں کی آزادی اور حقوق کے موضوع پر تقریریں کرتیں ، یہاں تک کہ انہوں نے عورتوں کے لئے سیاسی حقوق کا بھی مطالبہ کیا باحشہ ہادیہ نے بھی حقوق نسوان کی آواز بلند کی مگر ان کا نقطہ نظر دیگر

علمبرداروں کے مقابلہ میں اعتدال پر مبنی تھا ،
 آزادیٰ نسوان کے علمبرداروں کی ایک طویل فہرست ہے ، ان میں سے ہر ایک کے
 حالات زندگی اور افکار کا تفصیلی مطالعہ ممکن نہیں ، البتہ چند نمایاں
 اور اہم شخصیات کا آئندہ بطور میں تذکرہ کیا جائے گا ، ان میں سے حسن
 شخصیات کی اس موضوع پر تصانیف پائی جاتی ہیں ، ان کی تصانیف کا معروضی
 مطالعہ آئندہ ایک مستقل باب میں کیا جائے گا ، لیکن جن لوگوں کی کسوٹی
 مستقل تصانیف نہیں ، بلکہ آزادیٰ نسوان کے سلسلہ میں ان کے افکار و خیالات
 ان کی منتشر تحریروں میں پائے جاتے ہیں ، ان کے افکار کا مطالعہ ان کے حالات
 زندگی کے ذیل میں ہی پیش کر دیا جائے گا ،

رفاعہ رافع طہطاوی

رفاعہ رافع طہطاوی کو جدید مصری فکر کا بانی اور مصر کی ثقافتی ترقی کا معمار سمجھا جاتا ہے ، انہوں نے اپنے فکر ، قلم اور مناصب کے ذریعہ مصر میں جدید فکر اور جدید ثقافت کی بنیاد ڈالی ، انہوں نے مصری حکمرانوں میں بے محمد علی ، ابراہیم پاشا ، عباس اول ، سعید پاشا ، خدیو اسماعیل کا عہد اور خدیو توفیق کا ابتدائی زمانہ پایا ، وہ اپنی زندگی کے آخری سانس تک سرگرم عمل رہے ، انہوں نے اپنے شاگردوں کی ایک مضبوط ٹیم تیار کر دی جنہوں نے مصر کی ثقافتی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ، انہوں نے جہاں ایک طرف مصر میں علم و ثقافت کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور اپنی تحریروں میں جمہوریت کی فکر پیش کی وہیں عورت کی آزادی کا تصور بھی پیش کیا ، اور علم و عمل میں اس کے حق کی آواز بھی بلند کی ،

رفاعہ طہطاوی کی پیدائش ۱۸۰۱ء میں ہوئی ، انہوں نے اپنا بچپن اپنے وطن طہطاہی میں گزارا ، اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی ، ۱۸۱۷ء میں اپنے والد کی وفات کے بعد قاہرہ آئے اور وہیں جامعہ ازہر میں داخلہ لے کر دینی تعلیم حاصل کرنے لگے ، جامعہ ازہر میں ان کے اساتذہ میں شیخ حسن عطار کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے ، جنہوں نے ان کے اندر عصری علوم کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا ، پانچ سال

انہوں نے ارہر میں تعلیم حاصل کی ، اس کے بعد دو سال وہیں تدریس کی خدمت انجام دی ، ۱۸۲۴ء میں محمد علی نے انہیں اپنی فوج کے ایٹ ہٹالیں میں امام بنادیا ، پھر جب ۱۸۲۶ء میں انہوں نے جدید طبیعی ، ٹکنالوجیکل اور عسکری علوم حاصل کرنے کے لئے مصری نوجوانوں کا پہلا وفد فرانس بھیجا تو رفاعہ صہاوی کو اس وفد کا امام بنا کر ساتھ کر دیا ، فرانس میں رفاعہ طہطاوی کی ذمہ داری محض مذہبی نگرانی تک محدود تھی ، وہاں انہیں مختلف علوم کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ، وہیں انہوں نے فرانسیسی زبان سیکھی اور تاریخ ، جغرافیہ اور ادب کی کتابوں کا مطالعہ کیا^(۱) جب محمد علی کو ان کے اس انہماک کی خبر ملی تو اس نے انہیں بھی اس وفد کے ارکان میں شامل کر دیا ، تاکہ ان کی علمی مہارت اور زبان دانی سے ترجمہ نگاری میں فائدہ اٹھایا جاسکے ،

فرانس میں رہنے سے رفاعہ طہطاوی کو ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ انہیں فرانس کے سیاسی اور معاشرتی حالات میں کھلے ذہن سے غور کرنے اور فرانسیسی معاشرہ کے عادات و اطوار ، افکار و اعتقادات کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ، ۱۸۳۱ء میں مصر واپس آنے کے بعد انہیں متعدد اعلیٰ مناصب پر کام کرنے کا موقع ملا ، پہلے انہیں ابو زعبل میں قائم میڈیکل کالج میں استاد بنایا گیا ، پھر طرہ میں مدرسہ الطبیبۃ میں بحیثیت مترجم رکھے گئے ، یہاں انہوں نے ہندسہ اور جغرافیہ کی بعض کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا ، اس کے بعد انہیں ایک دوسرے مدرسے مدرسۃ الادارۃ میں منتقل کر دیا گیا ، ۱۸۳۶ء میں محمد علی نے مدرسۃ الامن قائم کیا تو رفاعہ طہطاوی کو اس کا ڈائریکٹر بنایا ، یہ مدرسہ رفاعہ طہطاوی ہی کی تجویز پر قائم ہوا تھا ، اس میں تاریخ ، جغرافیہ ، ادب ، قانون اور دینیات کی تعلیم ہوتی تھی ، ساتھ ہی طلبہ کو ترجمہ نگاری کی عملی مشق بھی کرائی جاتی تھی ، اس ادارے میں رفاعہ طہطاوی کی نگرانی میں علوم و فنون اور خاص طور پر عسکری طبی ، ریاضی اور ہندسی علوم کی کتابوں کا ترجمہ ہوا ، محمد علی کے بعد جب عباس اول کا زمانہ آیا تو ترجمہ کا کام صرف ادبی کتابوں پر محدود ہو کر رہ گیا یہاں تک کہ ۱۸۴۹ء میں عباس اول نے اس مدرسہ ہی کو بند کر دیا ، اور طہطاوی کو

(۱) عمر محمد علی : عبدالرحمن الراغبی ، ص : ۲۹۹ - ۵۰۶

جلاوطن کر کے سوڈان بھیج دیا ، وہاں پہنچ کر بھی طہطاوی کی ہمت پست نہیں ہوئی چنانچہ انہوں نے فینلون (Fenelon) کے ایک ناول کا ترجمہ کیا اور بچوں کو تعلیم بھی دی ، (۱)

۱۸۵۸ء میں عباس اول کا انتقال ہو گیا اور سعید پاشا اس کا جانشین بنا تو طہطاوی کو مصر واپس بلالیا گیا اور ان کے بعض سابقہ مناصب بحال کر دیئے گئے ، پہلے انہیں قاہرہ میں ایک پورہی شعبہ کا ڈائریکٹر بنایا گیا ، اس کے بعد حوٹو مرصود میں مدرسہ عربیہ کا ناظم (وکیل) بھر قلعہ میں مدرسہ عربیہ کا ڈائریکٹر بنایا گیا ، اور ترجمہ کے کاموں کا بھی نگران بنایا گیا ، لیکن ۱۸۶۰ء میں یہ تمام شعبہ کا عدم قرار دے دیئے گئے ، اور طہطاوی بے روزگار ہو گئے ، ۱۸۶۳ء میں خدیو اسماعیل نے جب دوبارہ ادارۃ الترجمہ قائم کیا تو طہطاوی کو اس کا ڈائریکٹر مقرر کیا ، ساتھ ہی انہیں لجنة المدارس کا ممبر بھی نامزد کیا ، یہ کمیٹی مصر میں تعلیم کے فروغ و انتظام کی نگرانی کرتی تھی ، ۱۸۷۰ء میں جب علی پاشا مبارک نے مجلة روضة المدارس کا اجرا کیا تو طہطاوی کو اس کا ایڈیٹر بنایا ، وہ اپنی وفات (۱۸۷۳ء) تک اس کے ایڈیٹر رہے ، یہ پندرہ روزہ ادبی و معاشرتی مجلہ مصر کے دانشوروں کے لئے ایک اسٹیج کا کام دیتا تھا ، اور اس کے ذریعہ ان کی تخلیقات و تحقیقات منظر عام پر آتی تھیں ، یہ مجلہ مدارس کے طلبہ کے درمیان مفت تقسیم کیا جاتا تھا ،

جب خدیو اسماعیل نے ارادہ کیا کہ فرانسیسی دستور کے مطابق مصر کا جدید دستور مرتب کرے تو اس نے فرانس کے سول قانون کے ترجمہ کی ذمہ داری رفاعہ طہطاوی کو دی ، انہوں نے اپنے شاگردوں کی مدد سے پورے فرانسیسی دستور کا عربی میں ترجمہ کیا جو بعد میں جدید مصری دستور کی بنیاد بنا ، طہطاوی نے کچھ ایسی بحثیں بھی تیار کیں جس میں اسلامی شریعت اور فرانسیسی قانون کا تقابلی مطالعہ کیا گیا تھا ، (۲)

رفاعہ طہطاوی نے مصر میں صحافت کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ، محمد علی نے ۱۸۲۸ء میں سرکاری جریدہ الوقائع المصرية کا اجرا کیا تھا

(۱) رفاعہ طہطاوی : جمال الدین الشیال ، ص : ۳۰ - ۴۲ (تلخیص)

(۲) تاریخ الفكر المصری الحديث : لويس عوض ، ص : ۹۹ - ۱۰۰

یہ دو زبانوں میں نکلتا تھا ، ترکی اور عربی ، چونکہ اس زمانہ میں سرکاری زبان ترکی تھی اس لئے جریدہ کے مضامین اصلاً ترکی زبان میں ہوتے تھے ، جن میں سے کچھ کا عربی زبان میں ترجمہ کر دیا جاتا تھا ، اس طرح اس میں اکثر سرکاری خبریں ہوتی تھیں ، اور کچھ متفرق واقعات ہوتے تھے ، ۱۸۴۲ء میں جب طہطاوی اس کے ایڈیٹر بنے تو انہوں نے اس میں انقلابی تبدیلیاں کیں ، ان کے زیرِ ادارت مضامین اصلاً عربی زبان میں لکھے جانے لگے ، جن کا بعد میں ترکی میں ترجمہ ہوتا تھا ، پھر یہ کہ انہوں نے مصری خبروں کو ترجیح دی ، بعد میں غیر ملکی خبروں کو جگہ دی جاتی تھی ، اگرچہ ترکی حکمران طبقے کے دہاؤ کے نتیجے میں ان کی تمام اصلاحات جاری نہ رہ سکیں ، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی حد تک اس جریدہ کا انداز بدل کر رکھ دیا ، انہوں نے اس کے صفحات میں ادبی و ثقافتی مواد کی بھی گنجائش رکھی ، اس طرح اس میں اقتصادی و تجارتی مواد بھی دیتے تھے ، اس کے اداروں میں سیاسی و معاشرتی موضوعات پر بھی گہرا تجزیہ ہوتا تھا ، مجلہ روضة المدارس کی ادارت کے زمانے میں اس کے تقریباً ہر شمارے میں عورت سے متعلق مسائل اور خبریں ضرور ہوتی تھیں ، انہوں نے مدارس البنات کی معلومات کو بھی اس مجلہ میں لکھنے کی دعوت دی ، (۱)

رفاعہ طہطاوی کی ترجمہ کردہ کتابوں کی تعداد تقریباً سولہ ہے ، جن میں سے تخلص الإبریز فی تلخیص ہاریر اور منہاج الألباب الممربہ فی مباحج الآداب العمریة، المرشد الأمين للبنات و البنین کافی شہرت رکھتی ہیں ، ان کی جو کتابیں شائع نہ ہو سکیں ان کی تعداد چودہ ہے ، اس کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی دسیوں کتابیں ایسی ہیں جن کے ترجموں کی رفاعہ طہطاوی نے نگرانی کی تھی ، (۲)

فرانس میں رفاعہ طہطاوی کو فرانسیسی ادبیات کے مطالعہ کا کافی موقع ملا انہوں نے فرانسیسی انقلاب کے عہد کے فلاسفہ مثلاً فولٹیر ، مونتسکیو ، روسو اور کونڈیاک وغیرہ کا تفصیلی مطالعہ کیا ، اسی طرح انہیں یورپی نشاۃ ثانیہ کے بعض آثار کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ، اس وقت کے ادب میں دیگر موضوعات کے علاوہ انسانی معاشرہ کو آزادی اور مساوات کی نئی بنیادوں پر استوار کرنے پر

(۱) تاریخ الفكر المصری الحديث ، لويس عوض ، ص : ۱۰۰ - ۱۰۲

(۲) ایضاً ، ص : ۱۰۲ - ۱۰۴

زور دیا گیا تھا ، انہوں نے ان کا اثر قبول کیا ، یہی افکار تھے جو بعد میں معاشرتی موضوعات پر ان کی تحریروں میں ظاہر ہوئے ،

’ رفاعہ طہطاوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے نہ صرف مصر میں بلکہ پورے مشرق میں تعلیم نحواں کی پہلی آواز بلند کی ، وہ محض ایک عالم و ادیب ہی نہیں تھے بلکہ ایک عظیم معلم بھی تھے ، انہوں نے اپنی کتاب ’ المرشد الأمين للبنات و البنین ’ میں عورتوں کے لئے علم کے دروازے کھولنے کی دعوت دی تاکہ وہ اولاد کی تربیت ، شوہر کے ساتھ حسن سلوک اور گھر کے معیار کی بلندی کے طے میں اپنی مطلوبہ ذمہ داریاں ادا کر سکیں ، ساتھ ہی علم کی بنا پر وہ مکارم اخلاق سے آراستہ اور معاشرہ کی خدمت پر قادر ہو سکیں ،

أحمد فارس شدياق

أحمد فارس الشدياق ۱۸۰۵ء میں لبنان کے ایک گاؤں عشقوت میں ایک عیسائی (مارونی) گھرانے میں پیدا ہوئے ، وہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے ، ان کے والد یوسف بن منصور ٹیکس آفیسر تھے ، وہ سیاسی تحریکوں اور انقلابات میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے ، فارس چار سال کے تھے جب ۱۸۰۹ء میں ان کا خاندان بیروت سے قریب ایک گاؤں ”الحدث“ میں منتقل ہو گیا ، ابھی چند ہی سال گزرے تھے کہ امرا کے آپسی اختلافات اور جھگڑوں سے جان بچا کر ان کے والد دمشق آ گئے ، جہاں ۱۸۲۰ء میں ان کا انتقال ہو گیا ،

فارس شدياق نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین اور بڑے بھائی اسعد سے حاصل کی ، پھر حدث منتقل ہونے کے بعد وہاں کے مدرسہ عین ورقہ میں داخلہ لیا ، جہاں عربی ، سریانی ، بلاغت و منطق اور دینیات کی تعلیم حاصل کی ، والد کے انتقال کے بعد انہیں ذریعہ معاش کی فکر ہوئی ، چنانچہ کبھی انہوں نے سحاح کا پیشہ اختیار کیا ، کبھی تجارت شروع کی اور کبھی معلمی اختیار

أحمد فارس شدياق کے حالات زندگی تصویر کیلے دیکھئے :

- (۱) أحمد فارس الشدياق ، ميخائيل صوايا
- (۲) أحمد فارس الشدياق ، محمد عبد الغني حسن
- (۳) أحمد فارس الشدياق و آراؤه اللغوية و الادبية (محاضرات) محمد أحمد خلف الله

کی ، لیکن کسی پیشہ میں بھی وہ یکسر نہ ہو سکے ، ۱۸۲۵ء میں بیروت کی امریکی مشنری کی طرف سے مصر گئے تاکہ وہ وہاں مشنری اسکولوں میں عربی زبان کی تعلیم دیں (۱) مصر میں قیام کے دوران فارسی بعض علماء سے لغت ، ادب ، نحو و صرف اور بلاغت کی مزید تعلیم حاصل کی ، وہیں کچھ عرصہ ”الوقائع المصرية“ میں جرّ رفاعہ طبطاوی کی نگرانی میں نکلتا تھا کام کیا ، ڈاکٹر ابراہیم عیدہ نے اپنی کتاب ”اعلام الصحافة العربية“ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ طبطاوی ہی اسے صحافت کے میدان میں لائے تھے ، اور یہ کہ ان دونوں کے درمیان استاد اور شاگرد کا تعلق تھا ، (۲)

۱۸۳۲ء میں انہوں نے امریکی مشنری کی طرف سے مالطہ کا سفر کیا ، جہاں وہ چودہ سال رہے ، وہاں ان کا اصل کام مسیحیت کی تبلیغ تھا ، ضمناً انہوں نے ایک اسکول میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں ، جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ ”شہاق مالطہ میں تصنیف و تالیف اور پروف ریڈنگ کا کام بھی کرتا تھا ، اس کے زمانے میں مالطہ میں جتنی کتابیں شائع ہوئیں سب کا یا تو وہ مصنف تھا یا مترجم یا پروف ریڈر“ (۳) مالطہ میں قیام کے دوران ان کی سب سے اہم تصنیف ”الواسطة فی معرفة مالطہ“ ہے جو ان کا پہلا سفرنامہ ہے ،

مالطہ ہی میں شہاق نے کتاب مقدس کے انگریزی سے عربی ترجمے کا کام بھی شروع کیا ، مگر بعض نفسیاتی اور اقتصادی پریشانیوں کی وجہ سے اسے پورا نہ کر سکے ، ۱۸۳۸ء میں وہ ”جمعية ترجمة الأسفار المقدسة“ (ترجمہ تورات کمیٹی) کی دعوت پر انگلینڈ گئے جہاں انہوں نے مستشرق ڈاکٹر لی کی نگرانی میں ترجمہ کا کام شروع کیا ، اقامت کے لئے انہوں نے ایک چھوٹے سے گاؤں کا انتخاب کیا لیکن وہ جگہ انہیں راس نہ آئی تو وہ کیمبرج منتقل ہو گئے ، وہاں انہوں نے تورات کا بغیر ترجمہ مکمل

(۱) مصر جانے کی دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے بھائی اسعد نے اپنا آبائی مارونی مذہب چھوڑ کر پروٹسٹنٹ (انجیلی مذہب) اختیار کر لیا ، جس کی بنا پر ان کے اہل خاندان نے اس پر بہت مظالم ڈھائے تھے ، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا شہاق پر اس واقعہ کا بے حد اثر ہوا اور وہ گھبرا کر مصر چلے گئے ، تفصیل کے لئے دیکھیے : احمد فارس الشدّیاق : محمد عبدالغنی حسن ، ص : ۵
احمد فارس الشدّیاق : میخائیل صوابا ، ص : ۲۱ - ۲۲

(۲) أعلام الصحافة العربية : ابراہیم عیدہ ، ص : ۲۶ — بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ محمد علی پاشا نے رفاعہ طبطاوی کو ہٹاکر فارس شہاق کو الوقائع المصرية کا ایڈیٹر مقرر کیا تھا ، دیکھیے : احمد فارس شہاق : میخائیل صوابا ، ص : ۲۲

(۳) مشاہیر الشرق : جرجی زیدان ، ج : ۲ ، ص : ۷۶

کیا (۱) بعد میں کمیٹی نے انہیں پروو ریڈنٹ کی بھی ذمہ داری دی سرانہوں نے شرط رکھی کہ وہ یہ کام پیرس میں رہ کر انجام دیں گے ، وہاں قیام کرنے کا ان کا ایک مقصد فرانسیسی زبان سیکھنا تھا ، چنانچہ وہاں وہ عربی زبان کی تعلیم دیے تھے اور فرانسیسی زبان سیکھتے تھے ، اپنے اس سفر کے حالات انہوں نے اپنی کتاب ”کشف المخبیٰ عن فنون اوربا“ میں قلم بند کئے ہیں ، اس کے علاوہ انہوں نے ایک دوسری کتاب ”الساق علی الساق فیما ہو الفاریاق“ بھی لکھی جو ۱۸۵۲ء میں پیرس سے شائع ہوئی ، ۱۸۵۲ء میں فرانس میں اپنے قیام کے دوران انہوں نے روس اور ترکی کے درمیان جنگ کے موقع پر عثمانی سلطان عبدالعزیز کی تعریف میں مدحیہ قصیدہ کہا ، سلطان نے خوش ہو کر انہیں آستانہ آئے کی دعوت دی ، ابھی وہ سفر آستانہ کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ انہیں احمد پاشا والی تونس کا دعوت نامہ ملا جس نے انہیں تونس آنے اور وہاں قیام کرنے کی دعوت دی تھی ، یہ دعوت والی تونس نے ان کے اس قصیدہ پر خوش ہو کر دی تھی جس میں انہوں نے اس کی فیاضی کو سراہا تھا اور مرسیلیا اور پیرس کے دورہ کے دوران اس کی جانب سے فقراء کے درمیان صدقات و خیرات تقسیم کئے جانے کا تذکرہ کیا تھا ، فارسی نے اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے ۱۸۵۷ء میں تونس کا سفر کیا ، والی تونس نے ان کے ساتھ عزت و تکریم کا برتاؤ کیا ، انہیں اعلیٰ مناصب عطا کئے (آتونس ہی میں شذیاق نے اسلام قبول کیا ، اس کا سبب بعض مسیحی شخصیات نے ان کے کشیدہ تعلقات تھے اور مارونی فرقہ کے لوگوں کا ظلم تھا ، جو انہوں نے شذیاق اور ان کے بھائی پر ڈھایا تھا ، اسلام لانے کے بعد انہوں نے اپنے قدیم نام میں احمد کا اضافہ کر لیا ،

(۱) ترجمہ کے اس کام میں فارسی شذیاق کو بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ، جس کی بنا پر انہوں نے یہ ترجمہ کئی سالوں میں مکمل کیا ، تفصیل کے لئے دیکھئے : احمد فارسی الشذیاق : محمد احمد ظف اللہ ، ص : ۲۱ - ۲۲ ، ۲۹ - ۳۱

(۲) بعض موانع نگاروں نے لکھا ہے کہ والی تونس نے احمد فارسی کو تونس سے نکلنے والے ایک جریدہ کی ادارت کی ذمہ داری بھی دی تھی ، لیکن فیلمب طرازی نے اس بات کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ اس سرکاری جریدہ کا اجراء شذیاق کے زمانہ قیام تونس کے بعد ۱۸۶۱ء میں ہوا تھا ، دیکھیے : احمد فارسی الشذیاق : عبدالغنی حسن

تونس میں چند سال گزارنے کے بعد وہ آستانہ آگئے جہاں انھیں مطبوعات کی تصحیح اور ترجمہ کا کام مل گیا ، آستانہ کے دوران قیام انھیں متعدد سرکاری اعزازات حاصل ہوئے ، یہیں انھوں نے ۱۸۶۰ء میں ایک ہفتہ وار سیاسی جریدہ ”الجواب“ (۱) نکالا ، اس جریدہ میں ادب و سیاست کے موضوع پر مقالے اور خبریں شائع ہوتی تھیں پہلے یہ ”المطبعة السلطانية“ سے شائع ہوتا تھا لیکن پھر خدیق نے ۱۸۷۰ء میں ایک مخصوص مطبعہ ”مطبعة الجواب“ کے نام سے قائم کیا ،

اس جریدہ کی بدولت احمد فارس خدیق کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ۔ اور متعدد اعیان و امراء سے ان کے تعلقات استوار ہوئے ، خدیو مصر اسماعیل پاشا سے ان کے قریبی تعلقات تھے ، یہاں تک کہ وہ (اسماعیل پاشا) ان سے مصر کے سیاسی معاملات میں مشورہ کیا کرتا تھا ، سندھوی نے لکھا ہے کہ جریدہ ”الجواب“ کو نکالنے کا مشورہ بھی انھیں اسماعیل پاشا ہی نے دیا تھا ، (۲)

اسماعیل پاشا کے بعد خدیو توفیق سے بھی انھیں قربت حاصل رہی ، عرابی پاشا کی بغاوت (۱۸۸۲ء) میں انھوں نے حکومت کا ساتھ دیا تھا اور بغاوت کے خلاف مضامین لکھے تھے ، (۳)

۱۸۸۴ء میں بعض ایسے سیاسی واقعات (خاص طور سے مصر پر انگریزوں کا تسلط) پیش آئے کہ الجواب کو بند کرنا پڑا ، مگر خدیق کے عزائم میں کمی نہیں آئی وہ تونس چلے گئے اور وہاں سے اس جریدہ کو نکالنا شروع کیا ، لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر یہ جریدہ وہاں جاری نہ رہ سکا ،

۱۸۸۶ء میں آخری مرتبہ وہ مصر آئے ، پھر آستانہ گئے ، اور وہیں ۱۸۸۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا ،

گذشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ احمد فارس خدیق کی مختلف پہلوؤں میں نمایاں خدمات ہیں اور علمی و ادبی ارتقاء میں وہ بلند مقام پر فائز ہیں ، احمد فارس ممتاز صحافی ، کامیاب مترجم ، مشہور شاعر ، سیاح ، ماہر لغات اور نامور ادیب تھے ، تقریباً نصف صدی وہ ہمیشہ صحافت سے وابستہ رہے ، الوقائع المصرية ،

(۱) بعض سوانح نگاروں نے الجواب کے اجراء کا سن ۱۹۶۱ء اور بعض نے ۱۹۶۲ء لکھا ہے ، لیکن محمد عبدالغنی حسن نے ان کی تردید کرتے ہوئے صحیح سن ۱۹۶۰ء بتایا ہے

T-5208

دیکھئے : احمد فارس خدیق : محمد عبدالغنی حسن ، ص : ۹

(۲) اعیان البیان : سندھوی ، ص : ۱۱۲

(۳) أعلام الصحافة العربية : ابراهيم عبده ، ص : ۶۱

الرائد السنوی اور الجوائب نامی جرائد کی ادارت کی ، خاص طور پر حیدرآباد
الجوائب کے ذریعہ انہوں نے صحافت کے میدان میں ایک نئی طرح ڈالی ، خبروں کا تجربہ
موضوعات میں گہرائی ، مقالہ نویسی کا منفرد انداز ، اطوب میں جدت ، قارئین
کے ساتھ گہرا تعلق ، الجوائب کے ان خصوصیات کی بنا پر انہیں صحافت کی دنیا میں
اہم مقام حاصل ہو گیا تھا ، کتاب مقدس (بائبل) کے ترجمہ کی وجہ سے انہیں ترجمہ
کے میدان میں قابل قدر حیثیت حاصل ہو گئی تھی ، وہ لغت کے بڑے ماہرین میں سے تھے
اور اپنے زمانے میں تجدیدی اطوب کے امام سمجھے جاتے تھے ، ان کی تحریریں سہل
زبان میں لیکن فصاحت و بلاغت سے معمور ہوتی تھیں ،

ان خصوصیات کے ساتھ شہسوار کی زندگی کا ایک اہم اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ
انہوں نے اپنی تحریروں میں معاشرتی موضوعات سے بھی تعرض کیا ہے ، انہوں نے اپنی
تصانیف میں انگلینڈ اور فرانس کی تہذیب و تمدن ، طرز معاشرت ، رسم و رواج اور
خاص طور سے وہاں کی عورتوں کی آزادی و بے پردگی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ،
جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کے حامی تھے اور پردہ کو
فرسودہ قرار دیتے تھے ، اسی لئے انہوں نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ہرقہ کسو
تضحیک کا نشانہ بنایا ہے ، ان کا خیال تھا کہ عورت کو تعلیم سے ضرور آراستہ
کرنا چاہیئے ، کیونکہ تعلیم اسے غلط خیالات اور پراگندہ افکار سے دور رکھتی ہے
اور اس کے ذریعہ اس کے ذہن و دماغ پر جہالت کے بڑے ہوئے پردے ہٹتے ہیں ، اس کے علاوہ
انہوں نے نکاح و طلاق کو بھی موضوع بحث بنایا ہے ،

علی پاشا مبارک

علی پاشا مبارک نے ۱۸۲۳ء میں مصر کے ایک گاؤں ہرنمال میں دینی ماحول میں آنکھ کھولی ، ان کے والد شیخ مبارک اپنے گاؤں کے امام اور مفتی تھے ، لوگ ان کے خاندان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور نکاح و طلاق کے معاملات میں انہیں سے مدد لیا کرتے تھے ، علی پاشا مبارک کی پیدائش ان کے والد کے لئے خوشی کا پیغام لے کر آئی ، انہیں امید تھی کہ ان کا بیٹا بڑا ہو کر ان کا جانشین بنے گا ، چنانچہ اسی کے مطابق انہوں نے ان کی پرورش کی اور گاؤں کے ایک مدرسہ میں ان کا داخلہ کرایا ،

اس زمانے میں بھاری ٹیکسوں کی ادائیگی مصری کسانوں کے لئے مصیبت بنی ہوئی تھی ، جو کسان ٹیکس ادا نہ کر پاتے تھے انہیں زمیں سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا تھا ، شیخ مبارک نے اسے تنگ آکر گاؤں کی زندگی کو خیر آباد کہا اور قریبی شہر میس جاہے ، جسے عرب السماعة کہا جاتا تھا ، وہاں پہنچ کر شیخ نے علی پاشا مبارک کو قریبی گاؤں کے ایک اسکول میں داخل کیا ، علی پاشا مبارک ہر ہفتہ اپنے والدین سے ملنے آیا کرتے تھے ، لیکن استاد کی سختی کی وجہ سے قرآن حفظ کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے تیار نہ ہوئے ، بہت سمجھانے پر انہوں نے شہر میں ایک منشی کے پاس شاگرد کی حیثیت سے رہنا شروع کیا ، مگر یہاں بھی انہیں مارے چھٹکارا نہ مل

سکا ، بالآخر اس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر یہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھر ادھر بھٹکتے پھرے ، اس دوران کبھی وہ کالرا کے مرض میں مبتلا ہوئے اور کبھی جیل کسی کال کوٹھری میں بند ہوئے ، آخر میں وہ جیلر کی مدد سے ایک سرکاری افسر عنبر افندی کے پاس کلرک کی حیثیت سے پہنچے ، اس افسر کی عظیم صلاحیت اور اس کے بڑے منصب کو دیکھ کر ان کے دل میں مزید تعلیم کا شوق پیدا ہوا ، چنانچہ وہ مدرسہ قصر العینی سے منسلک ہو گئے ، لیکن انہیں بہت جلد احساس ہو گیا کہ جن امیدوں کو لے کر وہ یہاں آئے تھے وہ پوری نہیں ہو سکتیں ، وہاں کی خستہ حالی کی بنا پر وہ متعدد امراض کا شکار ہو گئے ، لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ کچھ ہی عرصہ کے بعد اسی راجیل کے مدرسہ الہندسہ میں منتقل ہو گئے ، اس لئے کہ مدرسہ قصر عینی کو طب کی تعلیم کے لئے خاص کر دیا گیا تھا ، ابوزعبل کا مدرسہ قصر عینی کے مدرسہ کے مقابلے میں زیادہ بہتر حالت میں تھا ، اس میں متعدد علوم پڑھائے جاتے تھے ہندسہ اور نحو کی تعلیم انہیں بہت مشکل معلوم ہوتی تھی ، لیکن انہوں نے اپنی محنت اور مسلسل کوششوں سے اس پر قابو پالیا اور تمام شاگردوں سے فوقیت لے گئے ، بعض ذمہ داروں نے ابوزعبل کے مدرسہ کے ذہین طلباء کو ہندسہ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بولا کہ مدرسہ مہندس خانہ میں داخل کرایا ، علی پاشا مبارک ان میں سے ایک تھے ، اس طرح انہیں ہندسہ کی تمام شاخوں کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا ،

۱۸۲۲ء میں محمد علی نے انہیں ایک مصری وفد کا رکن بنا کر فرانس بھیجا ، اس وقت وہ فرانسیسی زبان بالکل نہیں جانتے تھے ، یہاں انہوں نے فرانسیسی زبان سیکھی اور تین ماہ کے قلیل عرصہ میں اس میں مہارت حاصل کر لی ، فرانس میں انہیں پانچ سال رہنے کا موقع ملا ، دو سال انہوں نے پیرس میں سول انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی اور دو سال متنز میں الهندسة الحربية کی تعلیم حاصل کی ، اور مزید ایک سال بریکٹس میں گزارا ، فرانس میں دوران قیام انہوں نے وہاں کے شہروں کے اجتماعی حالات ، نظام تعلیم ، مدارس اور یونیورسٹیوں کا بغور جائزہ لیا ، اور ۱۸۲۹ء میں عباس اول کے زمانے میں مصر واپس آ گئے ، عباس اول کو تعلیم سے چنداں دلچسپی نہ تھی ، چنانچہ اس کے زمانے میں تعلیمی میدان میں کوئی ترقی نہ ہوئی ، اس کی ساری توجہ محلوں کی تعمیر تک محدود تھی ، اس نے نہ تو نئے مدارس کھولے اور نہ موجودہ مدارس کے استحکام اور ترقی کی کوشش کی ، بلکہ ان میں سے بہت سے مدارس

کو ختم کر دیا ، اور تعلیم کا بجٹ بھی بہت کم کر دیا ، ان بچے کھچے مدارس کا ذمہ دار اس نے علی پاشا مبارک کو بنایا ، (۱)

سعید پاشا کے دور حکومت میں علی مبارک کو اس کے عتاب کا شکار ہونا پڑا اس نے انہیں مصر میں کوئی عہدہ دینے کے بجائے اس فوجی دستے کے ہمراہ کر دیا جو روس کے خلاف عثمانی حکومت کی مدد کے لئے بھیجا گیا تھا ، اس طرح وہ تقریباً دو سال ترکی میں رہے ، یہاں انہیں بہت سے معائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن اسے برداشت کیا ، یہاں رہ کر انہوں نے ترکی زبان اچھی طرح سیکھ لی ، مصر واپس آنے کے بعد کبھی انہیں کسی عہدہ پر فائز کر دیا جاتا اور کبھی اسے ہر طرف کر دیا جاتا ، اپنے ہر طرفی کے زمانے میں وہ مختلف آزاد پیشے اختیار کرنے کی کوشش کرتے ، کبھی تجارت کا پیشہ اختیار کرتے ، کبھی ایک آزاد انجینئر کی حیثیت سے کام شروع کرتے ، کبھی عمارتوں کے نقشے بناتے اور کبھی اپنے وطن ہرنبال جانے کا اور کاشتکاری کرنے کا مصمم ارادہ کرتے ، ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ انہیں کوئی ملازمت مل جاتی مگر زیادہ عرصہ نہ گزرتا کہ اسے پھر ہر طرف کر دیا جاتا ، اسی کشمکش میں انہوں نے مصر میں کئی سال گزارے ، یہاں تک کی اسماعیل پاشا کے زمانے میں علمی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہو گئیں اور علی پاشا مبارک کے حالات میں بھی استقرار آگیا ، اسماعیل پاشا ان کا بڑا قدر داں تھا ، اس نے انہیں بہت سے عہدوں پر فائز کیا ، چنانچہ علی پاشا مبارک نے مصر میں بہت سی اصلاحات کیں ، سڑکوں اور پانی کے ٹینکوں کے نقشے بنائے ، پل اور حوض تعمیر کرائے ، مسجدیں بنوائیں ، اور مصر کو تعلیمی میدان میں آگے بڑھانے کے لئے مختلف وسائل اختیار کئے ، تعلیم اور تربیت پر انہوں نے خاص توجہ دی ، یہاں تک کہ ان کا شمار مصلحین میں ہونے لگا ،

محمد علی نے تعلیم کے فروغ کے لئے جو کوششیں کی تھیں اس کے پس پردہ فوجی مقاصد کار فرما تھے ، اگر ان سے کچھ دوسرے فائدے بھی حاصل ہوتے تھے ، تو وہ ثانوی تھے ، علی پاشا مبارک کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تعلیم کا رخ جنگی مقصد سے موڑ کر عوامی ثقافت کی طرف کر دیا ، دینی تعلیم کے جو ادارے چھوٹے شہروں یا دیہاتوں میں قائم تھے ، وہ بھی بڑی کمپرسی اور بدحالی کا شکار تھے ، علی مبارک

(۱) علی پاشا مبارک : محمد احمد خلف اللہ ، ص : ۲ - ۲۸ (تلخیص)

(۲) عمر اسماعیل : عبدالرحمن الراغی ، ج ۱ ، ص : ۲۲۶ - ۲۴۱

نے انھیں حکومت کے کنٹرول میں لاکر ان کے حالات کو درست کرنے کی کوشش کی ، پہلے اسے تمام مکاتب و مدارس کا سروے کروایا ، ان کی عمارتوں کی اصلاح کروائی ، ان کے لئے ضروری فنڈ مضمون کیا اور ان کے ارتقاء کی بھرپور کوشش کی ، ساتھ ہی انھوں نے بہت سے نئے مدارس بھی قائم کئے ، مدارس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ عام ثقافت کے فروغ کے سلسلے میں بھی متعدد کوششیں کیں ، مثلاً ایک لیکچر ہال بنوایا جس میں مختلف علوم و فنون کے دانشور اپنے لیکچر دیتے تھے ، اسی طرح انھوں نے روضۃ المدارس المعریۃ کے نام سے ایک مجلہ کا اجراء کیا ، اور مدارس کے اساتذہ کو اس میں اپنے مقالات کے ذریعے تعاون کرنے کی دعوت دی ، — ایک دارالکتب کی بھی بنیاد ڈالی ، ان کی ان سرگرمیوں میں خدیو اسماعیل کی طرف سے بہت تعاون ، سرپرستی اور ہمت افزائی ملی ، (۱)

علی پاشا مبارک کا تعلیمی منصوبہ ایک مبارک قدم تھا ، زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بھی ترقی ہوئی ، اور اسے خوب مقبولیت حاصل ہوئی ، مگر جوں جوں نا اہل حکمرانوں کی وجہ سے ملک میں غیرملکی اقتدار بڑھا اور مصر کی حالت خراب ہوتی گئی ، اس منصوبہ میں بھی تبدیلی آتی گئی ، عرابی انقلاب کے بعد جب مغربی استعمار نے مصر میں اپنے قدم جمائے تو تعلیم پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا ، انھوں نے جس طرح چاہا اس میں ترمیم کی ، اور اس کی ہیئت بدل کر رکھ دی ،

علی مبارک نے عرابی انقلاب میں حصہ نہیں لیا تھا ، کیونکہ ان کا مسزاج انقلابی نہیں تھا ، ان کا خیال تھا کہ تعلیم کی اصلاح سب پر مقدم ہے ، بلکہ وہ سیاسی اصلاح سے بھی بہتر ہے ، سیاسی اصلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تعلیمی اصلاح نہ کی جائے ، غرض یہ کہ انھوں نے اپنی پوری قوت تعلیم کی اصلاح ہی میں صرف کی ، (۲)

مصر پر انگریزوں کے تسلط کے بعد جب مصطفیٰ ریاض پاشا کی وزارت تشکیل پائی تو علی مبارک کو وزیر تعلیم بنایا گیا ، لیکن ان دنوں زمانوں میں بڑا فرق تھا ، انگریزی تسلط سے پہلے وہ آزاد تھے ، جو چاہتے سوچتے اور جو چاہتے کرتے ، اپنے منصوبے کے مطابق جتنا چاہتے مال خرچ کرتے ، ان کے اوپر کوئی پابندی نہ تھی لیکن

(۱) عصر اسماعیل : ج ۱ ص: ۲۴۱ - ۲۴۰

(۲) زعماء الإصلاح فی العصر الحدیث : احمد امین ، ص : ۱۹۹ - ۲۰۰

اس زمانے میں انھیں اتنی آزادی حاصل نہ ہو سکی ، ایک محدود دائرے میں رہتے ہوئے
 ہی کوئی کام کر سکتے تھے ، (۱)

چنانچہ یہ پابندیاں زیادہ دنوں تک ان کا ساتھ نہ دے سکیں ، خام کر مالی
 پابندی جو مالی مشیر الفرد ملنر نے ان پر عائد کر رکھی تھی ، چنانچہ وہ بہت
 جلد ہی اپنے منصب سے سبکدوش ہو گئے اور ہمیشہ کے لئے گھر میں سکونت اختیار کر لی
 بالآخر ستر سال کی عمر میں ۱۸۹۳ء میں قاہرہ میں وفات پائی ،

علی پاشا مبارک نے متعدد کتابیں تصنیف کیں ، جو مختلف موضوعات پر ہیں مثلاً
 تاریخ ، ادب ، ہندسہ ، حکریہ ، طب ، جغرافیہ ، حساب وغیرہ ، یوسف الیان سرکیس
 نے ان کی ۱۲ مطبوعہ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے ، (۲) اس کے علاوہ بھی ان کی متعدد
 کتابیں تھیں جو شائع نہ ہو سکیں اور حوادث زمانہ کی نذر ہو گئیں ،

ان کی ان کتابوں میں سے دو کتابوں کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ، ایک
 "الخط التوفیقیہ" اور دوسرے "علم الدین" ، الخط التوفیقیہ کے نام سے ایک مشہور
 کتاب قدیم مصنف مقریزی کی ہے ، علی پاشا مبارک نے اسی کے طرز پر اس کتاب کسی
 تکمیل کی ہے ، اور مقریزی کے بعد کے ادوار کی تفصیلات بیان کی ہیں ، ان کی یہ کتاب
 مصر کی تاریخ پر ایک بڑی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے ، اس میں میکٹروں
 شہروں اور علاقوں کے احوال اور وہاں سے تعلق رکھنے والی مشہور شخصیات کا تذکرہ
 ہے ، (۲)

ان کی دوسری اہم کتاب "علم الدین" ہے ، یہ کتاب یوں تو ایک تخیلاتی سفرنامہ
 ہے ، لیکن اس میں ادب ، تاریخ ، لغت اور دیگر علوم و فنون سے متعلق معلومات
 بھی جا بجا ملتے ہیں ، اس کتاب کو غیر معمولی شہرت ملنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ
 اس میں انھوں نے کناہ اور محاکات کے اسلوب میں معاشرتی اصلاح سے متعلق اپنے
 خیالات پیش کئے ہیں ، اس میں انھوں نے یورپ کی تہذیبی اور تمدنی ترقیوں کا جا بجا
 تذکرہ کر کے اہل وطن کو یہ پیغام دیا ہے کہ یورپی تہذیب سے استفادہ کرنے میں کوئی
 حرج نہیں ہے بلکہ پسماندگی اور جہالت کے دلدل سے نکلنے کے لئے ان کی اقتداء کرنا

(۱) زعماء الإصلاح : ص : ۲۰۰ - ۲۰۱

(۲) معجم المطبوعات العربیة و المعربة : یوسف الیان سرکیس ، ص : ۲۶۴ - ۲۶۹

(۳) علی مبارک حیاتہ و دعوتہ و آثارہ : محمود الشراقوی و عبد اللہ المشد

ص : ۱۰۹ - ۱۱۶

ضروری ہے ، اس طرح انہوں نے عورت کی تعلیم و تربیت پر زور دیا ہے ، اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مردوں اور عورتوں کے درمیان پاکیزہ اختلاط کی اجازت دی ہے ، اس طرح علی ہاشم مبارک رفاعہ طہطاوی کے بعد دوسرے شخص ہیں جنہوں نے عورتوں کے حقوق اور خاص طور پر اس کے حق تعلیم کی آواز بلند کی ہے اور جہالت و نا انصافی سے آزادی دلانے کی کوشش کی ہے ،

محمد عبده

شیخ محمد عبده صوبہ الغربیہ کے گاؤں حصہ شمشیر میں پیدا ہوئے، لیکن ان کی پرورش و پرورش صوبہ البحیرہ کے ضلع شبراخیت کے ایک گاؤں محلہ ”نہر“ میں ہوئی، (۱) ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، اس کے بعد گاؤں کے ایک مکتب میں قرآن حفظ کیا، اعلیٰ تعلیم کے لئے ان کے والد نے انہیں جامع احمدی طنطا بھیج دیا جہاں وہ تین سال رہے، مگر اس کے بعد ان کا دل تعلیم سے اچاٹ ہو گیا، چنانچہ وہ گھر لوٹ آئے، اور اپنے آبائی ہمیشہ زراعت میں لگ جانے کا ارادہ کر لیا، اسی دوران ان کی ملاقات شیخ درویش سے ہوئی، جو حافظ قرآن اور عالم دین تھے، انہوں نے محمد عبده کے دل میں تعلیم کا شوق پیدا کیا، اور ان کی رہنمائی کی، چنانچہ وہ مرید حصول علم کے لئے طنطا گئے، پھر وہاں سے جامعہ ازہر منتقل ہو گئے، (۲)

ازہر کا طریقہ تعلیم اس وقت خالص مذہبی تھا، طلبہ کو دیگر علوم و فنون سے دور رکھا جاتا تھا، لیکن محمد عبده نے نحو و صرف اور فقہ و اصول فقہ کی کتابوں کے ساتھ ساتھ حساب، جغرافیہ، تاریخ، ادب اور منطق و فلسفہ کی کتابوں کا بھی مطالعہ جاری رکھا، اور مختلف موضوعات پر مقالات لکھتے رہے،

(۱) محمد عبده : عباسی محمود عقاد، ص: ۶۹

(۲) الادب العربی المعاصر، شوقی ضیف، ص: ۲۱۸ - ۲۱۹

جامع ازہر میں شیخ محمد عبیدہ کی شخصیت کو بنانے اور نکھارنے میں ان کے استاد شیخ حسن الطویل اور شیخ جمال الدین افغانی کا بڑا ہاتھ ہے، جمال الدین افغانی کی صحبت سے محمد عبیدہ کے اندر دینی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کا جذبہ بیدار ہوا، اور قرآن مجید کی تفسیر و تفہیم سے گہرا لگاؤ پیدا ہو گیا،

۱۸۷۷ء میں محمد عبیدہ نے ازہر سے عالمیت کی سند حاصل کی، اور وہیں تدریسی فرائض انجام دینے لگے، اپنے گھر پر بھی وہ کچھ طلبہ کو مسکویہ کی "تہذیب الاخلاق" اور ایک فرانسیسی معنف فرانساوی چیزو کی کتاب "تاریخ المدنیۃ فی اوربہ و فرنسا" کا درس دیا کرتے تھے، ۱۸۷۸ء میں دارالعلوم میں تاریخ کے استاد مقرر کئے گئے،

اخبار و جرائد اور خاص طور سے الاحرام میں آپ نے اخلاقی اور معاشرتی موضوعات پر مقالے لکھے، ۱۸۸۰ء میں ایک سرکاری اخبار "الوقائع المصریہ" کے ایڈیٹر بنائے گئے۔ اس کے علاوہ انہیں تمام اخبارات کا سنسر آفیسر بھی بنایا گیا، (۱)

عربی پاشا کی بغاوت میں حصہ لینے کی سزا میں انہیں ۱۸۸۲ء میں تین سال کے لئے بیروت جلاوطن کر دیا گیا، انہی دنوں شیخ جمال الدین افغانی پیرس میس جس جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے، انہوں نے ۱۸۸۴ء میں محمد عبیدہ کو پیرس آنے کی دعوت دی، اس طرح دونوں نے مل کر جریدہ "العروۃ الوثقی" نکالا، جس کا بنیادی مقصد مغربی اقتدار کی مکمل مخالفت اور مصر کی دینی، سیاسی اور معاشرتی اصلاح تھی، اس کے علاوہ مصری عوام کی قومی غیرت کو بھی بیدار کرنا اس جریدہ کا اولین مقصد تھا، انگریزوں کی سازشوں سے یہ جریدہ آٹھ مہینوں سے زیادہ جاری نہ رہ سکا، (۲) چنانچہ محمد عبیدہ ۱۸۸۵ء میں بیروت واپس آ گئے، یہاں انہوں نے سیاست سے الگ رہ کر صرف دینی و فکری اصلاح کا کام انجام دینے کا ارادہ کیا، اس کے علاوہ انہوں نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا، اسی زمانے میں انہوں نے "نہج البلاغۃ" اور "مقامات ہدیج الزماں" کی شرح کی اور بیروت کی دو مطبوعات میں قرآن کا درس دینے لگے، تفسیر کے لئے کوئی خاص کتاب متعین نہ تھی بلکہ وہ قرآن کی منتخب آیات کو مسلمانوں کے حالات و کوائف پر منطبق کر کے ان کا مفہوم

(۱) زعماء الإصلاح فی العصر الحدیث، احمد امین، ص: ۲۹۴ - ۲۹۵

(۲) تاریخ الامام الشیخ محمد عبیدہ: سید رشید رضا، ج ۱، ص: ۲۸۱ - ۲۸۹

سمجھانے کی کوشش کرتے تھے ، بیروت کے مدرسہ السلطانیہ میں بھی انھوں نے تدریسی فرائض انجام دیئے ،

محمد عبیدہ اپنا بیشتر وقت درس و تدریس میں صرف کرتے تھے ، وہ توحید کے ساتھ منطق ، بلاغت ، تاریخ اسلامی اور فقہ کا درس دیتے تھے ، ان کی تدریسی صلاحیت سے متاثر ہو کر مسلمان اور عیسائی دونوں ان سے استفادہ کے مشاق رہتے تھے ، ان کے یہ درس بعد میں رسالۃ التوحید اور شرح البصائر کے نام سے شائع ہوئے ، بیروت سے نکلنے والے جریدہ ثمرات الفنون میں بھی ان کے مقالات شائع ہوتے تھے ، (۱)

۱۸۸۸ء کے اواخر میں محمد عبیدہ مصر واپس آئے ، اس وقت انگریز مصر کے ارباب حل و عقد بن چکے تھے ، محمد عبیدہ نے سیاست سے الگ رہ کر اہل مصر کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ، اس کے لئے انھوں نے تعلیم کو ذریعہ بنایا ، اور انگریزوں کے ساتھ مصالحت کی روش اختیار کی ،

۱۸۸۹ء میں محمد عبیدہ یکے بعد دیگرے بنہا ، الزقازیق اور عابدین کی ابتدائی دیوانی عدالتوں کے قاضی بنائے گئے ، پھر ۱۸۹۱ء میں محكمة الاستئناف (مصر کی عدالت مرافعہ) میں مستشار کے عہدے پر فائز ہوئے ، (۲) عابدین میں قضا کے دوران انھوں نے فرانسیسی زبان سیکھنی شروع کی کیونکہ اس وقت ابتدائی دیوانی عدالتوں کا نظام عمل فرانسیسی قوانین پر مبنی تھا ، بہت جلد انھوں نے اس میں مہارت حاصل کر لی ،

۱۸۹۲ء میں خدیو توفیق کے انتقال کے بعد جب خدیو عباس مصر کا حکمران بنا تو اس نے محمد عبیدہ کو جامع ازہر کی اصلاح کا موقعہ فراہم کیا ، چنانچہ ۱۸۹۵ء میں حکومت کے تعاون سے ازہر کی ایک انتظامی کمیٹی تشکیل دی گئی ، جس کا سربراہ محمد عبیدہ کو بنایا گیا ، اس کمیٹی نے ازہر کے نظام تعلیم کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی ، عربی زبان و ادب کی معیاری کتابیں داخل نصاب کی گئیں ، اور حساب جغرافیہ ، تاریخ اور سائنسی مضامین بھی پڑھائے جانے لگے ، ۱۸۹۹ء میں محمد عبیدہ کو مصر کا مفتی اعظم اور قوانین کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا ، پھر ۱۹۰۰ء میں الجمعية الخیریہ الاسلامیہ کے صدر بنائے گئے ، ۱۹۰۳ء میں انھوں نے انگلستان کا سفر

(۱) زعماء الإصلاح ، ص : ۲۰۸

(۲) ایضا ، ص : ۲۱۵

کیا ، آخر میں محمد عبیدہ نے مخالفین کی نکتہ چینیوں سے تنگ آکر ارہر کی انتظامی کمیٹی سے استعفا دے دیا ، اس کے بعد انہوں نے اپنے تعلیمی منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک دوسری یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ بنایا ، مگر وقت نے انہیں مہلت نہ دی اور ۱۹۰۵ء میں اسکندریہ میں ان کا انتقال ہو گیا ، (۱)

محمد عبیدہ نے اپنی زندگی کے دو مقاصد قرار دیئے ہیں ، ایک فکر کو تقلید سے آزاد کرانا اور دوسرے عربی زبان کے اسالیب کی اصلاح ، ان کے زمانے میں عربی نشر میں مقفع مسجع عبارتیں ہوتی تھیں ، اور ان میں فواصل و انواع جناس کا غیر ضروری طور پر لحاظ رکھا جاتا تھا ، خواہ وہ نوق پر کتنا ہی گراں ہو اور سننے میں کتنے ہی ہوجھل معلوم ہوتے ہوں ، اس کے برعکس محمد عبیدہ نے سہل اور طلیس زبان کو رواج دیا ، اور الفاظ پر غیر معمولی زور دینے کے بجائے معانی مقصود کو پیش نظر رکھا ، انہوں نے اپنے تلامذہ کی ایک ٹیم تیار کر دی تھی ، جن میں بہت سے شعراء ، ادباء اور اہل علم ہیں ، امیرہ نازلی فاضل کے مالوں میں ان کے ساتھ سعد زغلول اور قاسم امین اکٹھا ہوتے تھے ، اور مصر کی معاشرتی اصلاح کے طے میں تبادلہ خیال کرتے اور منصوبے بناتے تھے ، ان کے شاگرد قاسم امین نے آزادی نواں پر جو کام کیا ہے اور جس قسم کے خیالات ظاہر کئے ہیں ان پر محمد عبیدہ کا واضح اثر دکھائی دیتا ہے ، جس زمانے میں قاسم امین فرانس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے اور محمد عبیدہ وہاں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے تو وہاں انہوں نے ان سے ایک عرصہ تک کتب فیض کیا ،

محققین کا خیال ہے کہ قاسم امین نے اپنی کتاب "تحریر المرأة" محمد عبیدہ کی نگرانی میں لکھی تھی چنانچہ اس کی بعض عبارتوں میں شیخ محمد عبیدہ کا اسلوب نمایاں ہے ، لطفی السید نے بیان کیا ہے کہ ۱۸۹۷ء کی گرمی میں محمد عبیدہ ، قاسم امین اور سعد زغلول جنیوا میں اکٹھا تھے وہاں قاسم امین نے اپنی کتاب کی بعض تعلیمات محمد عبیدہ کو سنائی تھیں ، (۲)

محمد عبیدہ نے جس زمانے میں آنکھ کھولی وہ معاشرتی ، سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے انحطاط کا شکار تھا ، غیر ملکی تسلط نے اس کی جڑیں کھوکھلی کر دی تھیں ، عبیدہ

(۱) دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ج ۱۹ ، طبع اول ۱۹۸۶ء ، پنجاب لاہور ص : ۲۹-۳۰

(۲) المحافظة و التجديد ، انور الجندی : ص : ۱۲۲

نے اس کی اصلاح کے لئے جامع ارہر کو مرکز بنایا ، ان کا خیال تھا کہ تعلیم کے ذریعہ ہی ممر کی اصلاح ممکن ہے ، اس لئے انہوں نے اس کے نصاب تعلیم میں جدید علوم کا اضافہ کیا ، اور مسلمانوں کو جدید تہذیب سے روشناس کرنے کی کوشش کی انہوں نے لڑکوں کی تعلیم کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کو بھی ضروری بنایا اور عزت و تکریم اور اس کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کرتے ہوئے زندگی کے تمام امور میں اسے مرد کے مساوی قرار دیا ، جریدہ ”الوقائع المصریہ“ میں ۱۸۸۱ء میں ”حاجة الانسان الى الزوج“ کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا جس میں یہ وضاحت کی کہ شادی کا مقصد محض خواہشات کی تکمیل نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد ایک خاندان اور ایک معاشرہ وجود میں لانا ہے اور مرد بغیر عورت کے اس خدمت کو انجام نہیں دے سکتا ، (۱)

ایک دوسرے مقالے ”حكم الشريعة في تعدد الزوجات“ میں انہوں نے تعدد ازدواج پر اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا ہے ، انہوں نے لکھا ہے کہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت بہت ناگزیر صورت میں اور اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ مرد تمام بیویوں کے درمیان عدل قائم کرے ، حضور اکرم اور صحابہ کرام نے اپنی ازواج کے درمیان عدل قائم کیا ، مگر آج کے زمانے میں عدل کرپانا ممکن نہیں ہے ، اور چونکہ خود قرآن نے دوسری جگہ یہ وضاحت کر دی ہے کہ انسان خواہش کے باوجود دو بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتا ، (و لن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء ولو حرصتم) اسے قرآن کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیئے ، (۲)

محمد عبدہ نے انہی قسم کے خیالات کا اظہار اپنے تفسیری دروس میں بھی کیا ہے ، انہوں نے ان دروس میں تعدد ازدواج کے غیر مطلوب ہونے کے دلائل اسلامی شریعت اور اس کی روح کے حوالے سے بھی دیئے ہیں ، (۳) ساتھ ہی انہوں نے اس کی وجہ سے موجودہ ممری مسلم معاشرہ میں فساد و انتشار کا بھی حوالہ دیا ہے ، (۴) اور اس کی بنیاد پر انہوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی چیز کی وجہ سے کسی زمانے میں فساد و انتشار پیدا ہو جب کہ پہلے اس سے فساد نہیں ہوتا تھا تو حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے اس حکم کو

(۱) تاریخ الامام الشیخ محمد عبدہ ، سید رشید رضا ج ۲ ص : ۱۰۹ - ۱۱۲

(۲) تاریخ الامام ج : ۲ ص : ۱۱۲ - ۱۱۸

نیر دیکھئے تفسیر المنار ج : ۴ ص : ۲۴۸ - ۲۴۹

(۳) ایضاً ج : ۴ ص : ۲۴۹ ، ۲۵۱ ، ۲۵۲

(۴) ایضاً ج : ۴ ص : ۲۴۹

ضرور بدل دینا چاہیئے، اس لئے کہ فقہی قاعدہ ہے ”درء المفساد مقدم علی جلب المصالح“ (۱) گویا امام محمد عیدہ کے نزدیک چونکہ آج کے زمانے میں تعدد ارجاح سے معاشرے میں فساد اور انتشار پیدا ہو رہا ہے اس لئے اس کو ترک کر دینا چاہیئے،

شیخ محمد عیدہ علم و فضل، فصاحت و بلاغت اور ملکہ انشاء میں اپنے معاصریں ہر فائق تھے، وہ مصر جدید کی ادبی بیداری کے بانی ہیں، ان کے قلم نے عربی زبان کو ادبی، اخلاقی اور سیاسی غرض گوناگوں زندہ مضامین کے بیان کی قوت بخشی، ان سے پہلے علماء و خواص بھی علم بلاغت کے صحیح مفہوم سے نا آشنا تھے، جب وہ بیروت سے واپس آئے تو انہوں نے الارہر میں امام عبدالقادر الجرجانی کی کتابوں دلائل الامجاز اور اسرار البلاغة کا درس دینا شروع کیا، ان کا درس ادبی ہوتا جس سے ذوق سلیم کی پرورش ہوتی اور اسلوب بیان میں سادگی اور صفائی اور اثر انگیزی پیدا ہوتی۔ ان کے درس سے ان کے شاگرد رشید رضا، سعد زغلول، احمد تیمور، حافظ ابراہیم مصطفیٰ لطفی منغلوطی وغیرہ نے پورا فائدہ اٹھایا، اور آئندہ چل کر مصر کی ادبی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا، (۲)

(۱) ایضاً، ج ۴، ص: ۳۵۰
(۲) دائرة المعارف الاسلامیہ، مقالہ محمد عیدہ، ج ۱۹، ص: ۲۵۱-۲۵۲

عبدالرحمن الكواکبی

عبدالرحمن کواکبی کی پیدائش ۱۸۵۴ء میں حلب میں ہوئی ، ابھی وہ چھ ہی سال کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا ، چنانچہ ان کی پرورش و پرورش و پرداخت انطاکیہ میں ان کی خالہ صفیہ نے کی ، ابتدائی تعلیم حلب کے تعلیمی ادارے مدرسۃ الشیخ طاہر الکیزی میں حاصل کی ، کچھ عرصہ انطاکیہ میں رہ کر وہاں کے جید علماء سے استفادہ کیا ، پھر حلب واپس آکر اپنے خاندانی مدرسہ المدرسۃ الکواکبیہ میں علوم عربیہ اور فقہ و منطق کی تعلیم مکمل کی ، نیز عربی ، ترکی اور فارسی زبانوں میں مہارت حاصل کی ،

تعلیم سے فراغت کے بعد کواکبی نے سرکاری رسالہ ”الفرات“ میں مضامین لکھنے شروع کئے ، بعد میں وہ اس کے ایڈیٹر بھی بنائے گئے ، ۱۸۷۸ء میں انہوں نے اپنے ایک دوست ہاشم العطار کے ساتھ مل کر ’الشہداء‘ نامی ایک رسالہ نکالنا شروع کیا لیکن جلد ہی وہ بند ہو گیا ، تو ۱۸۷۹ء میں ایک دوسرا رسالہ ’الاعتدال‘ کے نام سے نکالا ، لیکن وہ بھی حکومت کے عتاب کا شکار ہونے کی وجہ سے جاری نہ رہ سکا ، اس کے بعد وہ مختلف سرکاری عہدوں پر فائز رہے ، (۱)

(۱) عبدالرحمن الكواکبی ، سامی الدھان ، ص : ۱۶ - ۲۱

کواکبی شروع ہی سے ترکی حکومت کے مخالف تھے ، وہ حکومت کے مظالم کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرتے رہے ، جس کا اظہار ان کی تحریروں سے بخوبی ہوتا ہے ، ان کو اس روش سے باز رکھنے کے لئے حکومت انہیں مختلف سرکاری عہدے دیتی رہی ، اور انعامات سے نوازتی رہی ، مگر ان کے مشن میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی ، انہیں اپنے اس رویہ کی بنا پر بسا اوقات جیل بھی جانا پڑا ، یہاں تک کہ ۱۸۹۹ء میں وہ خفیہ طریقے سے مصر ہجرت کر گئے ، (۱) وہاں پہنچ کر وہ سید رشید رضا ، محمد کرد علی ، عبدالقادر مغربی ، ابراہیم سلیم نجار اور دیگر دوستوں کے ساتھ مل کر مصر کے سیاسی و سماجی مسائل میں حصہ لینے لگے ، ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اسلامی ممالک کا دورہ کیا ، اس سفر میں وہ کراچی اور بمبئی بھی گئے ، تقریباً چھ ماہ کی طویل سیاحت کے بعد مصر لوٹے ، واپسی کے تین ہی مہینے کے بعد ۱۹۰۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا ،

کواکبی ایک انقلاب پسند لیڈر تھے ، وہ اپنی پوری زندگی مظلوموں اور بے کموں کی مدد و حمایت اور استبدادی حکومت کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہے ، اس سلسلہ میں ان کی دو معرکہ الآراء تعانیف 'ام القرى' اور 'طبائع الاستبداد' دنیا بھر میں کافی شہرت رکھتی ہیں ، یہ دونوں کتابیں ان کے ہجرت مصر کے بعد رسالہ المنسار اور المؤید میں سلسلہ وار شائع ہوئیں ، ان کا معودہ وہ اپنے ساتھ حلب لے گئے تھے یہ مضامین بغیر ان کے نام کے شائع ہوتے تھے ، بعد میں وہ کتابی صورت میں شائع ہوئے ، (۲)

اپنی کتاب طبائع الاستبداد میں انہوں نے استبداد کی بہت سی قسموں سے بحث کرتے ہوئے آخر میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں ، انہوں نے لکھا ہے کہ استبداد علم اور ترقی کا سب سے بڑا دشمن ہے ، وہ انسان کو آزادی سے محروم اور اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کر دیتا ہے ،

کواکبی نے استبداد کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہوئے عورت کی بہت حالت کا بھی جائزہ لیا ہے ، انہوں نے اسے معاشرہ کا نصف حصہ بتاتے ہوئے اس کے حقوق کی بحالی کا مطالبہ کیا ہے ، انہوں نے لکھا ہے کہ عورتوں نے اپنے کمزور ہونے کا بہانہ کر کے اپنے آپ کو ہر کام سے پیچھے کر لیا ہے ، شجاعت اور بہادری کو صرف مردوں کا حصہ

(۱) عبدالرحمن الکواکبی ، سامی الدھان ، ص : ۲۸

(۲) عبدالرحمن الکواکبی (زندگی اور افکار) محمود الحق ، ص : ۹۵، ۶۶، ۶۷

سمجھا جائے لگا ہے ، عورتیں اپنے بچوں کے ذہنوں میں بھی ایسے ہی تصورات راسخ کرتی ہیں ، یہ بھی استبداد کی ایک قسم ہے ، (۱)

کواکبی کی دوسری کتاب ام القرى ہے جو ایک خیالی مؤتمر اسلامی کا نقشہ پیش کرتی ہے ، اس کتاب کے ذریعہ کواکبی نے یہ بات کہنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان آج انحطاط اور پستی کا شکار ہیں ، ذلت اور نکبت ان پر مسلط ہے ، چنانچہ انھیں اس سے نکالنے کے لئے کوشی نہ کوشی راہ نکالی جانی چاہیے ، اور اس کے حل کے لئے اسباب تلاش کئے جائے چاہئیں ،

اپنی اس کتاب میں کواکبی نے عورت کی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا ہے اور اس کی جہالت کو امت کی پسماندگی اور انحطاط کا سب سے بڑا سبب بتایا ہے انھوں نے حضرت عائشہ اور دیگر صحابیات کی مثال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عہد اول میں بڑی بڑی عالمات ، فقیہات ، شاعرات اور محدثات گزری ہیں ، جو ہمارے لئے اس بات کا نمونہ ہیں کہ تعلیم عورت کے لئے بھی ضروری ہے ، علم و فہم اور پاکدامنی کا ضامن ہے ، جب کہ جہالت فقر و فجور کا ذریعہ ہے اور اولاد کی تربیت کے لئے بھی مضر ہے ، فرماتے ہیں :

”إِنَّ لِلانحلال أَخْلَاقًا سَيِّئًا مَبْهُتًا آخِرُ أَيُّهَا يَتَعَلَّقُ بِالنِّسَاءِ ، وَ هُوَ تَرْكِبُنْ جَاهِلَاتٍ عَلَى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْلَانَا ، حَيْثُ كَانَ يَوْجَدُ عِلْمِي نِسَائِنَا كَأَمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - الَّتِي أَخْضَا عَنْهَا نَعْفَ عُلُومِ دِينِنَا ، وَ كَمَثَلَاتٍ مِنَ الصَّاحِبِيَّاتِ وَ التَّابِعِيَّاتِ ، رَاوِيَّاتِ الْحَدِيثِ ، وَ الْمُتَفَقِّهَاتِ فَضْلًا عَنْ أُلُوفٍ مِنَ الْعَالِمَاتِ وَ الشَّاعِرَاتِ اللَّائِي فِي وَجُودِهِنَّ فِي الْعَهْدِ الْأَوَّلِ بَدُونَ انْكَارِ حُجَّةٍ دَامِغَةٍ تَرْفَعُ أَنْفَ غَيْرَةِ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّ جَهْلَ النِّسَاءِ أَحْفَظُ لِعِفَّتِهِنَّ ، فَضْلًا عَنْ أَنَّه لَا يَقُومُ لَهُمْ بَرَهَانٌ عَلَى مَا يَتَوَهَّمُونَ ، حَتَّى يَمُخَّ الْحُكْمُ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ يَدْعُو لِلْفَجْرِ ، وَ أَنَّ الْجَهْلَ يَدْعُو لِلْعَفَةِ ، نَعَمْ ، رُبَّمَا كَانَتْ الْعَالِمَةُ أَقْدَرُ عَلَى الْفَجْرِ مِنَ الْجَاهِلَةِ ، وَ لَكِنْ الْجَاهِلَةُ أَجْرٌ عَلَيْهِ مَسْنُوعٌ مِنَ الْعَالِمَةِ ثُمَّ إِنَّ فُرُجَ جَهْلِ النِّسَاءِ وَ سُوءَ تَأْثِيرِهِ فِي أَخْلَاقِ الْبَنِينَ وَ الْمَنَاتِ أَمْرٌ وَاضِحٌ قَنَى عَنِ الْبَيَانِ“ (۲)

(ہمارے اخلاق میں فساد پیدا ہونے کا ایک دوسرا اہم سبب ہے ، یہ بھی

(۱) طبائع الاستبداد : عبدالرحمن کواکبی ، ص : ۵۴

(۲) ام القرى : عبدالرحمن کواکبی ، ص : ۱۵۰

عورتوں سے متعلق ہے ، اور وہ یہ کہ اسلاف کی روایات کے برخلاف انھیں جاہل رکھا جاتا ، ہمارے اسلاف میں ام المومنین عائشہ بھی تھیں جن سے ہم تک نصف علوم دیں پہنچے ہیں ، احادیث کی روایت کرنے والی اور دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والی سیکڑوں صحابیات اور تابعیات ہیں اور صدر اول میں پائی جانے والی ہزاروں ذی علم اور شاعر خواتین ہیں ان کا وجود ان لوگوں کے خلاف ایک زبردست دلیل ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ عورتوں کے جاہل رہنے سے ان کی عفت و عصمت کی زیادہ حفاظت ہوتی ہے جو لوگ اس قسم کی بات کہتے ہیں ، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے جس سے ان کی یہ بات ثابت ہو سکے کہ علم بے حیائی اور فجور کو دعوت دیتا ہے اور جہالت پاکدامنی کو مستلزم ہے ، ہاں بسا اوقات ایک علم رکھنے والی عورت جاہل عورت کے مقابلے میں ہراشی کرنے پر زیادہ قادر ہوتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جاہل عورت بڑھی لکھی عورت کے مقابلے میں اس پر زیادہ جری ہوتی ہے ، پھر یہ کہ عورتوں کے جاہل رہنے سے لڑکیوں اور لڑکوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے ، یہ چیز بہت واضح اور محتاج بیان نہیں ہے ،)

کواکبی حجاب کے حامی ہیں ، ان کے نزدیک تعلیم حاصل کرنے کے لئے عورت کو بے حجاب نہیں ہونا چاہیئے ، انھوں نے حجاب کے فائدے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی رعایت نہ رکھنے سے بے حیائی اور فجور کا دروازہ کھل جاتا ہے ، لکھتے ہیں :

”فأمرت (الشریعة الاسلامیة) باحتجابہن احتجاباً محدوداً بعدم
إبداء الزینة للرجال الأجانب ، و عدم الاجتماع بہم فی خلوة أو لغير
لزم ، و أمرت باستقرارہن فی البیوت ، إلا لحاجة ، و لاشک أنه ما
وراء هذه الحدود ، إلا فتح باب الفجور“ (۱)

(اسلامی شریعت نے محدود طور پر عورتوں کے حجاب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ، چنانچہ اس نے عورتوں سے کہا ہے کہ وہ غیر مردوں کے سامنے زینت کا اظہار نہ کریں ، ان کے ساتھ خلوت میں اور بلا ضرورت نہ رہیں بغیر کسی ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلیں ، اور یقیناً ان حدود سے تجاوز کرنے سے فجور کا باب وا ہوتا ہے ،)

عبدالرحمن کواکبی نے اپنے ما فی الضمیر کی ادائیگی کے لئے پختہ ، سہل اور پرتاثر اسلوب اختیار کیا ، انھوں نے قدیم اسلوب جرم میں مجازات کا کثرت سے

استعمال اور سجع کی بھرمار ہوتی ہے ، ترک کر کے ایک ایسا اسلوب اپنایا جو تعبیرات کے حسن ، جملوں کی ہم آہنگی ، عبارت کے تسلسل اور فکر کی گہرائی سے عبارت ہے ، انھوں نے ایسے موضوعات اختیار کئے جو اگرچہ خالص ادبی نہ تھے لیکن ان میں اظہار خیال انھوں نے ادبی اسلوب میں کیا ، ان کی دونوں کتابوں — طبائع الاستبداد اور ام القرى — میں استبداد ، جہالت ، فقر ، حب الوطنی اور بدعات و خرافات کے غلبہ وغیرہ کی تصویر کشی کے دلکش نمونے ہیں ، اسی طرح ان میں قوم کے شعور کو بیدار کرنے اور انھیں ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے ایسے مؤثر خطبے ہیں جو تعبیر کی متانت ، تصویر کشی کی واقعیت اور فکر کی گہرائی میں عربی زبان کے قدیم خطبوں کی پیاد دلاتے ہیں ، اگرچہ ان کی تحریریں صرف معاشرتی ، سیاسی اور دینی موضوعات پر ہیں لیکن ان میں وہ ایسے ادیبانہ نظر آتے ہیں کہ کم ہی ادباء ان کی ہم سہری کر سکتے ہیں ، (۱)

سعد زغلول

سعد زغلول کی پیدائش ۱۸۵۷ء میں مصر کے ایک غیر معروف گاؤں ابیانہ میں ہوئی ، ابتدائی تعلیم انہوں نے ایک مکتب میں حاصل کی ، بچپن میں والد کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے ان کی پرورش و پر داخت ان کے بڑے بھائی نے کی ، ۱۸۷۱ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جامع ازہر گئے جہاں انہیں شیخ محمد عبدہ اور جمال الدین افغانی سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا ، شیخ محمد عبدہ کے دروس اور جمال الدین افغانی کی تحریروں نے ان کے اندر آزادی کی روح بھونکی ، چنانچہ وہ پوری زندگی وطن کی آزادی کے لئے کام کرتے رہے ،

سعد زغلول نے قانون کی ڈگری حاصل کی ، اس کے بعد وہ حکومت کی جانب سے مختلف عدالتی مناصب پر فائز رہے ، ۱۸۹۲ء میں انہیں قاسم امین کے ساتھ محکمۃ الاستئناف کا نائب قاضی اور دو ہی سال کے عرصہ میں دونوں کو مستشار بنادیا گیا ،

۱۹۱۹ء میں مصر میں برپا ہونے والی تحریک آزادی میں سعد زغلول کا اہم کردار ہے ، ان کی سیاسی جماعت کو وفد پارٹی کے نام سے شہرت ملی ، مصر کی آزادی سے قبل انگریزی عہد حکومت میں وہ متعدد وزارتوں پر فائز رہے ، سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے ان کو کئی مرتبہ ظلوٹ کیا گیا ، ان کی پارٹی کو مصری پارلیمنٹ کے متعدد انتخابات میں کامیابی حاصل ہوئی ،

سعد زغلول قاسم امین کے گہرے دوسوں میں سے تھے ، اور ان کے خیالات کے زبردست حامی تھے ، آزادی نسوان کے مسئلے میں قاسم امین کے خیالات کی حمایت کرنے اور انھیں عام کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا ، قاسم امین کو پورا یقین تھا کہ عورت کے بارے میں اس کے خیالات سعد زغلول کے ہاتھوں ہی عملی شکل اختیار کریں گے ، اسی لئے انھوں نے اپنی کتاب 'المرأة الجديدة' کا اسباب امر کر طری کیا ہے ، سعد زغلول نے بھی متعدد مواقع پر قاسم امین سے اپنی رفاقت اور دونوں کے درمیان فکری یکسانیت کا تذکرہ کیا ہے ، یکم فروری ۱۹۲۲ء کو فرانس کے مدرسۃ الحقوق کے طلبہ کے وفد (جن میں لڑکیاں بھی شامل تھیں) سے ملاقات کے وقت انھوں نے ان خیالات کا اظہار کیا :

"انی من انصار تحرير المرأة ، و من المقتنعين به ، لأنه بغير هذا التحرير لا نستطيع بلوغ غايتنا ، و بقينى هذا ليس وليد اليوم ، بل هو قديم العهد ، فقد شاركت منذ امر بعيد ، صديقى المرحوم قاسم بك امين فى افكاره التى ضمنها كتابه الذى أهدها الى (سرمد كتاب المرأة الجديدة) فعلاً عن أن الدور الذى قامت به المرأة المصرية فى حركتنا الوطنية كان عظيماً و نافعاً فاستمررن اذن فى العمل الذى بدأئن به ، و انا ضامن لكن النجاح التام" (۱)

(میں آزادی نسوان کے حامیوں اور اس کے قائلین میں سے ہوں ، اس لئے کہ آزادی کے بغیر ہم اپنے مقصد کو نہیں پہنچ سکتے ، میرا یہ یقین آج نہیں بلکہ ایک طویل زمانہ سے ہے ، میرے مرحوم دوست قاسم امین نے اپنی کتاب المرأة الجديدة (جس کا اسباب انھوں نے میری طرف کیا ہے) میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں ان سے متفق ہوں ، مصری عورت نے ہماری وطنی تحریک میں جو کردار انجام دیا ہے ، وہ بہت عظیم اور مفید ہے اگر وہ اسی طرح کام کرتی رہی تو میں اس کے لئے کامیابی کی ضمانت دیتا ہوں)

سعد زغلول امیرہ نازلی فاضل کی مجالس میں شرکت کیا کرتے تھے ، اور اس کے خیالات کے زبردست حامی تھے ، وہیں سے ان کے افکار و خیالات کو جلا ملی ، لارڈ کرومر سے بھی ان کے دوستانہ تعلقات تھے ، اسی سے انھیں ان کی خدمات کے صلہ میں 'وزارۃ المعارف' (وزارت تعلیم) کے عہدہ پر فائز کیا تھا ، سعد زغلول بڑے آزاد خیال اور پردے سے سب نفرت کرے والے تھے ، ان کے وزیر

تعلیم بننے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک مریضہ قاہرہ میں مصری عورتوں کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ، جب وہ ان کے پاس گئے تو یہ دیکھ کر مبہوت رہ گئے کہ تمام عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں ، انہوں نے ان کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور شرط رکھی کہ وہ اس وقت تک ان سے ملاقات نہیں کریں گے جب تک وہ عورتیں اپنے چہرے نہ کھول دیں ، عورتوں نے انکار کیا اور مجلس بعیر ان کی ملاقات کے برخاست ہو گئی ، (۱)

جریدہ الجہوریۃ نے لکھا ہے کہ ۱۹۱۹ء میں جو خواتین سعد زغلول کی تقریریں سننے کے لئے آیا کرتی تھیں ان پر انہوں نے یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیں ، (۲)

برطانیہ نے سعد زغلول اور ان کے حامیوں کو ایک زمانہ میں جزیرہ سینیل کسی طرف جلاوطن کر دیا ، کچھ دنوں بعد انہیں دوبارہ مصر آنے کی اجازت دے دی ، اور انہیں وزیر اعظم کے عہدے پر فائز کر کے ان سے ایک معاہدہ طے کر لیا تاکہ مصر پر برطانوی قبضے کو جواز مل سکے ، مصر میں ان کا شاندار طریقے سے استقبال کیا گیا ، مردوں اور عورتوں کے الگ الگ خیمے لگائے گئے ، جب سعد زغلول پردہ نشین عورتوں کے خیمے کی طرف آئے تو ہدی شعراوی نے ان کا استقبال کیا ، اس وقت وہ نقاب اوڑھے ہوئے تھیں ، سعد زغلول نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ہنستے ہوئے اس کے چہرے سے نقاب ہٹا دی ہدی شعراوی نے تالی بجا دی اور دوسری عورتوں نے بھی اس کے جواب میں تالی بجا دی اور اپنا نقاب الٹ دیا ، (۳)

آرادی نسوان کی تحریک کو بڑھاوا دینے میں سعد زغلول کی بیوی صفیہ زغلول کا بھی اہم کردار ہے ، ۱۹۱۹ء میں انہوں نے عورتوں کے پہلے معاہدے کی ہدی شعراوی کے ساتھ قیادت کی ، اس کے علاوہ بھی ان کی اس سطح میں بہت خدمات ہیں مگر اس کے بارے میں اس سے زیادہ تفصیل نہ مل سکی ،

سعد زغلول کو ادب اور انشأ پر داری کا ذوق ابتدا ہی سے تھا ، اس سطح پر

(۱) عودۃ الحجاب ، محمد احمد اسماعیل ، ص : ۸۴

(۲) جریدہ الجہوریۃ ۱۹۱۸/۲/۲۰ (بحوالہ عودۃ الحجاب : ص : ۸۰)

(۳) عودۃ الحجاب ، ص : ۸۰ - ۸۱

میں جمال الدین افغانی اور محمد عبده سے استفادہ کیا تھا ، بیان کیا گیا ہے کہ اہل مرتبہ جمال الدین افغانی نے اپنے شاگردوں سے آزادی پر اہل مقالہ لکھنے کو کہا ، ان میں سب سے اچھی تحریر سعد زغلول کی تھی ، (۱) محمد عبده نے جب حکومت کے جریده 'الوقائع المصرية' کی ادارت سنبھالی تو ۱۸۸۰ء میں سعد زغلول کو اپنا معاون منتخب کیا ، اس جریده کے ذریعہ سعد زغلول نے پوری آزادی ، جرأت اور قوت کے ساتھ اپنے افکار و خیالات کا اظہار کیا ، سعد زغلول کا اسلوب تحریر بہت سلیس اور واضح تھا ، اس میں ابہام اور پیچیدگی تھی نہ مشکل الفاظ کا استعمال ، البتہ اس میں فکر کی عظمت اور مقصدیت کی واضح طور پر عکاسی ہوتی ہے ،

(۱) سعد زغلول راشد الکفاح الوطنی ، قدری قلعجی ، ص : ۷

قاسم امین

قاسم امین عالم عرب میں ”محرر المرأة“ (آزادیٰ نسوان کا علم بردار) کے لقب سے جانے جاتے ہیں ، گرچہ ان سے پہلے بہت سے لوگوں نے عورت کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلائی تھی اور مساوات مرد و زن کا نعرہ بلند کیا تھا مگر اس میدان میں سب سے زیادہ شہرت قاسم امین ہی کو ملی ، انھوں نے آزادیٰ نسوان کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا اور اپنی پوری زندگی اسی کی تبلیغ میں صرف کی جو بعد میں ان کی شخصیت کو نمایاں کرنے کا محرک بنا ،

قاسم امین یکم دسمبر ۱۸۶۲ء میں قاہرہ کے ایک نواحی بستی طرہ میں پیدا ہوئے (۱) جہاں ان کے والد امین بك ایک فوجی چوکی میں مقیم تھے ، امین بك نے مصر کے مدرسہ حربیہ میں عسکری تعلیم حاصل کی تھی اور ترقی کرتے کرتے امیرالای کے عہدے تک پہنچ گئے تھے (۲) قاسم امین کی پرورش و پرورش طرہ ہی میں ہوئی ، ابتدائی تعلیم اسکندریہ کے سب سے مشہور پرائمری اسکول ’مدرسة رأس التین‘ میں حاصل کی

(۱) بعض مورخین نے ان کی پیدائش کا سال ۱۸۶۵ء بتایا ہے ، دیکھئے :

۱- تاریخ الادب العربی ، حنا الفاخوری ، ص : ۱۰۵۲

۲- معجم المؤلفین ، عمر رضا کحالیہ ، ص : ۱۱۴

(۲) قاسم امین : احمد خاکی ، ص : ۲- ۵

اس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ قاہرہ منتقل ہو گئے ، وہاں مدرسۃ التجهیزۃ میں داخلہ لیا جو ان دنوں خدیوہ کے نام سے مشہور تھا ، قاسم امین کی تعلیم کا دائرہ نہ صرف درسیات تک محدود تھا ، بلکہ فرانسیسی ادب پر خصوصی توجہ کے ساتھ معاشرت اور تاریخ کی مختلف کتابوں کا بھی بڑی گہرائی سے مطالعہ کرتے رہتے تھے اس مدرسہ سے فراغت کے بعد مدرسہ الحقوق و الادارة میں داخل ہوئے جہاں سے ۱۸۸۱ء میں قانون کی ڈگری حاصل کی ، اسی سال اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اسپسک تعلیمی وفد کے ساتھ فرانس چلے گئے ، اور مونٹپلیہ کے لا کالج میں داخلہ لے کر قانون کی بقیہ تعلیم کی تکمیل کی ، (۱)

فرانس کے دوران قیام قاسم امین کو شیخ جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبده کی صحبت میں رہنے اور ان سے مستفید ہونے کا موقع ملا ، جو ان دنوں فرانس میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے ، اور مغربی استعمار کے خلاف مسلمانوں کو متحد کرنے میں سرگرم تھے ، اس کام کے لئے انھوں نے پیرس میں ”جمعية العروة السیاسیة“ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ، قاسم امین اس سے وابستہ ہو گئے ، اس تنظیم کے تحت ۱۸۸۶ء میں ایک جریدہ ”العروة الوثقی“ نامی شائع ہونا شروع ہوا ، نامساعد حالات کی بنیاد پر وہ صرف چند ماہ ہی جاری رہ سکا ، قاسم امین نے جریدہ کا بغور مطالعہ کیا جس کا ان کی زندگی پر بڑا گہرا اثر پڑا ، بعد میں انھوں نے اسی روح اور اسی جذبہ کے تحت مصر کی معاشرتی اصلاح کے لئے کام کیا ، قانون کے امتحان میں انھوں نے نمایاں کامیابی حاصل کی ، اور انھیں گولڈ میڈل سے نوازا گیا ، فرانس میں تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں اپنے استاد لرنود کی خدمت میں رہ کر عملی تجربہ حاصل کیا بالآخر چار سال مکمل کرنے کے بعد ۱۸۸۵ء میں مصر واپس آ گئے ، اس وقت ان کی عمر صرف ۲۲/ سال تھی (۲) واپسی کے چند ہی دنوں کے بعد نیابة المختلطة میں مساعد مقرر ہوئے ، پھر ۱۸۸۷ء میں قسم قضایا الحكومة سے وابستہ ہو گئے ، ۱۸۸۹ء میں بنی سوہب میں رئیس النيابة کے عہدے پر فائز ہوئے ، اور اس منصب پر دو سال تک رہے ، اس دوران انھوں نے بہت سے ان ملزمین کو رہائی دلائی جو عرابی پاشا کی بغاوت میں

(۱) قاسم امین : ماہر حسن فہمی ، ص : ۲۳

(۲) ایضاً ص : ۶۷ - ۵۱

حصہ لینے کے جرم میں حکومت کے قید میں تھے ، اس کے بعد اسی منصب پر ان کی طنطا منتقلی ہو گئی ، یہاں ان کا سب سے اہم کارنامہ عبداللہ الندیم کی جان بخشی کے بعد ان کی جلاوطنی ہے۔ عبداللہ الندیم کو مراہی پاشا کی بغاوت میں حصہ لینے کی بنا پر پھانسی کا فیصلہ سنا دیا گیا تھا ، بیرونی تعلق کی ابتدا ہی سے وہ مدبریہ الغربیہ میں روپوش تھے ، قاسم امین انہیں لے کر قاہرہ پہنچے اور ریاض پاشا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے معافی کی درخواست کی ، اور طنطا اسی وقت لوٹے جب کہ ان کو شام کی طرف جلاوطن ہونے کا حکم دے دیا گیا ، (۱)

۱۸۹۲ء میں قاسم امین کو محکمة الاستئناف میں نائب قاضی بنایا گیا ، ان کے ساتھ ان کے دو دوست سعد زغلول اور بحیی ابراہیم بھی تھے ، اس منصب پر ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ مستشار کے عہدے پر ترقی مل گئی اور زندگی کے آخری ایام مستشار ہی کی حیثیت سے گزارے ، ۲۳ / اپریل ۱۹۰۸ء میں جب کہ نادى المدرسة العليا میں رومانی طالبات کے ایک استقبالیہ میں تقریر کر کے واپس لوٹ رہے تھے کہ ان کا ہارٹ اٹیک ہو گیا ، (۲) اس طرح اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے ، ان کی عمر صرف ۴۵ سال تھی ،

قاسم امین کی توجہ کا مرکز نئی نسل کی تعلیم و تربیت تھی ، چنانچہ انہوں نے قوم کو جہالت اور محرومی سے نکالنے کی جدوجہد میں اپنی پوری زندگی صرف کی ، مصری معاشرہ میں ایک تعلیم یافتہ طبقہ وجود میں لانے کے لئے اپنے بعض دوستوں کے ساتھ مل کر ایک یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ بنایا ، ۱۹۰۶ء میں سعد زغلول کے گھر پر اس کی ابتدائی منصوبہ سازی کی گئی ، جس کے نتیجے میں ایک کمیٹی تشکیل پائی اس کمیٹی کا صدر سعد زغلول کو اور سکرٹری قاسم امین کو بنایا گیا ، پھر جب سعد زغلول وزیر تعلیم بنائے گئے تو کمیٹی کی صدارت کی ذمہ داری قاسم امین نے سنبھالی ، ۱۹۰۸ء میں قاسم امین کی وفات کے چند ماہ بعد اس یونیورسٹی کا افتتاح ہوا ، (۳) اس کے علاوہ قاسم امین نے ایک رفاہی تنظیم "الجمعية الخيرية الاسلامية" کے نام سے قائم کی تھی ، (۴) لیکن اس کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی ،

(۱) قاسم امین : و داد سکاکینی ، ص : ۳۴

(۲) قاسم امین : احمد خاکی ، ص : ۱۵

(۳) ایضاً ص : ۱۲۸ - ۱۳۲

(۴) ایضاً ص : ۱۸ - ۱۹

ایک زمانہ سے مصری عورت جہالت اور دوسری قدیم روایات کی پیڑیوں میں جکڑی ہوئی تھی ، وہ تعلیم اور دیگر معاشرتی حقوق سے تقریباً محروم تھی ، لڑکیوں کی تعلیم کے لئے چند مدرسے قائم بھی کئے گئے مگر عموماً والدین اپنی لڑکیوں کو وہاں بھیجنا پسند نہیں کرتے تھے ، زندگی کے دیگر معاملات میں بھی اسے آزادی حاصل نہ تھی اس کی مرضی معلوم کئے بغیر اس کے متعلق جب اور جیسا چاہا جاتا فیصلہ کر لیا جاتا قاسم امین سے پہلے اگرچہ متعدد لوگوں نے عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں اپنی آواز بلند کی اور اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا مگر ان کی دعوت صرف عورت کی تعلیم ہی تک محدود تھی ، زندگی کے دیگر مسائل پر اگر انھوں نے کچھ کہا بھی تو سرسری طور سے اور نہایت ہی مدہم آواز میں ، لیکن قاسم امین نے تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسرے مسائل پر بھی خصوصی توجہ دی ، انھوں نے پوری جرأت کے ساتھ تعلیم اور دیگر معاشرتی حقوق کی بات کہی اور عورت کی آزادی کو ایک تحریک کی شکل دے دی ، غرض یہ کہ انھوں نے اپنی پوری زندگی اپنے اسی مشن کی تبلیغ میں صرف کی ، یہی وجہ ہے کہ انھیں محرر المرأة (آزادی نسوان کا علم بردار) کے لقب سے جانا جاتا ہے ،

قاسم امین مصری افق پر نہ صرف ایک سماجی مصلح کی حیثیت سے نمودار ہوئے بلکہ انھیں ایک محب وطن اور ماہر قضا و قوانین کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے ، یہ ان کی وطن دوستی ہی کا جذبہ تھا کہ انھوں نے فرانسیسی مصنف بوق دارکور کسی اس کتاب کا منہ توڑ جواب دیا جو اس نے مصری معاشرہ کو تنقید اور استہزاء کا نشانہ بناتے ہوئے لکھی تھی ، اور جس میں مصری پسماندگی اور عورتوں کی جہالت اور پستی کا رونا روپا تھا ، حالانکہ بعد میں قاسم امین نے انہی نکات کو ابھار کر انھیں آزادی نسوان کے لئے استعمال کیا ، قضا و قوانین کی دنیا میں بھی وہ اعلیٰ مقام پر فائز تھے ، ان کے بعض فیصلے تاریخی اہمیت رکھتے ہیں ، وہ مظلوموں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے تھے ، خواہ وہ ان کے دوست ہی کیوں نہ ہوں ، (۱) عفو و درگزر اور رحم دلی کی جانب ان کا غیر معمولی رجحان تھا جیسا کہ ان کے فیصلوں سے ظاہر ہوتا ہے ،

قاسم امین نے اپنی زندگی کے اہم مختصر عرصہ میں پانچ کتابیں تصنیف کیں :

۱۔ المصربون — رد علی دوق دار کور

۲۔ اسباب و نتائج و اخلاق و مواعظ

۳۔ تحریر المرأة

۴۔ المرأة الجديدة

۵۔ کلمات فی الاخلاق

اول الذکر کتاب فرانسیسی زبان میں ہے ، جو فرانسیسی مصنف دوق دار کور کسی کتاب کے رد میں لکھی گئی تھی ، بقیہ کتابیں عربی میں ہیں ، دوسری کتاب اصلاً ان مقالات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف مجلات و جرائد میں شائع ہوتے تھے ان کا مرکزی موضوع معاشرتی اصلاح ہے ، کلمات فی الاخلاق ان کی بعض مختصر تحریروں کا مجموعہ ہے ، وہ وقتاً فوقتاً اپنے ذہن میں آنے والے افکار و خیالات کو اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا کرتے تھے ، ان کی وفات کے بعد ان کے بعض دوستوں نے اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا ، تحریر المرأة اور المرأة الجديدة ان کی شہرہ آفاق کتابیں ہیں ان میں انھوں نے معاشرتی اصلاح کی فکر پیش کرتے ہوئے عورت کی تعلیم و تربیت حجاب ، تعدد ازدواج اور طلاق جیسے موضوعات پر بحث کی ہے ، ان کتابوں ہی کی بدولت قاسم امین کو مصر کی جدید تاریخ میں وہ شہرت دوام حاصل ہوئی جو بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ، (۱)

(۱) ان کتابوں کا ترجمہ یورپی زبان میں ہو چکا ہے ، تحریر المرأة کا ترجمہ ۱۹۱۸ء میں جرمن زبان میں ہوا ، اور اس سے قبل ۱۹۱۲ء میں المرأة الجديدة کا ترجمہ روسی زبان میں ہوا ، قاسم امین : وداد سکاکینی ، ص : ۵۲

عبد القادر المغربي

عبد القادر مغربی ۱۸۶۷ء میں لاذقیہ میں پیدا ہوئے، جہاں ان کے والد منصب قضا پر فائز تھے، پھر وہ اپنے والد کے ہمراہ طرابلس الشام منتقل ہو گئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد اور خاندان کے ممتاز علماء و فضلاء سے حاصل کی، دس سال کی عمر میں قرآن ختم کیا، اور مشہور علمی متون جیسے اللفیہ، الاجرومیة، السنوسیہ اور جوهرة التوحید کو زبانی یاد کیا، ان کے والد ایک علم پرور انسان تھے وہ ان کے لئے مختلف علوم و فنون کے قواعد فراہم کرتے، اور انہیں حفظ کرنے کی طرف متوجہ کرتے، اس طرح ان کے اندر بچپن ہی سے تعلیم کا شوق پیدا ہو گیا تھا، ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد عبد القادر طرابلس کے ایک مشہور اسکول المدرسة الوطنية میں داخل ہوئے، یہ پہلا اسکول تھا جہاں جدید تعلیم دی جاتی تھی اس کے بانی شیخ حسین الجبر تھے، ان سے عبد القادر نے خوب استفادہ کیا، اس اسکول میں تعلیم کے دوران ہی ان کی ملاقات شیخ محمد رشید رضا سے ہوئی جو ان دنوں وہیں زیر تعلیم تھے، پھر یہ مدرسہ بند کر دیا گیا، اور اسناد شیخ حسین الجبر بیروت کے مدرسہ المدرسة السلطانیہ میں منتقل ہو گئے، عبد القادر بھی اپنے چند دوستوں کے ساتھ وہاں گئے اور اپنے استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، پھر جب ان کے استاد اسے چھوڑ کر طرابلس لوٹے تو وہ سب بھی ان کے ساتھ واپس آ گئے، اور المدرسة

الرحیمة میں ان سے استفادہ کیا ، عبدالقادر سید رشید رضا کے ساتھ آداب اللہ اور معری علوم کے حصول اور جرائد و مجلات کے مطالعہ میں برابر شریک رہے ، حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کی شخصیت کو پروان چڑھانے اور ان کی فکر کو صحیح رخ دینے میں ان کے استاد علامہ الجبر کا بہت بڑا ہاتھ ہے ، (۱)

عبدالقادر شیخ جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ سے کافی متاثر تھے ، اس وقت جب کہ وہ المدرسة السلطانیہ بیروت میں رہتے تعلیم تھے انھوں نے جریدہ العروۃ الوثقی کا بغور مطالعہ شروع کیا اور اس کا گہرا اثر قبول کیا ، ۱۸۹۲ء میں جب جمال الدین افغانی آستانہ میں تھے ، مغربی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ایک سال تک ان کی صحبت میں رہ کر ان سے استفادہ کیا ، پھر طرابلس واپس آگئے اور اسی وقت سے دینی ، معاشرتی اور سیاسی اصلاحات میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۰۴ء میں انھوں نے سلطان عبدالحمید کی حکومت کے خلاف ایک قصیدہ لکھا ، سلطان نے ناراض ہو کر انھیں قید میں ڈال دیا ، چند مہینوں کے بعد رہائی تو مل گئی لیکن حکومت کی برابر ان پر نظر رہی ، اس سے تنگ آکر انھوں نے خفیہ طور سے قبریں ہوتے ہوئے مصر کا سفر کیا ، جون ۱۹۰۵ء میں وہ مصر پہنچے ، ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ محمد عبدہ کا انتقال ہو گیا ، مغربی نے مصر میں صحافت کا میدان اختیار کیا (اور مصری جرائد الظاہرہ اور المؤید میں مقالات لکھنے شروع کئے) ، (۲)

۱۹۰۸ء میں جب عثمانی دستور کا اعلان کیا گیا تو مغربی شام لوٹے اور مصری اخبارات اللواء ، الشعب ، العلم اور الہدایہ وغیرہ میں برابر مضامین لکھتے رہے ۱۹۱۱ء میں انھوں نے طرابلس الشام میں البرہان کے نام سے ایک جریدہ نکالنا شروع کیا ، اس میں دینی موضوعات کے ساتھ ساتھ سیاسی موضوعات بھی ہوتے تھے ، اس رسالے کے سارے مضامین مغربی ہی کے قلم سے ہوتے تھے ، بعد میں امیر شکیب ارسلان اور اسحاق النشاشیبی وغیرہ نے بھی اس میں لکھنا شروع کیا ، (۳)

۱۹۱۳ء میں عثمانی حکومت نے عرب معالک میں دینی تعلیم کے ادارے کھولنے کا ارادہ کیا ، اس کام کے لئے اس نے ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا جو شکیب ارسلان ،

(۱) محاضرات عن الشيخ عبدالقادر مغربی ، محمد اصف ظلیس ، ص : ۱۲

(۲) ایضاً ، ص : ۲۱

(۳) ایضاً ، ص : ۲۲

عبدالعزیز جاویش اور عبدالقادر مغربی پر مشتمل تھا ، اس وفد نے مدینہ منورہ کا دورہ کیا ، اور معہد دار الفنون کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کئے جانے کا اعلان کیا ، مگر اچانک جنگ چھڑ جانے کی بنا پر یہ منصوبہ نامکمل رہ گیا اور وفد شام واپس آگیا ، (۱)

۱۹۱۵ء میں عثمانی وزارت اوقاف نے قدس میں الكلية الصلاحية نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا تو اس کے لئے عبدالقادر مغربی کی خدمات حاصل کیں ، وہ اس میں عربی زبان و ادب ، فنون بلاغت اور سیرت نبوی کا درس دیتے رہے ، پھر جب عثمانی حکومت نے ۱۹۱۶ء میں جریدہ الشرق نکالنا شروع کیا تو مغربی کو اس کا مدیر بنایا گیا ، وہ اس میں لغوی ، ادبی ، اصلاحی اور سیاسی مقالات لکھتے تھے اس کے بعد بکے بعد دیگرے دمشق ، مصر اور بغداد کی اکیڈمیوں کا انہیں ممبر بنایا گیا ، شام کی یونیورسٹی کے كلية الحقوق میں لغت اور ادب کے اسناد بھی رہے ، (۲) اس طرح مغربی نے اپنی پوری زندگی تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں گزار دی اور اپنے پیچھے تصنیفات ، محاضرات اور مقالات کا گراں قدر سرمایہ چھوڑا جو عربی زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے لئے مشعل راہ ہے ، ان کے بیشتر محاضرات المجمع العلمي العربي دمشق کے ہال میں ہوئے ، کچھ محاضرات انہوں نے شام ، لبنان اور مصر میں بھی دیئے ، جو تین جلدوں میں شائع ہوئے ، ان کے مقالات زیادہ تر جریدہ المؤید میں شائع ہوئے ، الاشتقاق و التعریب ، المینات ، الاخلاق والواجبات اور تفسیر جزء تبارک وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں ،

عبدالقادر مغربی نے عورت کی تعلیم و تربیت اور حجاب سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ، اس سلسلے میں ان کی ایک مشہور کتاب "کلمتان فی السفور و الحجاب" ہے جو ۱۹۱۰ء - ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی ، اس کے علاوہ دیگر معاشرتی موضوعات پر بھی ان کے مقالات ہیں ، جو جریدہ المؤید میں شائع ہوئے ، مثلاً حجاب المرأة فی الاسلام ، الطلاق فی الاسلام ، الزواج و الحب ، العائلة ، الحرية العلمية فی الاسلام وغیرہ ، جو بعد میں المینات کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہوئے ، عبدالقادر مغربی عورت کی تعلیم کے حامی اور شرعی حجاب کے قائل تھے ، انہوں

(۱) قدماء و معاصرون ، ساسی الدھان ، ص : ۲۷۷

(۲) ایضاً ، ص : ۲۷۸ - ۲۷۹

نے قاسم امین کی آزادیِ نسوان کی دعوت کو سراہا اور اس کی دونوں کتابوں (تحریر المرأة ، المرأة الجديدة) کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ، ان کا کہنا تھا کہ شرعی حجاب نہ تو یہ ہے کہ عورت ہمیشہ کے لئے گھر میں قید کر دی جائے اور باہر کی دنیا سے اس کا رابطہ بالکل منقطع کر دیا جائے ، اور نہ وہ ہے جس کی دعوت قاسم امین نے دی ہے ، کیونکہ اس نے شرعی حجاب سے مراد وہ طرز معاشرت لی ہے جو یورپ اور امریکا کی عورتیں اختیار کئے ہوئے ہیں ، بلکہ حجاب شرعی ان دونوں کے درمیان کی راہ ہے ، انہوں نے یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ حجاب کبھی عورت کی ترقی کسی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا ، اپنے اہل مقالہ میں انہوں نے اپنے ان خیالات کا اظہار یوں کیا ہے :

”ألزم الدين الاسلامي المرأة بالعلم و فرض طلبه و تحصيله عليها كما أعطاه من جهة ثانية حق التملك و الاستقلال و حرية التصرف فيما تملك المرأة التي لاتعرف في حياتها سوى محارمها و لا تخرج من بيتها الا الى قبرها ، تبقى بالضرورة جاهلة فلا تقدر أن تتعلم ما يلزمها علمه بالوجه العام و لا ما يلزمها أن تتعلمه لميانة املاكها و الذود من حقوقها من وجه آخر ، حجابها المطلق عليه يؤدي بها الى الجاهالة و الى التجرد من حق التملك و حرية التصرف فيما تملكه“ (۱)

(اسلام نے عورت کے لئے علم کو لازم کیا ہے ، اور اس کی تحصیل کو فرض قرار دیا ہے ، دوسری طرف اس نے عورت کو ملکیت ، آزادی کا حق اور زیر ملکیت چیزوں میں تصرف کی آزادی دی ہے ، وہ عورت جو اپنی زندگی میں اپنے محارم کے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتی اور اپنے گھر سے کبھی نہیں نکلتی وہ یقیناً جاہل رہے گی ، اسے وہ چیزیں نہیں معلوم ہو سکتیں جن سے عمومی واقفیت اسے حاصل رہنی چاہیئے ، اور خاص طور سے وہ ایسی چیزیں بھی نہیں جان سکتی جن سے واقفیت ، اپنے املاک کی حفاظت اور اپنے حقوق کی دفاع کے لئے ضروری ہیں ، روایتی حجاب کی وجہ سے وہ جاہل رہے گی اور اس طرح ملکیت کے حق اور زیر ملکیت چیزوں میں تصرف کی آزادی سے محروم رہے گی ،)

آگے مزاحمت سے اپنا نقطہ نظر یوں بیان کیا ہے :

.... ”أن المرأة مخلوق بشري ، و انها انسان ذو قوى و مواهب مثل

(۱) کلمتان فی المفور و الحجاب ، عبدالقادر مغربی ، ص : ۱ - ۱۱

الرجل ، و إن عليها أن تتعلم و لها الحق ، أن تكون حرة مستقلة
مطلقة التصرف متمتعاً بمآثر حقوقها^(۱)

(عورت انسانی مخلوق ہے ، وہ مرد کے مثل موتیں اور صلاحیتیں رکھتی ہے ،
علم کا حصول اس پر فرض ہے ، اور اسے حق ہے کہ مکمل آزادی حاصل ہو ،
تصرف کا اختیار ہو اور تمام حقوق حاصل ہوں)

مقالہ کا شائع ہونا تھا کہ مصر اور شام میں ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا اور مغربی
کوچہ دین اور گمراہ قرار دیا گیا ، انھوں نے اس کے جواب میں متعدد مقالات لکھے
جو جریدہ العلم المصری پھر مجلہ الہدایہ ، المفید اور المقتبس میں یکے بعد
دیگر شائع ہوئے ، ایک مقالہ میں انھوں نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا :

”شرع الاسلام فی جلة ما شرع من الأحكام ادباً خاصاً بالمرأة متعلقاً
بموقفها إزاء الرجل الاجنبی عنها ، و قد تنوع هذا الأدب و تطور و
سی حجابا ، و الغرض منه صيانة كرامة النساء و توفير حرمة الأعراض
من حيث يؤدي ذلك الى دفع الشرور و لكن ما هو حدّ الحجاب و
کیفیتہ و شکله ؟ لم یحدد الاسلام له صورة خاصة و لا کیفیة یتبعها
و انما أشار الى طرائق تساعده علی الوصول الى الغرض المقصود منه
و یمكن إرجاع هذه الطرائق الى ثلاثة أمور :

(۱) علی المرأة أن تدع التبرج أمام الرجل الاجنبی .

(۲) علیها أن لاتخلو برجل أجنبی .

(۳) علیها أن لاتسافر من دون أن یكون معها أحد محارمها .

.... بان الحجاب الكثیف المعروف فی الأعمار الاسلامیة الیوم لم یكن مما
شرعه الاطلام و انما حدث بحدوث ضعف الوازع الدینی فی النفوس^(۲)

(اسلام نے اپنے تمام احکام میں عورت کے سطحے میں خاص ادب ملحوظ رکھا
ہے ، جس کا تعلق اجنبی مرد کے ساتھ اس کے رویہ سے ہے ، اس ادب نے ترقی
پاکر حجاب کی شکل اختیار کر لی ، اس کا مقصد عورت کے عزت کی حفاظت
اور آبرو کا احترام ہے ، تاکہ شر دفع ہو سکے ، لیکن اس حجاب کی حدود
کیفیت اور شکل کیا ہے ، اسلام نے اس کی کوئی مخصوص صورت اور کیفیست
متعین نہیں کی ، بلکہ چند ایسے طریقوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو مقصود
کے حصول میں معاون ہونگے ، ان طریقوں کو تین نکات میں بیان کیسسا
جاسکتا ہے :

(۱) ایضاً ، ص : ۱۳

(۲) ایضاً ، ص : ۱۴ - ۲۰

- (۱) عورت کو چاہیئے کہ غیر مرد کے سامنے ہنساؤ سنگار نہ کرے ۔
 - (۲) اسے چاہیئے کہ وہ کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے ۔
 - (۳) اسے چاہیئے کہ بغیر کسی محرم کے سفر نہ کرے ۔
- آج مسلم ممالک میں جو روایتی حجاب معروف ہے وہ اسلام کا مشروع کیا ہوا نہیں ہے ، بلکہ وہ دلوں میں دہنی شعور کے کمزور ہوجانے کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے ، (

أحمد لطفی السید

احمد لطفی السید ۱۸۷۲ء میں مدیرہ دقہلیہ کے ضلع سنبلویس کے ایک گاؤں ہرقین میں پیدا ہوئے، ان کے والد سید پاشا ابوعلی اپنے گاؤں کے چودھری اور ایک باوقار و بارعب شخصیت کے مالک تھے، وہ نہایت رحمدل، سخی اور منصف مزاج تھے، انھوں نے اپنے بیٹوں کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی، چنانچہ احمد لطفی السید جوں ہی چار سال کے ہوئے ان کے والد نے انھیں گاؤں کے ایک مدرسہ میں داخل کیا، جہاں وہ چھ سال رہے، اس عرصہ میں انھوں نے قرآن کریم حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، ۱۸۸۲ء میں وہ دقہلیہ کے ایک سرکاری مدرسہ المنصورة الابتدائية میں داخل ہوئے، جہاں تین سال گزار کر پھر قاہرہ کے مدرسہ الخدیویہ میں منتقل ہو گئے وہاں انھوں نے ۱۸۸۹ء میں ثانوی تعلیم سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد اسی سال مدرسۃ الحقوق سے منسلک ہو گئے، یہاں پانچ سال رہ کر انھوں نے حقوق کی تعلیم مکمل کی، مدرسۃ الحقوق میں ان کی ملاقات محمد عبدہ سے ہوئی، جو علوم عربیہ کا امتحان لینے کے سلسلہ میں تشریف لاتے تھے، انھوں نے لطفی السید کی تحریری صلاحیتوں کسی حوصلہ افزائی کی، شاید اسی ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ بعد میں لطفی السید نے اپنے بعض احباب کے ساتھ مل کر مجلہ "التشریع" کا اجراء کیا، اس کے مسلولہ جریدہ المؤید کو بھی ان کا قلمی تعاون حاصل رہا، مدرسۃ الحقوق میں تعلیم کے

دوران ۱۸۹۳ء میں وہ ایک مرتبہ استنبول گئے ، ان دنوں شیخ جمال الدین افغانی وہاں ٹھہرے ہوئے تھے ، چنانچہ کچھ عرصہ لطفی السید کو ان کے ساتھ رہنے اور ان کا اثر قبول کرنے کا موقع ملا ، (۱)

۱۸۹۴ء میں حقوق کی تعلیم سے فراغت کے بعد وہ قاہرہ میں کاتب النیابة بنائے گئے ، پھر النائب العمومی کے سکرٹری کا عہدہ ملا ، پھر بنی سویف میں منتسب النیابة بنائے گئے ، یہاں ان کی ملاقات ان کے دوست عبدالعزیز فہمی سے ہوئی ، جو اس وقت وکیل النیابة تھے ، دونوں مصر کے حالات سے متفکر تھے ، چنانچہ انھوں نے مل کر ایک خفیہ تنظیم بنائی ، جس کا مقصد ملک کو بیرونی تسلط سے آزاد کرانا تھا (۲)

۱۸۹۷ء میں لطفی السید نے معطفی کامل ، محمد فرید اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر ”الحزب الوطنی“ قائم کی ، ایک منصوبہ کے تحت لطفی السید کو ہوشرلینڈ جانے اور وہاں کچھ دن قیام کرنے کا موقع ملا ، حسن اتفاق ان دنوں وہاں محمد عہدہ ، قاسم امین اور سعد زغلول بھی موجود تھے ، لطفی السید کو ان حضرات کی صحبت حاصل رہی (۲)

مصر واپس آکر لطفی السید مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے ، یہاں تک کہ ۱۹۰۰ء

میں انھوں نے نہایت سے استعفا دے دیا ، عبدالعزیز فہمی بھی اوقاف سے استعفا دے کر وکالت کرنے لگے تھے ، ان کے مشورہ پر لطفی السید نے ہمیشہ وکالت اختیار کرلیا ، لیکن پھر اس ہمیشہ کو بھی ترک کرکے انھوں نے ۱۹۰۰ء میں ”الجریدہ“ نامی ایک رسالہ نکالنا شروع کیا ، اور اس کے چند ماہ بعد مصر کے چند ہاشعور اور دانشور لوگوں کے ساتھ مل کر ”حزب الامة“ کی بنیاد ڈالی ، اور اس کے سکرٹری منتخب ہوئے یہ پارٹی مصر کی آزادی کے لئے کوشاں تھی ، لیکن انگریزوں کی مخالفت میں اتنی شدید نہیں تھی ، جتنی معطفی کامل کی پارٹی الحزب الوطنی تھی ، الجریدہ اس پارٹی کا ترجمان تھا ، تقریباً سات سال اس کی ادارت انجام دینے کے بعد ۱۹۱۲ء میں جنگ عظیم اول کے دوران لطفی السید نے الجریدہ کی ادارت سے استعفا دے دیا ، اور اپنے گاہوں ہرقین چلے گئے ، کچھ عرصہ بعد واپس آئے اور بنی سویف میں رئیس النیابة بنائے گئے ، پھر دارالکتب المصریہ کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے ، اس دوران انھوں نے

(۱) الادب العربی المعاصر : شوقی ضیف ، ص : ۲۵۱ - ۲۵۲

(۲) ادب المقالة الصحفیة : عبداللطیف حمزہ ، ج ۶ ، ص : ۲۸ - ۲۹

(۳) الادب العربی المعاصر : ص : ۲۵۳

ارسطو کی کئی کتابوں کے ترجمے گئے ، ۱۹۱۸ء میں انھوں نے دارالکتب المصریہ سے استعفا دے دیا ، اور اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر الوفد المعری کے نام سے ایک پارٹسی قائم کی ، اور آزادی وطن کے لئے بعض سیاسی سرگرمیاں انجام دیں ، لیکن بعد میں وفد کے بعض اراکین کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو جانے کی وجہ سے انھوں نے سیاست سے مکمل علیحدگی اختیار کر لی ، اور دارالکتب المصریہ میں دوبارہ کام شروع کیا ، ساتھ ہی انھوں نے قدیم معری یونیورسٹی سے بھی اپنی دلچسپی برقرار رکھی ، (۱)

۱۹۲۳ء میں حکومت نے ایک یونیورسٹی قائم کرنے کا ارادہ کیا تو ایک معاہدہ کے تحت اس قدیم معری یونیورسٹی کو کلیۃ الآداب کی حیثیت سے اس میں شامل کر لیا ، لطفی السید کو متعدد بار اس نئی یونیورسٹی کا وائس چانسلر بنایا گیا ، سب سے پہلے وہ ۱۹۲۵ء میں وائس چانسلر بنے ، اس وقت تک اس یونیورسٹی میں صرف لڑکوں کا داخلہ ہوتا تھا لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی ، انھوں نے اس کے دروازے لڑکیوں کے لئے بھی کھول دیئے ، ۱۹۲۸ء میں محمد محمود پاشا نے وزارت تشکیل دی تو لطفی السید کو وزیر تعلیم بنایا ، محمود پاشا کی وزارت کے مستعفی ہونے کے بعد ۱۹۳۰ء کے اوائل میں دوبارہ وائس چانسلر بنائے گئے ، ۱۹۳۲ء میں اسماعیل صدقی کی وزارت کے زمانے میں جب ایک احتجاجی مظاہرہ کے نتیجے میں طہ حسین کو آرٹس فیکلٹی کی ڈین شپ سے برطرف کر دیا گیا تو لطفی السید نے بھی احتجاجا اپنا استعفا پیش کر دیا ، ۱۹۳۵ء میں نسیم پاشا کی دوسری وزارت کے زمانے میں نجیب پاشا وزیر تعلیم ہوئے ، تو انھوں نے لطفی السید کو دوبارہ وائس چانسلر بنادیا ، ۱۹۳۷ء کے اوائل میں یونیورسٹی کے طلبہ کے درمیان ایک ہر تشدد جھڑپ ہوئی اسے فرو کرنے میں حکومت سے مطلوبہ تعاون نہ ملنے کی وجہ سے انھوں نے پھر استعفا دے دیا ، کچھ عرصہ کے بعد جب محمد حسین ہیکل وزیر تعلیم بنائے گئے تو انھوں نے شدید اصرار کر کے انھیں پھر وائس چانسلر بنادیا ، اس مرتبہ وہ ۱۹۴۱ء تک اسی عہدے پر فائز رہے ، (۲)

۱۹۴۱ء میں انھیں ممبر پارلیمنٹ منتخب کر لیا گیا ، مجمع اللغة العربیہ کی صدارت بھی تفویض کی گئی ، ۱۹۵۹ء میں معاشرتی علوم میں ان کی خدمات کے اعتراف

(۱) ادب المقالة الصحفیه : ج ۶ ، ص : ۵۱ ، ۵۶ ، ۵۷ ، ۵۹

(۲) ایضاً ج ۶ ، ص : ۵۹ - ۶۲

نمبر : ۲۱۷ - ۲۱۸

_____ (2)

ولی الدین یکن

ولی الدین یکن ۱۸۷۲ء میں آستانہ میں پیدا ہوئے، لیکن بچپن ہی میں وہ اپنے والد کے ساتھ مصر آگئے تھے، ابھی چھ ہی سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد ان کی کفالت چچا علی حیدر نے کی، جو اس وقت مصر کے وزیر خزانہ تھے انھوں نے انھیں خدیو توفیق کے قائم کردہ مشہور مدرسہ ”مدرسة الأنجال“ میں داخل کرا دیا۔ انھیں عربی زبان و ادب سے بے انتہا لگاؤ تھا، اس کے علاوہ فرانسیسی، انگریزی اور ترکی زبانوں میں بھی مہارت حاصل کی، بچپن ہی سے ان کی تحریری صلاحیتوں کا اظہار ہونے لگا تھا، انھوں نے القاہرہ، النيل اور المقیاس نامی جرائد میں ادبی اور سیاسی مقالے لکھے، ان میں سے بعض کے وہ نامہ نگار اور معاون ایڈیٹر تھے اس کے بعد انھوں نے کچھ عرصہ النیابہ پھر المعیة السنیہ کے غیر ملکی شعبہ میں کام کیا، چوبیس سال کی عمر میں وہ اپنے آبائی وطن آستانہ چلے گئے، جہاں تقریباً ایک سال اپنے چچا محمد فائق بک یکن کے ساتھ گزارے، (۱)

مصر واپس آکر ولی الدین یکن نے جریدہ ”الاستقامة“ نکالنا شروع کیا، ان کے اور سلطان عبدالحمید کے حامیوں کے درمیان بعض اختلافات کی بنا پر ترکی حکومت نے اسلامی معالک میں اس جریدہ کے داخلہ پر پابندی عائد کر دی، جس کے سبب وہ زیادہ

دنوں تک جاری نہ رہ سکا ، چنانچہ انھوں نے دوبارہ آستانہ کا قصد کیا ، جہاں انھیں الجمعۃ الرسومیۃ الجریکہ پھر مجلس المعارف الاعلیٰ کا رکن منتخب کیا گیا ، کچھ ہی دنوں کے بعد ترکی حکومت نے انھیں سیواس کی طرف جلاوطن کر دیا جہاں انھوں نے سات سال گزارے ، اسی زمانے میں جب ۱۹۰۸ء میں عثمانی دستور کا اعلان ہوا تو وہ آستانہ ہوتے ہوئے مصر آگئے ، اور مصری جرائد خاص طور پر الہرام ، المؤید اور الراشد المصری میں مقالات لکھنے کا سلسلہ شروع کیا ، انھوں نے امیرہ الکندردہ افرینو دیقیس دیوسکا کے اسکندریہ میں جاری کردہ جریدہ الاقدام کی بھی عرصہ تک ادارت کی ، اس دوران انھوں نے اپنے شائع شدہ مقالات کے مجموعے ”المحاثف السود“ اور ”التجاریب“ کے نام سے شائع کئے ، اور ترکی زبان کی ایک کتاب کا ”خواطر نیازی او صحیفۃ من تاریخ الانقلاب العثماني الكبير“ کے نام سے عربی میں ترجمہ کیا ،

پھر وہ وزارتہ الحقائقۃ المصریہ کے رکن منتخب ہوئے ، اس منصب پر وہ ۱۹۱۴ء تک رہے ، یہاں تک کہ سلطان حسین کامل کے عہد حکومت میں انھیں الدیوان العالی السلطانی میں عربی سکرپٹری بنایا گیا ، یہ ان کی زندگی کا سب سے خوشحال زمانہ تھا ، لیکن یہ خوشحالی زیادہ دنوں تک راس نہ آسکی ، کیونکہ وہ ربو (Asthma) جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے تھے ، مجبورا انھوں نے اس عہدہ سے دست بردار ہو کر حلوان میں مستقل اقامت اختیار کر لی ، ۱۹۲۱ء میں اسی مرض میں ان کی وفات ہو گئی ، الدیوان السلطانی میں ملازمت کے دوران انھوں نے بول بورجیہ کی ناول الطلاق کا فرانسیسی سے عربی میں ترجمہ کیا ، (۱)

ولی الدین بکن ایک صاحب طرز ادیب ، عظیم صحافی اور بلند پایہ شاعر تھے ، المعلوم و المجهول ، المحاثف السود ، التجاریب ، عفو الخاطر ، دکران و راشف اور العصر الجدید ان کی مشہور تصانیف ہیں ، اس کے علاوہ بھی ان کی بہت سی کتابیں ہیں جو سیاسی ، معاشرتی اور ادبی موضوعات پر مشتمل ہیں ، ان کا ایک دیوان بھی ہے جسے ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی یوسف حمدی بکن نے ۱۹۲۴ء میں مرتب کیا تھا ، یہ دیوان سات ابواب پر مشتمل ہے ، الشعر السياسي ، الرثاء و

العزاء ، التهنئة و المديح ، الدهريات ، الهجاء ، الغراميات ، المتنوعات ،
 ولی الدین یکن نے اپنی تصانیف میں خواتین کے مسائل پر بھی اظہار خیال کیا
 ہے ، ان کی کتاب المحائف السود میں ایک قطعہ ”المرأة“ کے عنوان سے ہے ، جس میں
 انہوں نے تین عورتوں کا قصہ بیان کیا ہے ، جن میں سے ایک شوہر کے ظلم و استبداد
 کا شکار ہوئی ، دوسری جہالت کی بھینٹ چڑھ گئی اور تیسری حجاب کا سختی سے التزام
 کرنے کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ،

ولی الدین یکن جبری شادی کے سخت مخالف تھے ، ان کا خیال تھا کہ شادی ایک
 مقدس رشتہ ہے ، جسے فریقین کی باہمی رضامندی اور ان کے درمیان مکمل اتحاد و
 اتفاق سے وجود میں آنا چاہیئے ، اپنے ایک قصہ میں انہوں نے ایک شخص کی زبانی یہ
 واقعہ نقل کیا :

”و تزوجت اختی من رجل غني شرس الخلق ، بخيل ، جاهل ، و لم تسألها
 امی رضاها ، بل رغبت فيه لكثرة ماله ، فكانت عاقبة التزويج شراً ،
 و ماتت اختی فی روق شبابها غمماً و حررة ، و لحقت بها امی بعد
 أشهر قلائل“ (۱)

(میری بہن کی شادی ایک ایسے مرد سے ہوئی جو مالدار ، بدخلق ، بخیل اور
 جاہل تھا ، میری ماں نے میری بہن کی مرضی معلوم نہیں کی ، بلکہ اس
 رشتہ کو اس شخص کے مالدار ہونے کی وجہ سے پسند کیا ، چنانچہ اس کا
 انجام ہرا ہوا اور میری بہن عالم شباب میں غم و حسرت سے مر گئی ، اور
 چند مہینوں کے بعد میری ماں بھی اس سے جاملی ،)

عورت کی تعلیم و تربیت پر انہوں نے بہت زور دیا ہے ، اور ان لوگوں پر سخت
 تنقید کی ہے جو اسے تعلیم سے محروم رکھ کر اس کی فکری صلاحیتوں کو ختم کر دیتے
 ہیں ، یا اسے ابتدائی تعلیم دلا کر ہمیشہ کے لئے گھر کی چہار دیواری میں قید
 کر دیتے ہیں ، اور تعلیم کی برکتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں دیتے ، انہوں
 نے لکھا ہے :

”فلما اتت علومها التي في مدرستها اخرجها ابوها و قد بلغت
 الثالثة عشرة و اوجب عليها الحجاب و مجاورة البيت ، و منعها

مطالعة الكتب الأفرنجية“، (۱)

(جب اس نے اپنے اسکول کی تعلیم مکمل کر لی تو اس کے باپ نے اسے اٹھالیا اس وقت ابھی اس کی عمر تیرہ سال ہی ہوئی تھی ، اس پر حجاب لازم کر دیا ، گھر میں بیٹھ رہنے کا حکم دیا ، اور انگریزی کتابوں کے مطالعہ سے روک دیا ،)

جو لوگ تعلیم کو عورت کے ہنگام کا سبب قرار دیتے ہیں ، ان کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے :

”قالوا، ان تعليم الجنات مهيج الى افسادهن ، و ما في القائلين بذلك من تعلمت امه و عرف فسادها ، ان هو الا لجاح مبین“، (۲)

(وہ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو تعلیم دلانے سے ان میں ہنگام آجاتا ہے ، جو لوگ یہ بات کہتے ہیں ، ان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی ماں نے تعلیم حاصل کی ہو ، اور اس میں ہنگام آیا ہو ، یہ تو محض کٹ جتنی کی بات ہے ،)

انہوں نے تعدد ازدواج کے بارے میں بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے ، ایک بھوی پر اکتفا نہ کرنے والے شخص کی مثال انہوں نے ایک ایسے بچے دی ہے جو ایک کھلونے سے کھیلتے کھیلتے جب اکتا جاتا ہے تو دوسرا کھلونا حاصل کرنے کے لئے بے چارہ ہو جاتا ہے ، انہوں نے لکھا ہے :

”خطبوا لأنها ظقت لتخطب فاذا صارت في أيديهم اياماً ملوا حديثها و سموا قريها و راحوا بفتشون على غيرها ، فمثلهم كمثل الطفل المدلل يرى اللعبة فيبكي لأبيه و أمه حتى يبتاعها له ثم لا يلبث أن يحطمها و يطرحها جانبا ليأتيا له بغيرها“، (۳)

(انہوں نے نکاح کا پیغام دیا اس لئے کہ وہ پیدا ہی اس لئے ہوئی ہے کہ کوئی اسے پیغام دے ، پھر جب وہ ان کے پاس چند دن گزار لیتی ہے تو وہ اس کی بات چیت سے اکتا جاتے ہیں اور اس کے قرب کو ناپسند کرنے لگتے ہیں چنانچہ وہ کوئی دوسری عورت تلاش کرنے لگتے ہیں ، ان کی مثال اس بچے کی سی ہے جو کوئی کھلونا دیکھتا ہے تو رونے لگتا ہے ، یہاں تک کہ

(۱) المحائف المود : ص : ۱۱

(۲) ایضاً ص ۹

(۳) محاضرات من ولی الدین یکن ، محمد مندور ، ص : ۲۶

اس کے ماں باپ وہ کھلونا خرید کر دیتے ہیں ، لیکن بہت جلد وہ اسے توڑ کر ایک کنارے ڈال دیتا ہے ، تاکہ وہ اس کے لئے دوسرا کھلونا لادیں ، (

ولی الدین یکن قاسم امین کی دعوت کے حامی تھے ، اور حجاب کو عورتوں کی ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ سمجھتے تھے ، اپنے زمانے میں انہوں نے دیکھا کہ قاسم امین کی دعوت کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا ہے ، اور عورتوں میں حجاب کے رجحان میں کمی آنے کے بجائے اس میں اور اضافہ ہی ہوا ہے ، اور مسلمانوں کے علاوہ عیسائی عورتیں بھی حجاب اختیار کرنے لگی ہیں ، یہ رجحان دیکھ کر وہ رنج و غم کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنی ذہنی اذیت کا یوں اظہار کرتے ہیں :

”من لی بصاحب" تحریر المرأة " أن ينفذ عنه تراب القبر و يخرج الى الأحياء ليرى مبلغ استفادتهم من رأيه ، أما إنه لو فعل - ولن يفعل - وقرأ ما يكتبه قوم في إبقاء الحجاب و التحكم على أمهات الأجيال الآتية لكر راجعاً الى مرقده و أغمض عينيه حتى لا يرى ، و أذنيه لكي لا يسمع "، (۱)

(کون ہے جو صاحب تحریر المرأة کی قبر سے مٹی ہٹا دے تاکہ وہ اپنی قبر سے نکل کر زندہ انسانوں کے درمیان آئے اور دیکھے کہ ان لوگوں نے اس کے خیالات کو کس حد تک قبول کیا ہے ، اگر وہ ایسا کرے یعنی اپنی قبر سے نکل کر آئے) اور یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا (اور ان تحریروں کو پڑھے جو آج کل لوگ حجاب کو باقی رکھنے اور آئندہ نسلوں کی ماؤں پر حکومت جانے کے سلسلے میں لکھ رہے ہیں ، تو وہ واپس اپنی قبر میں لوٹ جائے گا اور اپنی آنکھ کان بند کر لے گا ، تاکہ نہ کچھ دیکھ سکے ، نہ سن سکے)

جس طرح قاسم امین نے مصر میں آزادی نروان کا علم بلند کیا ، اسی طرح عراق میں جیل صدقی زہاوی نے اس کی آواز اٹھائی ، اس کے مقالات نے عراق میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا ، مجبوراً حکومت نے اسے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا ، ولی الدین یکن اس خبر سے بہت متاثر ہوئے ، اور انہوں نے زہاوی کی حمایت میں ایک قصیدہ کہا جس میں زہاوی کی مظلومیت کا اظہار کیا ، (۲)

(۱) محاضرات من ولی الدین یکن : محمد مندور ، ص : ۴۷

(۲) ولی الدین یکن : سامی الکبیالی ، ص : ۶۴ - ۶۶

ولی الدین یکن نے انیسویں صدی عیسوی کے عرب ادباء کے برخلاف جو اپنی تحریروں میں بدیع ، صنع اور اطناب وغیرہ کا اہتمام کرتے تھے ، ترک ادباء کے اسالیب اختیار کئے ، انھیں عربی ادب کے علاوہ ترکی ، فرانسیسی اور انگریزی ادبیات سے بھی گہری واقفیت تھی ، اس چیز نے ان کے ادبی افق کی توسیع اور مخصوص اسلوب کی تشکیل میں مدد دی ، ڈاکٹر مندور نے ان کے اسلوب پر ہوں روشنی ڈالی ہے :

”عربی زبان و ادب کی وسیع اور دقیق معرفت کے باوجود وہ اس کے روایتی طریقوں کے پابند نہیں تھے ، بلکہ تعبیر و تصویر کشی میں جدت طرازی ان کا شیوہ تھا ، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ وہ متنوع ادبی ثقافت کے حامل تھے ، انھیں ترکی اور فرانسیسی ادبیات سے گہری واقفیت تھی ، اسی طرح وہ انگریزی ادب میں بھی دست گاہ رکھتے تھے ، اس سے ان کے ادبی افق میں وسعت ہوئی ، وہ آزادی کی طرف میلان رکھتے تھے اس رجحان نے انھیں اسالیب کے روایتی سانچوں سے آزاد ہو کر تعبیر و تصویر کشی کے نئے نئے وسائل اختیار کرنے پر آمادہ کیا ، ان کی شاعری کے مقابلے میں ان کی نثر میں بیسانی محاسن زیادہ واضح شکل میں پائے جاتے ہیں“ (۱)

ولی الدین یکن کی تحریروں میں تصویر و تمثیل کی بہترین خصوصیت پائی جاتی ہے ، ان کی کتاب ’المحاثف الود‘ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ، اسی طرح ان کی تحریروں میں طنز و مزاح کا بھی عنصر موجود ہے ، مثلاً مشرق میں طریقہ نکاح پر وہ ہوں روشنی ڈالتے ہیں ، ”رقت المجهولة الى المجهول“ (ایک دوسرے سے ناواقف جوڑے میں نکاح ہوا) اسی طرح مشرق میں شوہر اپنی بیوی کو غیر مردوں کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دیتا ، حتی کہ شدید بیماری میں ڈاکٹر کو دکھانا بھی پسند نہیں کرتا ، اس پر وہ لکھتے ہیں : فسأبى الزوج الأبیّ ذلك (غیرتمند شوہر نے اس سے انکار کیا) المجهولة ، المجهول اور الأبیّ کے الفاظ میں جو گہرا طنز ہے وہ اہل نوق سے مخفی نہیں ،

خلیل مطران نے ولی الدین یکن کی وفات پر جو مرثیہ کہا تھا ، اس میں ان کی ادبی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے ، انہوں نے انہیں " ادیب الشرق " قرار دیا ہے ، اس مرثیہ کا ایک شعر ہے :

سلام أديب الشرق لا ممر وحسدها
سلام أبا الفن البديع المجدد (۱)

ہدیٰ ہانم شعراوی

ہدیٰ ہانم شعراوی کا شمار مصر کی ان مشہور خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے آزادی نسوان کے میدان میں اہم کردار انجام دیا ہے ، ان کا مقصد مصری عورتوں کو قدیم روایات کی بندشوں سے آزادی دلانا اور مردوں کے مساوی حقوق دلانا تھا ، اپنے ان مقاصد کی تکمیل کے لئے انہوں نے ایک تنظیم 'الاتحاد النسائي المصري' قائم کی ، ہدیٰ شعراوی کی پیدائش ۱۸۸۲ء میں مصر کے ایک شہر منیا میں ہوئی ، ان کا خاندان مجد و شرف اور ثروت و سیادت میں اعلیٰ مقام پر فائز تھا (۱) ان کے والد سلطان پاشا انگریزوں کے حامی اور ان کے معاون تھے ، انہوں نے عرابی پاشا کی بغاوت میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا (۲) ان کے بدلے انگریزوں نے انہیں متعدد خطابات سے نوازا تھا — ان کے شوہر علی شعراوی پاشا محمد عہدہ کے شاگرد تھے ، نسیز سعد رعلول ، عبدالعزیز فہمی اور لطفی السید کے دوست اور حزب الامۃ کے ایک رکن تھے (۳)

(۱) نساء شہیرات : وداد سکاکیٹی ، ص : ۳

(۲) عرابی پاشا کی بغاوت کے سلسلہ میں ان کے موقف کی تفصیل کے لئے دیکھئے :

۱- محمد سلطان امام التاريخ : الدكتور عبدالعزیز رفائی

۲- رجال اختلف فیہم الراى : انور الجندی ، ص : ۳۱ - ۳۲

(۳) تاریخ الاساذ الامام محمد عہدہ : سید رشید رضا ، ۲۵۸/۱ - ۲۵۹

ہدی شعراوی شروع ہی سے بڑی آزاد خیال تھیں ، ان کے بچپن کا ایک واقعہ ہے کہ ڈاکٹر نے ان کے بھائی کو گھڑ سواری کرنے کی ہدایت کی ، جب ان کے والدین نے گھوڑا خریدنے کا ارادہ کیا تو ہدی شعراوی نے اصرار کیا کہ اسے بھی سواری کے لئے ایک گھوڑا خرید دیا جائے ، بالآخر ان کے والدین نے انھیں اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ ان کے لئے گھوڑا خریدنے کے بجائے بیانو (آلہ موسیقی) خرید دیں اور وہ موسیقی کے ذریعہ اپنا دل بہلا لیا کرے ، ان کی شادی تیرہ سال کی عمر میں ہو گئی تھی ، ان کے شوہر اس زمانے کے رسم و رواج کے مطابق انھیں بیانو بجانے اور سگریٹ پینے سے منہ منع کرتے تھے ، ایسی سختی کو وہ صفت ناپسند کرتی تھیں ، (۱)

۱۹۱۹ء میں انگریزوں کے خلاف ہونے والے احتجاجی مظاہرہ میں عورتوں نے بھسی نمایاں حصہ لیا ، اور مردوں کے دوش بدوش ٹکڑوں پر نکل کر اپنے وطن کی آزادی کے لئے نعرے لگائے ان میں ہدی شعراوی پیش پیش تھیں ، اس موقع پر ان کے شوہر نے انھیں روکنے کی کوشش کی مگر انھوں نے کوشی پرواہ نہیں کی ، ان کی جرات و بہادری کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب انگریزوں کی ایک گولی سے مظاہرہ میں شریک ایک خاتون حمیدہ شہید ہو گئی تو انھوں نے چیخ کر کہا :

”هأندى أمامكم ، فاضربوني كما ضربتم ” حميدہ“ برصاصكم الفئادى“
 انا نريد الحرية لبلادنا ، و لن نرضى بكم و بالهوان ايها الفرسان“ (۲)

جب صفیہ زغلول نے فیملہ کیا کہ قومی تحریک میں مصری عورتیں - خواہ وہ مسلمان ہوں یا قبطی - حصہ لیں ، اس کے لئے مظاہرہ کریں ، مال جمع کریں ، اور مختلف زبانوں میں سیاسی بیانات تیار کریں تو ہدی شعراوی صفیہ زغلول کا دست راست بنیں ،

۱۹۲۲ء میں روم میں ہونے والی عورتوں کی پہلی عالمی کانفرنس میں ہدی شعراوی جنوبیہ موسیٰ اور اپنی دوست اور سکریٹری سیزانبرای کے ساتھ شریک ہوئیں ، وہاں سے واپسی کے بعد انھوں نے عالم عرب اور مغربی دنیا کو مصری عورت کے مسائل سے باخبر کرنے کے لئے دو مجلے نکالے ، (۳) اور ایک تحریک الاتحاد النسائي المصري کے نام

(۱) المرأة المصرية : درية شفيق ، ص : ۱۲۸ - ۱۲۹

(۲) نساء شهيرات : و داد سكاكيني ، ص : ۲ - ۴

(۳) مجله الاجيبسين فرانسیسی زبان میں اور مجله المصریہ عربی زبان میں نکلتا

تھا ، دیکھیے : المرأة المصرية : درية شفيق ، ص : ۱۳۰

بے قاشم کی ، یہ تحریک انہوں نے اپنی بھئی سہیلیوں کے ساتھ مل کر قاشم کی بھئی تاکہ اس کے ذریعہ قومی تحریک میں حصہ لیا جاسکے ، عورتوں کے حقوق کی آواز بلند کی جاسکے ، اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں مصری خواتین کی نمائندگی کی جاسکے اور کے بعد انہوں نے مشرق و مغرب کے کئی سفر کئے ، اور متعدد کانفرنسوں میں حصہ لیا ، ان کانفرنسوں میں بارہا انہوں نے مصر کے حق میں سیاسی قرار داد منظور کرائیں ، مثلاً ۱۹۳۵ء میں مؤتمر استانبول میں شرکت کی ، جس میں انہوں نے قوموں کے درمیان جنسی اور مذہبی امتیازات کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ، ۱۹۳۹ء میں مؤتمر کوپنہاگن میں شرکت کی ، جس میں انہوں نے صیہونی یہودی ہجرت کو روکے جانے کا مطالبہ کیا اور فلسطینیوں کے حقوق کی مدافعت کی ، ۱۹۴۶ء میں آخری مرتبہ انہوں نے خواتین کی ایک کانفرنس میں شرکت کی ، اور ایٹمی ہتھیار استعمال کئے جانے پر پابندی کا مطالبہ کیا ، (۱)

ہدی شعراوی پہلی مرتبہ جب مغرب سے واپس آئیں تو اس وقت ان کے ذہن و فکر میں کافی تبدیلی آچکی تھی ، وہ ان موروثی روایات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بارے میں سوچنے لگیں جو عورت کو بے پردہ ہونے کی اجازت نہیں دیتیں ، چنانچہ انہوں نے اسکندریہ کے ساحل پر پہنچتے ہی اپنا پردہ اتار پھینکا اور اپنی دوست میرا کے ساتھ مصر میں بے پردہ داخل ہوئیں ، (۲)

ہدی ہانم نے دیکھا کہ مصری عورت جہالت اور مظلومیت کی زندگی بسر کر رہی ہے اور حکومت کی توجہ بے محروم ہے ، چنانچہ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ تعلیم ہی عورت کو اس تاریکی سے نکالنے کا واحد راستہ ہے ، انہوں نے حکومت سے عورتوں کو تعلیمی مواقع اور سہولیات فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ، جامعہ الدول العربیہ کے قیام کے وقت ہدی شعراوی نے ایک میمورنڈم بھیجا جس میں عورتوں کی جانب سے اس کی تائید کا اظہار کیا ،

اس خاتون لیڈر کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے باصلاحیت مردوں اور عورتوں کی ہمت افزائی کی ، مصر میں می زیادہ جب بحیثیت اشا بردار ابھر رہی تھیں تو انہوں نے ان کی صلاحیتوں کی تعریف و تحسین کی ،

(۱) نساء شہیرات : و داد سکاکیں ، ص : ۵ - ۶

(۲) ابصا ، ص : ۶

انہوں نے آرٹ اینڈ گرافکس میں مہارت رکھنے والے نوجوانوں کو مغرب بھیجا تاکہ وہ مزید تعلیم و تربیت حاصل کر کے اپنی صلاحیتوں کو جلا بخشیں ، وہ ان کی تعلیم پر اپنے خاص مال سے خرچ کرتیں تھیں ، آزادی نسوان کی تحریک میں جو نام نمایاں نظر آتے ہیں ان میں سے کم ہی لوگوں نے ایسی خدمات انجام دی ہیں ،

ہدی شعراوی نے حق تعلیم کے علاوہ خواتین کے لئے دیگر ان تمام حقوق کا بھی مطالبہ کیا جن سے وہ محروم تھی ، انہوں نے شادی کے لئے کم سے کم عمر کی تعیین کی بات کہی ، تعلیم اور سرکاری ملازمتوں میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات برتنے کا مطالبہ کیا ، ایک یتیم خانہ قائم کیا ، پھر گھریلو صنعتوں کا ایک ادارہ بھی قائم کیا تاکہ بے کار بیٹھی رہنے والی عورتوں کو کام ملے ، اور ان کی غربت دور ہو ، (۱)

۱۹۴۷ء میں ہدی شعراوی کا انتقال قاہرہ میں اس وقت ہوا جب کہ وہ مصر کے فلسطین میں حصہ لینے کی پوری تیاری کر چکی تھیں ، (۲)

ہدی شعراوی کا قصر ملک کی سیاسی ، معاشرتی اور ادبی سرگرمیوں کا مرکز تھا ، ان کے یہاں سیاحت داں اور لیڈران اکٹھا ہوتے تھے اور ادباء و شعراء کسی مجلس میں ہوتیں ، وہ سب کے لئے جود و کرم کا مظاہرہ کرتیں ، ان کی ہر تکلف دعوتیں ہوتیں ، فقراء کو داد و دھش پیش کرتیں اور مختلف وفود کو اپنے ذاتی مسائل سے نوازتیں ،

ہدی شعراوی نے مغربی تہذیب کی مکمل تقلید کی دعوت دی ، الاتحاد النسائي کے ایک جلسے میں انہوں نے تقریر کی جس میں کہا : جسدن الاتحاد النسائي الدولي میں مصر کو نمائندگی مل گئی تھی اسی دن ہم نے یہ طے کر لیا تھا کہ ہم ان مغربی خواتین کے نقش قدم پر چلیں گے اور اسی کے پروگراموں کو اپنے یہاں بھی نافذ کرنے کی کوشش کریں گے ، (۳)

(۱) نساء شہیرات : ص : ۶

(۲) المرأة المصرية : ص : ۱۴۰

(۳) عروة الحجاب : محمد احمد اسماعیل : ص : ۱۱۷

الاتحاد النسائي

ہدی شعراوی کو جس چیز نے مصر کی جدید تاریخ میں شہرت دوام عطا کی وہ 'الاتحاد النسائي' کی تاسیس ہے، اس تنظیم کا قیام ہوں تو اصلاً عورسوں کے سیاسی حقوق کے حصول کے لئے عمل میں آیا تھا مگر اس مقصد کے لئے جدوجہد کرنے سے پہلے اس نے بعض دیگر میدانوں میں خدمات انجام دیں،

اس نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی، ان کے لئے مدرسہ قائم کیا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیرون ممالک بھی بھیجنے پر اکساہا، ۱۹۲۲ء میں قاہرہ یونیورسٹی سے فارغ ہونے والی طالبات کے پہلے ہیچ کا ایک جلسہ منعقد کیا، جس سے دوسری لڑکیوں کی کافی حوصلہ افزائی ہوئی، اور ان کی ایک بھڑی تعداد قاہرہ یونیورسٹی میں داخلہ پر رضا مند ہو گئی، (۱)

الاتحاد النسائي نے ۱۹۲۶ء میں لڑکیوں کا ایک وفد بلجیکا اور ترکی بھیجا جو چھ لڑکیوں پر مشتمل تھا اس میں سے نصف بلجیکا گئیں، اور نصف ترکی گئیں جنہوں نے الاتحاد النسائي کے خرچ پر اعلیٰ تعلیم حاصل کی، جاہل ماؤں کو بھی ابتدائی تعلیم دینے کے لئے ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی، دوسرے متمدن ممالک سے اس نے تعلقات استوار کئے، اور کانفرنسوں میں شرکت کی، جس سے معری عورتوں میں تعلیم کا رجحان عام ہوا، ان کے دلوں میں آزادی کا شعور پیدا ہوا اور وہ معاشرے کی خدمت کی طرف راغب ہوئیں،

الاتحاد النسائي نے مصر میں نافذ طلاق اور تعدد ازواج کے نظام پر اپنے خیالات کا اظہار کیا، اور اس میں ترمیم کا مطالبہ کیا، معاشرتی زندگی کو ترقی دینے کے لئے اس نے بعض قومی اعتقادات کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی، اور بکڑے ہوئے بچوں کی اصلاح کی طرف دھیان دیا، اس کے علاوہ بھی اس نے بعض سماجی کام انجام دیئے، مثلاً اس نے عصمت فروشی کے خلاف ایک مہم چلائی اور اس پر پابندی کا مطالبہ کیا اسی طرح اس نے شراب کی خرید و فروخت کو محدود کرنے اور ۱۸ سال سے کم عمر لوگوں کے لئے اس کے استعمال پر پابندی عائد کر دی، (۲)

(۱) تطور النهضة النسائية في مصر، ص: ۱۱۲ - ۱۱۳

(۲) المرأة المصرية، ص: ۱۲۷ - ۱۲۸

باحثہ بادیہ

ایک طویل عرصہ سے مصری عورت قدیم روایات کی پیڑیوں میں جکڑی ہوئی تھی، دیگر حقوق سے محرومی کے ساتھ ساتھ اسے تعلیم کا بھی حق حاصل نہ تھا، اگر اسے تعلیم دی بھی جاتی تو بس اتنی کہ وہ گھر ہی میں رہ کر کچھ سیکھ لے، گھر سے باہر نکلنا یا اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنا ایک معیوب بات تھی، مرد انہیں اپنے ظلم کا نشانہ بناتے اور ان کے ساتھ باندیوں جیسا سلوک کرتے، جب چاہتے ان سے تعلق رکھتے اور جب چاہتے انہیں الگ کر دیتے، عورت سسکتی رہ جاتی، مگر ظلم کے خلاف بولنے کی اسے اجازت نہ ہوتی، ایسے حالات میں قاسم امین نے عورت کی آزادی کی آواز بلند کی اور اسے جہالت کی بندشوں سے رہائی دلانے کی کوشش کی، مگر قاسم امین کی دعوت سے مصری معاشرہ میں ایک انتشار پیدا ہو گیا، اور لوگوں میں اس کے خلاف شدید رد عمل ہوا، ابھی مخالفت و حمایت کا بازار گرم ہی تھا کہ اس میدان میں ایک اور شخصیت نمودار ہوئی، اس نے مستقبل میں مصری عورت کو تاریکیوں سے نکالنے کی امید دلائی اور اس کے سامنے اس نے ایک صالح نمونہ پیش کیا، وہ عظیم شخصیت ملک حفنی ناصف ہے جو بعد میں باحثہ بادیہ کے نام سے مشہور ہوئی، (۱)

باحثہ بادیہ ۱۸۸۶ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئیں، ان کے والد حفنی ناصف یک

ایک علم دوست انسان تھے ، اس زمانے میں جب کہ لڑکیوں کی تعلیم کو بھندہ باندھ کر رکھا گیا تھا انہوں نے ہاشمہ ہادیہ کے لئے علمی مواقع فراہم کئے ، مختلف ابتدائی مدارس میں تعلیم پانے کے بعد ہاشمہ ہادیہ ۱۸۹۲ء میں مدرسہ السنیہ میں داخل ہوئیں جسے ۱۸۸۲ء میں اسماعیل کی تیسری بیوی چشم آفت ہانم نے مدرسہ السیونیہ کے نام سے قائم کیا تھا ، اس مدرسہ میں لڑکیاں قرآن حفظ کرنے کے ساتھ حساب ، جغرافیہ ، تاریخ ، ملائی اور کڑھائی وغیرہ سیکھتی تھیں ، بعد میں وزارت تعلیم نے لڑکوں اور لڑکیوں کو تعلیمی میدان میں برابر کرنے کے لئے لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی عام امتحانات میں شرکت کی اجازت دے دی ، ہاشمہ وہ پہلی خاتون ہیں جو ۱۹۰۰ء میں لڑکوں کے ساتھ امتحان میں شریک ہوئیں ، اور پہلی ڈگری حاصل کی ، اس وقت وہ چودہ سال کی تھیں ، کچھ ہی عرصہ کے بعد وزارت تعلیم نے معلومات کی ایک ٹیم تیار کرنے کی غرض سے ایک شعبہ قائم کیا ، ہاشمہ ہادیہ اس شعبہ سے منسلک ہو گئیں اور ۱۹۰۲ء میں انہوں نے تدریس کی ڈگری حاصل کی ، اس کے بعد انہوں نے وہیں ایک معلمہ کی حیثیت سے درس و تدریس کا فریضہ انجام دینا شروع کیا ، (۱)

اپنی تعلیم کے دوران ہی ہاشمہ ہادیہ کو معری معاشرے کی اور خاص کر عورت کی بہتری اور بہمتی کا شدید احساس تھا ، اور وہ اپنے آپ کو اسی حیثیت سے تیار کر رہی تھیں ، لڑکیوں کی تعلیم سے ناواقفیت اور جہالت ان کے لئے شدید تکلیف کا باعث بنی ہوئی تھی ، وہ ہر دم اسی کے لئے بے چین رہتی تھیں ، اور اسی کو ختم کرنے کے لئے کوشاں رہتی تھیں ، وہ اعلیٰ طبقہ کے گھروں میں جاتیں اور والدین کو آمادہ کرتیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلانے کے لئے مدرسہ میں داخل کریں ، وہ انہیں یقین دلاتیں کہ ان لڑکیوں کی وہ مکمل نگرانی رکھیں گی ، ان کی اس تحریک سے اعلیٰ طبقہ میں لڑکیوں کو تعلیم دلانے کا رجحان پیدا ہوا ، انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دینے کے لئے جریدہ المؤید میں مختلف مقالات اور قصائد بھی شائع کروائے ، (۲)

(۱) الاسلام و التجدید فی مصر : شارلسز آدمس ، ص : ۲۲۷

(۲) المحافظة والتجديد فی النشر العربی المعاصر : انور الجندی ، ص : ۹۲

۱۹۰۷ء میں باحہ بادیہ کی شادی عبدالستار الجامل سے ہوئی ، جو ایک خالص عربی النسل اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے ، اس تعلق کے بعد ہی انہوں نے اپنے لئے باحہ بادیہ کا قلمی نام تجویز کیا تھا^(۱) اور اسی نام سے اپنے خیالات کا اظہار کرتی تھیں ، ان کے شوہر پہلے سے شادی شدہ تھے ، انہوں نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دی تھی ، اس سے ان کی ایک بچی تھی جو انہیں کی سرپرستی میں تھی ، باحہ بادیہ سے شادی کے بعد بھی وہ لڑکی انہیں کے ساتھ رہتی تھی ، باحہ بادیہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ، (۲)

شادی کے بعد انہیں پوشہ تدریس سے الگ ہونا پڑا ، لیکن انہوں نے اپنی مہم جاری رکھی اور تحریر و تقریر سے لوگوں کو تعلیم کی اہمیت کی طرف متوجہ کرتی رہیں ، باحہ بادیہ نے معری معاشرہ کے عوامی مسائل سے بھی دلچسپی رکھی اور ایک عملی نمونہ پیش کیا کہ ایک مسلمان عورت اپنے مضموم دائرہ کار میں رہتے ہوئے کیونکر عوامی خدمات انجام دے سکتی ہے ، انہوں نے جنگ طرابلس کے دوران اس کے متاثرین کی مدد کے لئے فیوم کی عورتوں کے درمیان تقریر کر کے سینکڑوں جنیہ جمع کئے پہلی جنگ عظیم کے متاثرین کی مدد کے لئے تنہا سو قمیصیں اور سو چادریں تیار کر کے ہلال احمر کے حوالہ کیں ، اپنے گھر میں عورتوں کی طبی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کے لئے ماہر معلومات کی خدمات حاصل کیں ، (۳) اس کے علاوہ انہوں نے الاتحاد النسائي التہذیبی کی بھی بنیاد رکھی ، اور اس کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا ، مگر کسی وجہ سے اسے عملی جامہ نہ پہنا سکیں ، (۴)

باحہ بادیہ نے ایک پاکیزہ معاشرہ کو وجود میں لانے کے لئے لڑکیوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر معاشرتی مسائل کو بھی اپنا موضوع بحث بنایا ، مثلاً نکاح ، تعدد ازدواج ، پردہ اور بے پردگی و آزادانہ اختلاط پر بھی کھل کر بحث کی ، انہوں نے اپنے قلم و زبان کے ذریعہ لڑکیوں کو ان کی بہت سی ذمہ داریوں کا احساس دلایا ، اور جگہ جگہ ان کی ان معمولی غلطیوں پر بھی نشاندہی کی ، جن سے خاندان تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتا ہے ، انہوں نے لڑکیوں کو معاشرہ کا ایک اہم حصہ بتایا

(۱) الاسلام و التجديد : ص : ۲۲۷

(۲) المحافظة و التجديد : انور الجندی ، ص : ۹۶

(۳) دراسات ادبية : عمر الدسوقي ، ۱ / ۱۸۵

(۴) اعلام النساء : عمر رضا کحالی ، ج ۵ ، ص : ۷۶

اور ان کی صحیح اسلامی تربیت پر لوگوں کو ابھارا ، انھوں نے عورت کے لئے پردہ کو ضروری قرار دیا ، اور بے پردگی کو موجب فساد بتایا ، مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کی انھوں نے سخت مذمت کی اور عورت کا بن سنور کر اور زیب و زینت سے آراستہ ہو کر گھر سے نکلنا معیوب بتایا ، انھوں نے عورتوں کے حقوق کی پرزور طریقے سے حمایت کی ، ۱۹۱۱ء میں باحشہ ہادیہ نے پہلی مصری کانفرنس میں ایک تقریر کی جس میں انھوں نے عورتوں کے حقوق سے متعلق یہ دس نکات رکھے :

- ۱- لڑکیوں کو دینی تعلیم یعنی قرآن و سنت کی تعلیم دی جائے ،
- ۲- لڑکیوں کے لئے ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے مواقع فراہم کئے جائیں اور ابتدائی تعلیم کو ملک کے تمام طبقوں کے لئے لازمی قرار دیا جائے ،
- ۳- علم امور خانہ داری کی نظری و عملی تعلیم نیز قوانین حفظان صحت ، تربیت اطفال (فرسٹ ایڈ) وغیرہ کی تعلیم دی جائے ،
- ۴- لڑکیوں کی ایک خام تعداد کو جو مصری عورتوں کی ضرورت کے لئے کافی ہو ، علم طب اور فن تعلیم حاصل کرنے میں لگایا جائے ،
- ۵- عورتوں کو اعلیٰ تعلیم کے مواقع حاصل ہوں ، اور وہ اس سلسلہ میں مکمل آزادی سے بہرہ ور ہوں ،
- ۶- لڑکیوں کو بچپن ہی سے راست گوئی ، محنت ، صبر و استقلال اور دیگر اچھی باتوں کی تربیت دی جائے ،
- ۷- پیغام نکاح کے سلسلہ میں شرعی طریقہ کی پابندی کی جائے اور کسی مسرد اور عورت کے درمیان اس وقت تک نکاح نہ ہو جب تک کہ وہ کسی محرم کسی موجودگی میں ایک دوسرے کو دیکھ نہ لیں ،
- ۸- حجاب اختیار کرنے اور گھر سے باہر نکلنے میں آستانہ کی ترکی عورتوں کا طریقہ اختیار کیا جائے ،
- ۹- ملکی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھا جائے اور حتی الامکان اشیاء و اشخاص کے معاملہ میں " غیر ملکی " کو ترجیح نہ دی جائے ،
- ۱۰- مرد اس امر کا اہتمام کریں کہ اصول مذکورہ بالا پر عمل کیا جائے (۱)

حقیقت تو یہ ہے کہ ہاحثہ ہادیہ نے اپنی دعوت کے لئے انہی نکات کو بنیاد بنایا جنہیں قاسم امین اس سے پہلے پیش کر چکے تھے ، مگر موصوفہ نے ان کے سلسلے میں جادہ اعتدال سے انحراف نہیں کیا ، اور اپنی دعوت میں اسلامی تعلیمات کو پوری طرح ملحوظ رکھا ، احمد لطفی السید نے النسائیات کے مقدمہ میں لکھا ہے :

« آزادی نروان کے سلسلہ میں ہاحثہ ہادیہ کی روش اعتدال پر قائم

تھی ، اور اس سلسلہ میں اس نے اسلامی شریعت کو پیش نظر رکھا تھا » (۱)

ہاحثہ ہادیہ کو انگریزی اور فرانسیسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا ، اس کے علاوہ دوسری زبانوں سے بھی واقفیت رکھتی تھیں ، (۲)

۱۹۱۸ء میں ۲۲ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا ، اور اپنے خاندان کے ساتھ

ہی قاہرہ میں دفن کی گئیں ، (۳)

ہاحثہ ہادیہ نے دو کتابیں تصنیف کیں ، ایک "النسائیات" اور دوسری "حقوق

النساء" ، مؤخر الذکر کتاب زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی ، النسائیات دو

جلدوں پر مشتمل تھی ، اس کا صرف پہلا حصہ ہی شائع ہو سکا ، (۴)

(۱) النسائیات : مقدمہ از لطفی السید ، ص : د

(۲) مساهمة المرأة في الادب العربي الحديث : فرحانہ صدیقی ، ص : ۱۳۵

(۳) الاعلام الالف : انور الجندی ، ج ۱ ، ص : ۲۶۹

(۴) الاعلام : خير الدين الزركلي ، ج : ۷ ، ص : ۲۸۰۸

می زیادہ

می زیادہ ۱۸۸۶ء میں فلسطین کے دار الحکومت ناصرہ میں پیدا ہوئیں^(۱) وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد لبنان کے مدرسہ راہبات عینطورہ میں داخلہ لیا، جہاں ۱۹۰۴ء تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد چند مہینے بیروت کے مدرسہ الراحبات اللعازریات میں بھی گزارے، پھر اپنے آبائی وطن ناصرہ واپس آگئیں، اور مشہور ادبیات مثلاً مدام دی سیفینیہ، جورج سند اور مدام دی ستال کی سوانح کا مطالعہ شروع کیا،

۱۹۰۸ء میں ان کا خاندان قاہرہ منتقل ہو گیا، لیکن یہاں بھی انہیں خوشحالی نہ مل سکی، چنانچہ غربت سے مجبور ہو کر می زیادہ نے ایک معری رئیس ادریس راغب کے بیٹے کو شیوش پڑھانا شروع کیا، پہلی جنگ عظیم کے دوران انہوں نے مصری یونیورسٹی میں داخلہ لے کر فلسفہ اور ادب کی تعلیم حاصل کی، یہاں وہ تقریباً تین سال رہیں، اس قلیل عرصہ میں ان کی فہم و فراست اور شیریں بیاہی کو دیکھ کر ان کے دوستوں اور اساتذہ نے انہیں 'الدموزیل صہباء' کا خطاب عطا کیا،^(۲) یہیں

(۱) نساء شہیرات : وداد سکاکیہ، ص : ۱۲

(۲) می زیادہ : جیل جبر، ص : ۲۱

ان کی ملاقات تحریک آزادی نسوان کی لیڈر ہدی ہاشم شعراوی سے ہوئی ،
اس کے بعد انھوں نے متعدد بار لبنان ، روم ، فرانس ، انگلینڈ اور اٹلی
کے سفر کئے ، ۱۹۲۰ء میں والدین کی جدائی اور دوستوں کے فراق نے انھیں نڈھال کر دیا
اسی غم میں انھیں ہسٹیریا کے دورے آنے لگے اور وہ مستقل بیمار رہنے لگیں ، بالآخر
۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا ،

می زیادہ کا شمار دور جدید کی مشہور و ممتاز ادیبات میں ہوتا ہے ان کی
بہت سی تصانیف ہیں جن میں سوانح فتاة ، کلمات و اشارات ، ظلمات و أشعة ،
المساواة ، المحائف اور ازہیر حلم وغیرہ کافی مشہور ہیں (۱) وہ عربی ، فرانسیسی
اور انگریزی تینوں زبانوں میں لکھتی تھیں ، المحروسة ، المقتطف ، المقطم ،
الہلال اور دیگر مشہور جرائد میں برابر ان کے مضامین شائع ہوتے تھے ، شاعری کے
میدان میں بھی وہ منفرد مقام کی حامل ہیں ،

می زیادہ نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں ، تو مصر میں آزادی نسوان کی تحریک
زوروں پر تھی ، قاسم امین ، باحہ بادیہ ، ہدی شعراوی اور دیگر مصری شخصیات
عورت کو جہالت اور غلامی سے نکالنے کے لئے کوشاں تھے ، می زیادہ نے بھی اس سے دلچسپی
لی ، ۱۹۱۱ء میں مصری یونیورسٹی میں لیبیہ ہاشم نے آزادی نسوان پر ایک تقریر کی
جس سے می زیادہ بہت متاثر ہوئیں ، اور اسی وقت انھوں نے ایک مقالہ عربی میں لکھا
جس میں عورت کی پسماندگی کو تنقید کا نشانہ بنایا ، (۲) اس کے علاوہ انھوں نے
آزادی نسوان کے موضوع پر بہت سے مقالے لکھے ، جو مختلف مجلات میں شائع ہوئے ، (۳)
جلسوں اور مظاہروں میں شرکت کی اور تقریروں کے ذریعہ اپنی دعوت کو عام کرنے کی
کوشش کی ،

می زیادہ کی تحریروں میں معاشرتی اصلاح اور آزادی نسوان کے سلسلہ میں خاصا
مواد موجود ہے انھوں نے عورت کو معاشرہ کا ایک اہم حصہ بتایا ہے ، ان کا خیال
تھا کہ معاشرہ کی ترقی عورت کی ترقی پر منحصر ہے ، چنانچہ عورت کو تعلیم سے
آراستہ کرنا بہت ضروری ہے ، عورت کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ

(۱) اعلام النساء : عمر رضا کحاح ، ج ۵ ، ص : ۶

(۲) می زیادہ فی حیاتہا وادبہا : جلیل جبر ، ص : ۲۶

(۳) مجلہ الہلال میں ان کا ایک مقالہ المرأة و التمدن کے عنوان سے شائع ہوا ہے
انھوں نے ۱۹۱۲ء میں النادی الشرقی کے ایک جلسہ میں پیش کیا تھا ، دیکھیے :
ان کے مقالات کا مجموعہ 'کلمات و اشارات' ص : ۲۷ - ۲۸

عورت کی آزادی اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کی گود میں پروان چڑھنے والی نسل بھی آزادی کی فضا میں سانر لے سکے ، مزید انھوں نے کہا : ضروری ہے کہ عورت کی آنکھوں سے اوهام و خرافات کے پردے ہٹائے جائیں ، تاکہ زندگی کی حقیقت اور عظمت اس کے سامنے آشکارا ہو سکے ، وہ کہتی ہیں :

”حبب أن يبدأ بتعليم المرأة لأنها الأكثر جهلاً ، حبب إصلاحها السريع ليمتسر إصلاح الرجل ، حبب أن يباشر تحرير المرأة لأنها تكون المتفردون بلمنحها عبيداً ، و هل تربي العيلة إلا عبيداً ؟ حبب أن يحسر غشاء الخزعبلات و الاوهام عن عينيها ليدرك الناظر فيهما من زوج و اخ و ولد أن معنى الحياة عظيم“ (۱)

(ضروری ہے کہ تعلیم کا آغاز عورت سے کیا جائے ، اس لئے کہ وہی زیادہ جاہل ہوتی ہے ، تیز رفتاری سے اس کی اصلاح ضروری ہے ، تاکہ مرد کی اصلاح آسان ہو جائے ، ضروری ہے کہ عورت کی آزادی کا کام فوراً شروع کیا جائے تاکہ اس کے دودھ سے سیراب ہونے والے غلام نہ رہیں ، جس کی تربیت غلام کریں گے اس کی نعمیات بھی تو غلاموں جیسی ہونگی ضروری ہے کہ اس کی آنکھ سے اوهام و خرافات کے پردے ہٹائے جائیں تاکہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے والے شوہر ، بھائی اور اولاد یہ سمجھیں کہ زندگی عظیم قدر و قیمت کے حامل ہے ،)

می زیادہ حجاب کی مخالف تھیں ، ان کا خیال تھا کہ عورت کی اپنی پہچان اس کا حسن ہے ، اسے اپنے حسن کو نکھارنے اور اپنی ذات کو دوسروں کی نظروں میں دیدہ زیب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے ، چاہے وہ گھر میں ہو یا کسی محفل میں ، اسے ہر جگہ اپنی آواز کی کھٹک ، مسکراہٹ اور ظریفانہ گفتگو اور جسمانی کشش سے سامعین اور ناظرین کا دل جیتنا چاہیئے ، عائشہ تیموریہ (جو بے پردگی کی مخالف تھیں) کی رائے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتی ہیں :

”أعتقد أن من طبيعة وجود المرأة أن تكون جميلة ، كما أن من طبيعة وجود النوع الانساني أن يكون ذكياً نشيطاً ، و كما يفعل الممرء ذكاه بالمعرفة و بالتجربة و الاطلاع ، كذلك تفعل المرأة جمالها بالريشة و الاناقة و الكياسة ، الفتاة معدة لتكون ربة منزل او أم عائلة ، و سيدة مجلس زائرة و مزورة ، لا لتنزوي في حياة الرهس و

الرهبانیة فیجب أن تنشأ علی ما هیئت له من ابهاج المنار و تزیین
المجمعات ، و بت اللطف و الأنسرفی کل شاد تحل فیہ ، و لمسا کان
علیہا أن ترضی برخامة موتہا ، و حلاوة ابتسامتہا ، و طرف حدیثہا ،
کذلک علیہا أن تروق النظر بخص ہندامہا“ (۱)

(میرا خیال ہے کہ عورت کے وجود کا فطری تقاضا ہے کہ وہ خوبصورت ہو،
جس طرح کہ نوع انسانی کے وجود کا تقاضا ہے کہ وہ ذہین اور چاق و چوبند
ہو ، اور جس طرح آدمی کی ذہانت علم ، تجربہ اور معلومات سے تیز ہوتی
ہے اسی طرح عورت کا حسن بھی زیب و زینت ، ہوشیاری اور طبع مندی
سے نکھرتا ہے ، لڑکی کا حق ہے کہ وہ گھر کی ملکہ ، خاندان کی ماں کسی
مطبی کی زینت ہو ، وہ خود جہاں چاہے جائے ، اور دوسرے لوگ اس سے ملنے
آئیں ، اس کا وجود اس لئے نہیں ہے کہ وہ کسی گوشہ میں بیٹھ کر زہد
اور رہبانیت کی زندگی گزارے ، اس لئے ضروری ہے کہ جس مقصد کے لئے اس کا
وجود بخشا گیا ہے اسی کے مطابق اس کی پرورش ہو ، یعنی وہ گھر کو سلیمہ
مندى سے رکھیں ، سماج کو بنائے سنوارے ، اور جس محفل میں بھی رہے وہاں
لطف و انسیت عام کرے ، جس طرح یہ ضروری ہے کہ اس کی آواز کھنک دار ہو
اس کی مسکراہٹیں خلوت بخش ہوں اور اس کی گفتگو ظریفانہ ہو اسی طرح
یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا جسمانی حسن بھی نگاہوں کو بھائے)

اپنی آزاد خیالی کے باوجود می زیادہ ان لوگوں میں سے نہ تھیں ، جو مرد اور
عورت کے درمیان ہر سطح پر مکمل مساوات کا مطالبہ کرتے ہیں ، بلکہ ان کا خیال
تھا کہ مرد کی مملکت میں دخل اندازی کرنے اور اس کے اختیارات کم کرنے کی کوشش
نہیں کرنی چاہیئے ، وہ جتنے بلند مرتبے پر فائز ہوگا اتنا ہی اعلیٰ مرتبہ عورتوں
کو بھی ملے گا ، باختمہ ہادیہ کو ایک خط میں لکھتی ہیں :

”أشد الملون فرحاً بہر الصولجان ، و أرفعہم للرأس کبراً و تہیہا
تحت ثقل التیجان ہم ذور العرش المتداعیہ للہبوط ، و الرجل ملسک
متداع عرشہ لأن ریح الفوضی تهب علیہ من کل جانب و خطرات الارتقاء
النسائی تتوالی متکاشرة متمکنة مع مرور الزمن ، لکنہ ملک عزیز، ہو
الأب و الأخ و الصدیق و الخطیب و الزوج فاذا سقط سقطنا معہ ، و اذا
ارتفع کنا ہارتعاعہ عظیمات ، لذلك نرید له خیرا و نجتہد فی تائید
دولتہ بشرط أن ینصب عرشنا بقرب عرشہ و أن نقف الی جنبہ وقفة المثل

بحار المشیل ، نرید ان نكون متساوین فی الحقوق الادبیة و العمرانیة
مادمننا متساوین فی الواجبات و المسئولیة ، بل ان واجباتنا و
مسئولیتنا یفوقان ما علیہ من مسئولیة و واجب فیما تری منی برضی الرجل
بتقریر هذه الحقیقة : (۱)

(بادشاہوں میں صولجان (ڈنڈا) ہلا کر سب سے زیادہ خوش ہونے والے اور
تاج کے بوجھ سے دیپے ہونے کے باوجود غرور و تکبر سے سر اٹھانے والے وہ لوگ
ہوتے ہیں ، جن کا تخت کمزور اور ڈانٹوں ڈول ہوتا ہے ، اسی طرح مرد
ایک ایسا بادشاہ ہے ، جس کا تخت کمزور بنیادوں پر قائم ہوتا ہے ، اس
لئے کہ انتشار اور انارکی کی آندھیاں اس پر ہر جانب سے چلتی ہیں اور
عورتوں کی ترقی کے لئے کئے جانے والے اقدامات میں زمانہ گزرنے کے ساتھ
ساتھ اضافہ ہو رہا ہے ، لیکن وہ زبردست بادشاہ ہے ، وہ باپ ، بھائی
دوست ، منگیتر اور شوہر ہے ، اگر اس کا زوال ہو گیا تو اس کے ساتھ ہم
بھی انحطاط کا شکار ہو جائیں گے ، اور اگر وہ بلند ہوگا تو ہمیں بھی
عظمت حاصل ہوگی ، اس لئے ہم اس کے لئے خیر چاہیں گے ، اور اس کے اقتدار
کی تائید کی کوشش کریں گے اس شرط پر کہ وہ ہمارا تخت اپنے تخت کے
قریب نصب کرے ، اور ہم ایک ہمسر کی حیثیت سے اس کے پہلو میں کھڑے
ہوں ، ہم چاہتے ہیں کہ جب ہماری ذمہ داریاں برابر ہیں تو ہمارے ادبی
اور عمرانی حقوق بھی برابر ہوں ، یہی نہیں بلکہ ہماری ذمہ داریاں
اس کی ذمہ داریوں سے بڑھ کر ہیں ، پھر مرد اس حقیقت کا اعتراف کرنے
پر کب تیار ہوگا)

می زیادہ کو معاشرتی اقدار کے تحفظ کا بڑا خیال تھا ، ان کے ایک دوست جبران
خلیل جبران تھے ، وہ بڑے آزاد خیال تھے ، ایک مرتبہ انہوں نے می زیادہ کو ایک
خط لکھا ، اس میں اس قسم کے خیالات لکھے کہ نکاح فرسودہ معاشرتی روایات میں سے ہے
عورت کو مکمل آزادی حاصل ہونی چاہیئے کہ وہ شادی کے بعد بھی جس سے چاہے شوہر کو
بتائے بغیر مل سکے ، می زیادہ نے اپنے جواب میں اس خیال کی مخالفت کی ، اور نکاح
کی اہمیت اور ازدواجی تعلقات کے آداب بیان کئے ، انہوں نے لکھا :

”اننا لا تنفق فی موضوع الزواج یا جبران ، انا احترم أفكارك ، و
أحل مبادئك ، لأننی أعرّفك صادقاً فی تعریضها مظلماً فی الدفاع عنها ،
و کلها ترمی الی مقاصد شریفة ، و أشارک ایضاً فی المبدأ الأساسی
الفاصل بحریة المرأة فکالرجل یجب أن تكون المرأة مطلقاً الحریة

بانتخاب زوجها من بين الشبان تابعة في ذلك أميالها و الهاماسها الشخصية ، لا مكيفة حياتها في الغالب الذي احساره لها الجيران و المعارف ، حتى اذا ما انتخبت شريكا لها ، تعيدت بواجبات تلك الشركة العمرانية تقيداً تاماً ، انت تسمى هذه سلاسل ثقيلة ، حبكتها الأحيال ، و أنا اقول إنها سلاسل ثقيلة ، نعم ، و لكن حبكتها الطبيعة التي جعلت المرأة ما هي ، فلن يتوصل الفكر الى كسر القيود الطبيعية لأن أحكام الطبيعة فوق كل شيء ، لم لاستطيع المرأة الاجتماعية الانتماع بحبيبها على غير علم من زوجها ، لأن باجتماعها هذه السرى ، مهما كان تخون زوجها و تخون الاسم الذي قبلته بملء ارادتها و تخون الهيمته الاجتماعية التي هي عضو عامل فيها“ (۱)

(میں نکاح کے موضوع پر تم سے متفق نہیں ہوں ، اے جبران : میں تمہارے خیالات کا احترام کرتی ہوں ، تمہارے اصولوں کی تعظیم کرتی ہوں ، اس لئے کہ میں جانتی ہوں کہ تم ان خیالات کو مدلل کرنے کی کوشش کرتے ہو اور ان کے دفاع میں مخلص ہو، اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے خیالات پاکیزہ مقاصد رکھتے ہیں ، میں اس بنیادی اصول پر تم سے متفق ہوں ، جو عورت کو آزادی کا حق دیتا ہے ، چنانچہ مرد کی طرح عورت کو بھی یہ آزادی ملنی چاہیئے کہ وہ اپنے ذاتی رجحانات کے مطابق اپنے شوہر کا انتخاب کر سکے ، اور وہ اپنی زندگی کو اس قالب میں ڈھالنے پر مجبور نہ ہو جسے اس کے لئے اس کے پڑوسی جان پہچان والے منتخب کر دیں ، لیکن جب وہ اپنے لئے کوئی شریک حیات منتخب کر لے تو اسے پھر اس عمرانی مشارکت سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کی پوری پابندی کرنی ہوگی ، تم اسے بھاری بیڑیوں کا نام دیتے ہو جنہیں نسلوں نے اپنے اوپر عائد کر لیں ، میں کہتی ہوں کہ یہ بھاری بیڑیاں ہیں ، لیکن انہیں فطرت نے عائد کیا ہے ، جرنے کہ عورت کی شخصیت کی تشکیل کی ہے ، فکر ان فطری بیڑیوں کو نہیں توڑ سکتی اس لئے کہ فطرت کے احکام سب سے بالاتر ہیں ، عورت اپنے شوہر کو بتائے بغیر اپنے محبوب شوہر سے کیوں نہیں مل سکتی ؟ اس لئے کہ اس خفیہ ملاقات سے وہ اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کرے گی ، اس نام کے ساتھ خیانت کرے گی جس کو اس نے اپنی پوری آمادگی سے قبول کیا ہے اور اس معاشرتی ڈھانچے کے ساتھ خیانت کرے گی جس کا وہ ایک حصہ ہے)

باحثہ ہادیہ کی طرح میں زیادہ کا بھی خیال تھا کہ انتخابات و سیاست کا میدان مردوں کے مزاج سے مناسبت رکھتا ہے ، اس لئے اسے انہیں لوگوں کے لئے چھوڑ دینا

چاہیئے، اس میدان میں عورتوں کو اسے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے، (۱)
 اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ آزادئِ نسوان کے موضوع پر مئی زیادہ کے خیالات
 بہت زیادہ واضح اور دو ٹوک نہیں تھے، اس کی بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ
 وہ آزادئِ نسوان کی مکمل حامی تھیں، جب کہ بعض دیگر تحریریں اس کے برعکس
 خیالات ظاہر کرتی ہیں، ان کے بعض سوانح نگاروں نے اس اضطراب کی جانب اشارہ
 کیا ہے، (۲)

مئی زیادہ ایک صاحبِ طرز ادیبہ تھیں، ان کا اسلوب بیان ایک طرف جمع سے پاک
 تھا، تو دوسری طرف اس میں جدید دور کی رکاکت اور آزاد روی بھی نہیں تھی،
 ساتھ ہی اس میں دیگر ادباء کے اسلوب کی خصوصیات بھی پائی جاتی تھیں، ان کا
 اسلوب بہت سادہ و سلیس اور دلکھڑ تھا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے استاد محمد عبد
 الغنی حس نے لکھا ہے:

”مئی زیادہ جب کسی ادبی بحث کو چھیڑتی یا کسی معاشرتی
 موضوع پر اظہار خیال کرتی تو اس کا اسلوب انتہائی سلیس
 سہل اور واضح ہوتا تھا، اس کی فکر روشن ہوتی تھی،
 عبارت بالکل آسان ہوتی تھی اور اس میں کوئی پیچیدگی
 اور ابہام نہ ہوتا تھا، الفاظ اتنے میٹھے اور خوش گوار
 ہوتے تھے کہ کانوں کو بھلے معلوم ہوتے تھے، اگر تم اس کی کوئی
 تحریر پڑھو تو اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکو گے، بلکہ
 اس کے اسیر ہو جاؤ گے، مئی زیادہ جب کچھ لکھتی ہے یا تقریریں
 کرتی ہے تو اس کی عبارتوں میں ایسی موسیقی ہوتی ہے جو
 کانوں کو بہت اچھی لگتی ہے“ (۳)

(۱) محاضرات عن مئی زیادہ : منصور مہدی، ص: ۱۷۳

ص: ۱۷۴

ص: ۱۷۲

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

طہ حسین

دور جدید کے ممتاز مصری ادیب طہ حسین ۱۸۸۹ء میں مصر کے صوبہ صعید کے ایک گاؤں ”الکیلو“ میں پیدا ہوئے، ابھی تین ہی سال کے تھے کہ چیچک نکل آنے کی وجہ سے بھارت سے محروم ہو گئے، ابتدائی تعلیم ایک مدرسہ میں حاصل کی، اس کے بعد تعلیم کا باقاعدہ آغاز جامعہ ازہر سے کیا، ۱۹۰۸ء میں جب جامعہ فواد کا قیام عمل میں آیا تو طہ حسین نے اس میں داخلہ لیا، اور ۱۹۱۲ء میں وہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ فرانس گئے اور ۱۹۱۸ء میں وہاں سے پھر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، مصر واپس آکر وہ مختلف عہدوں پر فائز ہوئے، کبھی قاہرہ یونیورسٹی میں لیکچرر کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیں، کبھی انھیں پرنسپل کے عہدہ پر فائز کیا گیا، اور کبھی وزیر تعلیم بنائے گئے، المجمع العلمی العربی دمشق کے رکن اور مجمع اللغة مصر کے صدر بھی بنائے گئے،

صہ حسین نے اپنی تعلیم اور ملازمت کے دوران بے شمار کتابیں تصنیف کیں جو ادبی دنیا میں کافی شہرت رکھتی ہیں، ان میں الادب الجاہلی، الشفر الجاہلی، حدیث الاربعاء، علی هامش الحیرة، الایام، اور قسامة الفكر وغیرہ خصوصیت

بے قابل دکر ہیں ، (۱)

طہ حسین یورپی تہذیب و ثقافت بے بہت زیادہ متاثر ہے ، ان کا خیال تھا کہ یورپی تمدن کو اختیار کر کے ہی اہل مصر کی ترقی ممکن ہے ، مصر میں مخلوط تعلیم کو عام کرنے کا سہرا انہیں کے سر جاتا ہے ، انہوں نے مصری یونیورسٹی میں سب سے پہلے لڑکیوں کے داخلہ کی اجازت دی اور لڑکوں کے شانہ بشانہ انہیں بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز کرنے کا خواب دیکھا ، اس کا انہوں نے خود اعتراف کیا ہے ، ۱۹۲۲ء میں یونیورسٹی کے فارغ طالبات کے پہلے بیچ (Batch) اور پہلی مصری ہائیلوٹ خواتین کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اس میں طہ حسین نے جو تقریر کی اس میں ان خیالات کا بھی اظہار کیا :

” آج میں آپ کے سامنے اس خفیہ منصوبہ کا انکشاف کرنا چاہتا ہوں جو چند سال پہلے مصری یونیورسٹی کے چند سرکردہ افراد نے ایک بند کمرے میں طے کیا تھا ، اس منصوبہ میں میرے لئے لطفی السید اور علی ابراہیم پاشا شریک تھے ، اس وقت تک مصری یونیورسٹی میں صرف لڑکوں کو داخلہ دیا جاتا تھا ، لڑکیوں کے داخلہ کی اجازت نہ تھی ، ہم سب نے مل کر یہ طے کیا کہ حکومت کے علم میں لائے بغیر اعلیٰ تعلیم کے لئے لڑکیوں کے داخلہ کی بھی منظوری دے دی جائے ، اس خفیہ منصوبہ کی کسی کو خبر نہ ہو سکی ، اور وزارت تعلیم کو بھی اس کا علم اس وقت ہوا جب لڑکیاں داخلہ ہاچکی تھیں ، میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ خفیہ منصوبہ نہ طے کیا جاتا تو آج مصری وکیل خواتین اور مصری ادیبات کا تیار کرنا مشکل تھا۔“ (۲)

طہ حسین نے آزادی نسوان کی پررور حمایت کی ہے ، ان کے نزدیک آزادی کا حق جس طرح مرد کو حاصل ہے اسی طرح یہ حق عورت کو بھی ملنا چاہیئے ، ان کے نزدیک

(۱) الاعلام ، خير الدين الزركلي ، ج : ۲ ، ص : ۲۲۱ - ۲۲۲

(۲) عبوة الحجاب ، محمد احمد اسماعيل ، ص : ۵۰

حجاب عورت کی آزادی پر قدغن ہے ، اسی لئے وہ عورت کو اسے اسرار پہنکنے کی دعوت دیتے ہیں ، ۱۹۱۱ء میں انھوں نے مقالات کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس میں اسی قسم کے خیالات پیش کئے تھے ، ان کے نقطہ نظر کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یوں ہے :

” لا فرق بین المرأة و الرجل فی الحرية ، و کلاهما مأمور بمکارم الاخلاق منہی عن معاوئها ، محظور علیہ أن يتعرض لمظان الشبه ، فالمرأة لا تخطو بالاجنبی و لا تعافر وحدها ، و لا تتبرج تبرج الجاهلیة الاولى ، و لها بعد ذلك ان تفعل ما تشاء فی غیر ہاشم و لا لغو ، لها أن تطرح النقاب وترفع الحجاب و تتمتع بلذات الحیاة كما تتمتع الرجل ، و لیس علیہا أن تقوم بما أخذت به من الواجب لنفسها و زوجها و النسوة الانسانی كافة ، هذا هو حکم الاسلام و هو راہنا الذی لانحید عنه ، و لاتعدل به رأياً آخر“ (۱)

(آزادی نسواں کے معاملہ میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ، دونوں کو اچھے اخلاق کا حکم دیا گیا ہے ، برے اخلاق سے روکا گیا ہے ، اور حکم دیا گیا ہے کہ بدگمانی کے مواقع سے بچیں عورت کو چاہیئے کہ کسی اجنبی کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے ، تنہا سفر نہ کرے اور جاہلیت اولیٰ کی طرح کا بناؤ سنگار نہ کرے ، اس کے بعد اسے آزادی ہے کہ جو چاہے کرے ، ہاں کوئی برا یا لغو کام کرنے سے احتراز کرے ، اسی طرح اسے حق ہے کہ نقاب اتسار پہنکے اور حجاب الٹ دے ، اور دنیا کی لذتوں سے اسی طرح بہرہ ور ہو جس طرح مرد ان سے لطف اندوز ہوتا ہے ، اور اس پر فرض ہے کہ وہ کام انجام دے جو اس کی اپنی ذات کے لئے ، اس کے شوہر کے لئے اور پوری نوع انسانی کے لئے اس پر واجب ہیں ، یہ ہے اسلام کا حکم عورت کے بارے میں اور یہی ہماری بھی رائے ہے جس سے نہ ہم روگردانی کریں گے اور نہ اسے چھوڑ کر کوئی دوسری رائے اختیار کریں گے ،)

بابِ چہام

تحریکِ نسواں اور ادبی نگارشات

گذشتہ باب میں تحریک آزادیٰ نسوان کے علمبرداروں اور اس کی نمایاں شخصیتوں کا تعارف کرایا گیا ہے ، ان لوگوں نے جہاں آزادیٰ نسوان کے سطحے میں عملی اقدامات کئے ، اور حقوق نسوان کی تحریک برپا کی وہیں اپنے افکار کو عام کرنے اور نظریات کو مقبول عام بنانے کے لئے تحریر کا سہارا لیا ، اور رسائل و مجلات میں مقالات شائع کئے ، ان مقالات کا معاشرہ پر گہرا اثر پڑا ، اور ان کے افکار کو رواج ملا ، بعد میں ان کے مجموعے کتابی صورت میں شائع ہو کر عربی ادب کا جز بن گئے ،

آزادیٰ نسوان کے علمبرداروں میں بعض لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے صرف عملی محاذ پر کام کیا ، اس سلسلہ میں ان کی قابل ذکر تحریریں نہیں ملتیں ، اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کی اس موضوع پر مختصر اور منتشر تحریریں ہیں ، لیکن انہیں کافی شہرت حاصل ہوئی ، گذشتہ باب میں ان شخصیات کے حالات زندگی کے ضمن میں ان تحریروں کا تذکرہ اور تجزیہ کر دیا گیا ہے ، آزادیٰ نسوان کے علمبرداروں میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں جن کی اس موضوع پر مستقل تصانیف ہیں اور انہیں تحریک آزادیٰ نسوان کے پیدا کردہ لٹریچر میں کلیدی اہمیت حاصل ہے ، اس باب میں

ان تصانیف کا تعارف اور ان کے مباحث کی تلخیص اور تجزیہ پیش کیا جائے گا ، یہ تصانیف اپنے مصنفین کے خیالات و افکار کی آئینہ دار ہیں ، ان میں تعلیم ، حجاب ، نکاح و طلاق ، مرد و زن کا اختلاط اور دیہگر معاشرتی موضوعات سے بحث کی گئی ہے ، ان میں سے بعض تصانیف میں معتدل نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے ، تو بعض دیہگسر تصانیف میں تحریک آزادی نسوان کی کھل کر مخالفت کی گئی ہے ، ان کتابوں میں سے بعض وہ ہیں جس میں بحث کا معروضی علمی اسلوب اختیار کیا گیا ہے ، تو بعض درحقیقت سفرنامے ہیں ، جن میں مشاہدات اور سفر کے دوران سیاح کے افکار و خیالات کا علم ہوتا ہے ، بعض کتابیں ناول کے طرز پر لکھی گئی ہیں ،

تحریک آزادی نسوان کے علمبرداروں کے ذریعہ عربی زبان میں جو نثری سرمایہ وجود میں آیا ہے وہ اپنے اسلوب کے اعتبار سے امتیازی خصوصیت رکھتا ہے ، عموماً ان مصنفین کی زبان سجع اور محسنات لفظی سے پاک ، شستہ ، اور سلیس اور عام فہم ہوتی تھی ، ان کا آسان اور دلنشین اسلوب قاری کو متاثر کرتا تھا ، تحریک آزادی نسوان سے متاثر تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے ، ان سب کا تذکرہ اور ان کے مباحث کا تعارف و تجزیہ طول کا باعث ہوگا ، بہت سی کتابیں دستیاب بھی نہیں ہو سکی ہیں ، اس لئے آئندہ صفحات میں چند ایسی نمائندہ کتابوں کا تعارف کرانے پر اکتفا کیا جائے گا جن کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور ان کے ذریعہ آزادی نسوان کے حامیوں کے افکار و خیالات کا مکمل تعارف ہو جاتا ہے ،

تخلیص الابریز فی تلخیص باریز

رفاعہ طہطاوی کو جب ۱۸۲۶ء میں فرانس جانے کا موقع ملا ، وہاں انہیں جرچیز نے متاثر کیا وہ یہ کہ فرانسیسی عورت کو جو آزادی حاصل ہے وہ اس سے کہیں زیادہ شجس کا انہوں نے اپنے ملک میں مشاہدہ کیا تھا ، فرانس میں کئی سال رہ کر انہوں نے وہاں کے معاشرہ کا قریب سے مطالعہ کیا ، اور اپنے مشاہدات و احساسات اپنی کتاب ”تخلیص الابریز فی تلخیص باریز“^(۱) میں قلم بند کیا ، اس کتاب کے ذریعہ عورت کی حیثیت ، اس کے حقوق اور دیگر معاشرتی مسائل پر ان کے خیالات جانے جاسکتے ہیں :

مثلاً پردے کے سلسلے میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شرافت یا بے حیائی کا تعلق پردے یا بے پردگی سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق درحقیقت تربیت سے ہے ، اگر کسی کی تربیت اچھی ہو تو اس سے عفت و شرافت کا مظاہرہ ہوگا ، خواہ وہ پردے کا اہتمام کرے یا نہ کرے ، وہ فرانس کے مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”و حیث إن كثيراً ما يقع السؤال من جميع الناس على حالة النساء عند الافرنج كشفنا عن حالهن الفطام ، و ملخص ذلك ايضاً أن وقسوع اللخططة بالنسبة لعنة النساء لا يأتي من كشفهن أو سترهن ، بل منشأ ذلك التربية الجيدة و الخسيسة و التعود على محبة واحد

(۱) یہ کتاب رفاعہ طہطاوی نے ۱۸۳۱ء میں لکھی تھی ،

دون غیرہ، و عدم التشريك في المحبة و الالتئام بين الزوجين ، وقد
جرب في بلاد فرنسا أن العفة تستولي على قلوب النساء المنسوبات
الى الرتبة الوسطى من الناس دون نساء الاعيان و الرعايا، فنساء
هاتين المرتبتين يقع عندهم الشبهة كثيراً و يتهمون في الغالب (۱)

(اکثر لوگوں کی طرف سے انگریزوں کے یہاں عورتوں کی حالت کے بارے
میں سوال کیا جاتا ہے ، یہاں ہم ان کی حالت کا تذکرہ کرتے ہیں، اس
کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کی عفت و عصمت پر حرف آنے کا تعلق ان کے
بے پردہ یا باپردہ رہنے سے نہیں ہے ، بلکہ اس کی اصل یہ ہے کہ ان کی
تربیت اچھی ہوئی ہے یا خراب ؟ کسی ایک سے محبت کرنے اور دوسروں کو
اس میں شریک نہ کرنے کا عادی بنایا گیا ہے ، یا نہیں ؟ اور زوجیں
کے درمیان محبت و الفت پائی جاتی ہے یا نہیں ؟ فرانس میں بارہا
دیکھا گیا ہے کہ ان عورتوں کے دلوں میں عفت پائی جاتی ہے جو معاشرے
کے اوسط درجے کے مردوں سے منسوب ہوتی ہیں ، رہے اعلیٰ طبقے کے لوگ (اشراف)
اور عوام الناس تو ان دونوں طبقوں کی عورتوں کے بارے میں اول الذکر
کے مقابلے میں زیادہ شبہات کئے جاتے ہیں ، اور انہیں زیادہ متہم کیا
جاتا ہے)

رفاعہ طہطاوی اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے اظہار کرتے ہیں کہ فرانس میں
عورتیں تجارت میں براہ راست حصہ لیتی ہیں ، خرید و فروخت کرتی ہیں حتیٰ کہ
دکانیں اور قہوہ خانے چلاتی ہیں ، وہ لکھتے ہیں :

" و عادة نساء هذه البلاد ، كشف الوجه و الرأس ، و النحر و ما
تحتہ ، و القفا ، و ما تحتہ ، و الیدين الى قرب المنكبين ، و العادة
ایضا أن البیع و الشراء بالأصالة للنساء ، و أما الأفعال فهي للرجال
فكان لنا بالدكاكين و القهاوی و نحوها فرجة علیها ، و علی ما
یعمرها ، و كان اور ما وقع علیه یمرنا من التحف قهوة عظیمــة ،
دخلناها ، فرأیناها عجیبة الشكل و الترتیب ، و القهوجیة امرأة
جالسة علی صفة عظیمــة و قد امسا دواة و ریث و قاشمة " (۲)

(اس ملک (یعنی فرانس) میں عورتیں چہرہ اور سر ، گردن اور
اس کا نچلا حصہ گدی اور دونوں ہاتھ مونڈھے سے قریب تک عموماً کھولے
رہتی ہیں ، خرید و فروخت کے معاملات یہاں اصلاً عورتوں ہی کے ذمے ہوتے
ہیں ، دوسرے کام مرد انجام دیتے ہیں ، یہاں کی دکانوں ، قہوہ

(۱) نخلیم الابریز فی تلخیص باریز : رفاعہ طہطاوی ، ص : ۳۰۵

(۲) ایضاً : ص : ۹۹ - ۱۰۰

خاتون اور ان جیسے دیگر مقامات پر جانے اور وہاں کے لوگوں سے ملنے کا اکثر موقعہ ملتا تھا ، سب سے پہلے ہماری نظر جس جگہ پڑی وہ سڑا قہوہ خانہ تھا ، اس میں ہم گئے تو اس کی عجیب بناوٹ اور ترسیب دیکھی ، اس قہوہ خانہ کی مالک ایک عورت تھی جو ایک چھوٹے سے بیٹھی ہوئی تھی ، اس کے سامنے ایک میز تھی جس پر قلم دوات رکھا تھا (

ان مشاہدات میں رفاعہ طہطاوی کی ناپسندیدگی یا ناگواری کا مطلق اظہار نہیں ہوتا بلکہ اس کے بجائے ان کی حیرت ، دلچسپی اور پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے گویا مردوں اور عورتوں کا اختلاط اور عورت کی بے پردگی ان کے نزدیک کوئی معیوب اور غیر اخلاقی بات نہیں ، ایک اور جگہ وہ فرانس کے مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط کا تذکرہ یوں کرتے ہیں :

”و نساء الفرنسویۃ ہارعات الجلال و اللطافة ، حسان المعایرة و الملاطفة ، یتبرجن دائماً بالزینۃ ، و یختلطن مع الرجال فسی المنتزعات ، و ربما حدث التعارف بینہن و بین بعض الرجال فی تلك المحال ، سواء الأحرار و غیرہن ، خصوصاً یوم الأحد الذی ہو عید النصارى ، و یوم بطالتہم ، و لیلة الاثنين فی (البالات) و المراقص“ (۱)

(فرانس کی عورتیں حسین و جمیل ہیں ، ہم آہنگی اور حسن معاملگی کا پرتاؤ کرتی ہیں ، ہمیشہ زیب و زینت کا مظاہرہ کرتی ہیں پارکوں میں مردوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہیں ، بسا اوقات ان جگہوں پر غیر مردوں سے ان کا تعارف بھی ہو جاتا ہے ، ان عورتوں میں اعلیٰ طبقے کی عورتیں بھی ہوتی ہیں ، اور دیگر طبقات کی بھی ، ایسا خاص طور پر اتوار کے دن ہوتا ہے ، جو عیسائیوں کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے ، اور اس دن چھٹی ہوتی ہے ، اسی طرح مردوں اور عورتوں کا یہ اختلاط تھیٹروں اور کلبوں میں ہوتا ہے)

یہی نہیں بلکہ وہ اہل فرانس کے یہاں ہونے والے رقص کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ، اسے آرٹ کا نمونہ قرار دیتے ہیں ، جب کہ مشرقی رقص کو وہ شہوانی جذبات بھڑکانے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں ، لکھتے ہیں :

”و یتعلق بالرقص فی فرنسا کل الناس و كأنہ نوع من العیاقۃ و الشلیۃ ، لا من الفسق ، فلذلك کان دائماً غیر خارج عن قوانین

الحیاء ، بخلاف الرقص فی ارض مصر فانه من خصوصیات النساء لانہ
لتہیج الشهوات و أما فی باریس فانه نط مخصص لایشم منه راحة
العمر ابدا ، و کل انسان يحرم امرأة یرقص معها ، فاذا فرغ
الرقص عزمها آخر للرقصة الثانية ، وهكذا ، و سواء کان يعرفها
اولا ، و تفرج النساء بكثرة الراغبین فی الرقص معهن؟ (۱)

(فرانس میں مرد عورتیں سب لوگ رقص کے دلدادہ ہیں ، گویا اس میں
کوئی بے ہودگی نہیں بلکہ وہ ایک قسم کی لیاقت اور ہنر ہے ، اس لئے
عموما اس میں بے حیائی نہیں پائی جاتی ، برخلاف مصر میں ہونے والے
رقص کے کہ یہاں رقص صرف عورتیں کرتی ہیں ، اس لئے کہ وہ شہوانی
جذبات بھڑکانے کے لئے ہوتا ہے ، رہا پیرس میں ہونے والا رقص ، تو وہ
ایک مخصوص آرٹ ہے ، جس میں آوارگی کا شائبہ تک نہیں ہوتا ، کسی
بھی مجلس میں کوئی بھی مرد جس عورت کے ساتھ چاہے رقص کر سکتا ہے ، جب
وہ دونوں رقص پورا کر لیں تو دوسرا مرد اس کے ساتھ رقص کرنے لگتا ہے
ضروری نہیں کہ رقص کرنے والے مرد اور عورت میں پہلے سے شناسائی ہو ،
عورتیں اس وقت بہت خوش ہوتی ہیں جب بہت سے مرد ان کے ساتھ رقص کرنے
کی خواہش کریں)

رفاعہ طہطاوی کو فرانس میں مختلف محفلوں ، پارکوں اور مظلوط جگہوں پر جانے
کے مواقع ملے ، انہوں نے محسوس کیا کہ فرانس کے لوگ عورت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے
ہیں ، اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ اگر کسی مجلس میں تمام کرسیاں بھر گئی ہیں
اور اس کے بعد کوئی عورت آتی ہے تو کوئی مرد اس کے لئے اپنی جگہ خالی کر دیتا ہے ،
اسی طرح کوئی شخص کہیں ملنے جاتا ہے تو اپنے میزبان کو سلام کرنے سے پہلے اس کی ہیکم
کو سلام کرتا ہے ، وہ کہتے ہیں :

” و اذا دخلت امرأة على أهل المجلس ، و لم يكن ثم كرسي خال ، قام
لها رجل و اجلسها ، و لا تقوم لها امرأة لتجلسها ، فالأنثى دائماً في
المجالس معظمة اكثر من الرجل ، ثم ان الانسان اذا دخل بيت صاحبه
فانه يجب عليه أن يحیی صاحبة البيت قبل صاحبه ، و لو كبر مقامه
ما امکن ، فدرجته بعد زوجته أو نساء البيت؟ (۲)

(جب عورت کسی مجلس میں آتی ہے اور وہاں کوئی کرسی خالی نہیں ہوتی

تو کوئی مرد کھڑا ہو جاتا ہے اور اسے اپنی جگہ بٹھا دیتا ہے ، اسے بٹھانے کے لئے کوئی عورت نہیں کھڑی ہوتی ، مجسموں میں عورت کو مرد کے مقابلے میں زیادہ عزت دی جاتی ہے ، اسی طرح جب کوئی شخص اپنے کسی دوست کے گھر جاتا ہے تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ پہلے دوست کی بیگم کو سلام کرے خواہ اس کے دوست کا مقام کتنا ہی بلند ہو ، لیکن اس کا درجہ اپنی بیوی یا گھر کی عورتوں کے بعد ہوتا ہے ، (

اہل فرانس کے بارے میں مصریوں کے درمیان یہ بات عام تھی کہ ان میں اپنی بیویوں کے بارے میں غیرت مفقود ہوتی ہے ، ان کی بیویاں دوسرے مردوں کے ساتھ گھل مل کر رہتی ہیں ، یا ان کے ساتھ رقص کرتی ہیں ، یا تنہا ادھر ادھر آتی جاتی ہیں ، لیکن ان کے شوہروں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ، رفاہ طہطاوی اپنے مشاہدات کی بنیاد پر اہل مصر کے اس تصور کی تردید کرتے ہیں ، اور کہتے ہیں کہ اہل فرانس کی جانب سے اس رویہ کا مظاہرہ ان کے اپنی بیویوں پر اعتماد کی وجہ سے ہوتا ہے ، ورنہ ان میں غیرت مصریوں سے زیادہ ہوتی ہے ، اگر انہیں کبھی اپنی بیویوں سے خیانت کا پتہ چل جائے تو وہ انہیں نہیں بخشتے اور ان کے ساتھ نہ صرف خیانت کرنے والے کو بلکہ اپنے آپ کو بھی ہلاک کر لیتے ہیں ، وہ کہتے ہیں :

”و لا یظن بہم اُنہم لعدم غیرتہم علی نساءہم لا عرف لہم فی ذلک ، حیث ان العرف یشہر فی ہذا المعنی اکثر من غیرہ ، لانہم و ان فقدوا الفیرۃ ، لکنہم ان علموا علیہن شیئا کانوا شر الناس علیہن ، و علی انفسہم ، و علی من خانہم فی نساءہم“ (۱)

(اہل فرانس کے بارے میں کسی کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ ان میں اپنی بیویوں کے بارے میں غیرت مفقود ہوتی ہے ، اس لئے کبھی ان کی جانب سے اس کا مظاہرہ نہیں ہوتا ، حقیقت یہ ہے کہ ان میں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ غیرت پائی جاتی ہے ، اگرچہ بظاہر غیرت دکھائی نہیں دیتی ، لیکن اگر کبھی انہیں کچھ پتہ چل جاتا ہے تو وہ اپنی بیویوں کے بارے میں خود اپنے بارے میں اور خیانت کرنے والوں کے بارے میں بہت برے ہوتے ہیں)

المرشد الأمين للبنات والبنین

رفاعہ طہطاوی نے اپنی مختلف تحریروں میں مصری معاشرہ میں تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے ، اور لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی تعلیم دلانے پر ابھارا ہے ، ان کی ایک کتاب ”مناہج الألباب المصرية فی مناہج الآداب العصرية“ ہے اس میں انہوں نے پہلے لڑکوں کے لئے ضروری علوم و معارف کی تفصیلات بیان کی ہیں ، پھر لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ انہیں ابتدائی تعلیم دینے اور سلاشی کڑھائی وغیرہ سکھانے کے ساتھ بعض دیگر علوم و فنون کی بھی تعلیم دی جائے ، اور ان کے لئے لکھنا سیکھنے کا بھی انتظام ضرور کیا جائے ، لکھتے ہیں :

” و اما بالنسبة للبنات ، فان ولّى الحمت بعلمها ما يليق بها من القراءة و امور الدين ، و كلّ ما يليق بالنساء من خياطة و تطريز و ان اقتضى حال البلاد تعليم النساء الكتابة و بعض مبادئ المعارف النافعة فى ادارة المنازل فلا بأس بتعليم الحساب و ما أشبهه لهن ، و يشترك الصبيان و البنات فى تعليم الاخلاق و الآداب و حسن السلوك“ (۱)

(جہاں تک لڑکیوں کا تعلق ہے تو لڑکی کا سرپرست اسے پڑھنا اور دہنسی

باتوں کی تعلیم دے گا ، اور سلائی کڑھائی سکھائے گا ، اور اگر ملک کے حالات کا تقاضا ہو کہ عورتوں کو لکھنا اور امور خانہ داری کسی بعض مفید چیزیں سکھائی جائیں تو انھیں حساب وغیرہ سکھانے میں کوئی حرج نہیں ہے ، اسی طرح آداب و اخلاق اور حسن سلوک کی تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو دی جانی چاہیئے (

رفاعہ طہطاوی نے خاص طور پر اپنی کتاب ”المرشد الامین للجنات و البنین“ میں لڑکیوں کے حق تعلیم کا دفاع کیا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت کی ضرورت پر زور دیا ہے ، انھوں نے تاریخی طور پر بحث کرتے ہوئے یونانی ، فرانسیسی اور امریکی عورتوں کی تعلیم و تربیت کا تذکرہ کیا ہے ، اس کے بعد تفصیل سے عربی عورت کے اوصاف و خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے ، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان خصوصیات کی وجہ سے وہ بھی توجہ اور احترام کی مستحق ہے ، مثال میں انھوں نے تاریخ میں مشہور بہت سی خواتین مثلاً بنت المہلہل ، زوجہ المتلمس ، زوجہ ابی الاسود الدؤلی ، زوجہ حمدان الجعدی ، حرقہ بنت النعمان المنذر ، ام حکیم اور ان کے علاوہ بہت سی ملکاٹیں ، شاعرات اور امہات المومنین کا تذکرہ کیا ہے ، (۱) اس سے ان کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ عرب عورت اپنی ایک روشن تاریخ رکھتی ہے وہ بعض ایسے لطیف احساسات کی مالک ہے جو مردوں میں نہیں پائے جاتے ، اس طرح گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب عورت ان اعلیٰ صفات سے مزین اور بلند اخلاق و اوصاف سے متصف ہے تو اسے تعلیم سے محروم رکھا جائے اور اسے وہ کام انجام دہنے سے کیوں روکا جائے ، جنہیں مرد انجام دیتا ہے ، انھوں نے آگے ایک فعل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے ”تشریک الجنات مع الصبيان في التعلم و التعليم و کسب العرفان“ اس میں انھوں نے بہت صراحت سے یہ بتایا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم پر یکساں توجہ صرف کی جائے ، لڑکیوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھایا جائے ، حساب اور دیگھر چیزوں کی انھیں تعلیم دی جائے ، اس سے نہ صرف ان کی عقل روشن ہوتی ہے اور وہ تہذیب و شائستگی سے آراستہ ہوتی ہیں بلکہ مردوں کے دوش بدوش ہر کام میں مشارکت کی بھی اہل ہو جاتی ہیں ، سب سے اہم بات تو یہ کہ حصول علم میں مصروف ہو کر وہ بے کاری سے محفوظ رہتی ہیں اور اوهام و خرافات سے بچی رہتی ہیں ، وہ لکھتے ہیں :

”سنبھلی صرف الہمہ فی تعلیم الجنات والصبيان معاً، لحسن المعاشرة
الازواج، فتتعلم الجنات القراءة و الكتابة و الحساب و نحو ذلك،
فان هذا مما يزيدهن ادباً و عقلاً، و يجعلهن أهلاً، و يخلصن به
لمشاركة الرجال فی الکلام و الراى، فيعظمن فی قلوبهم، و يعظم
مقامهن، لزوال ما فيهن من سخافة العقل و الطيش، مما ينتج من
معاشرة المرأة الجاهلة لمرأة مثلبها، و ليتمكن للمرأة عند اقتضاء
الحال أن تتعاطى من الاشغال و الاعمال ما يتعاطاه الرجال، على قدر
قوتها و طاقتها، فكل ما يطيقه النساء من العمل مباشرته بانفسهن
و هذا من شأنه أن يشغل النساء عن البطالة، فان فراغ أيديهن عن
العمل يشغل ألسنتهن بالأباطيل و قلوبهن بالأهواء و افتعال الأقاويل،
فالعامل بمون المرأة عما لايليق، و يقربها من الفضيلة“ (۱)

(زوجین کے درمیان حسن معاشرت کے لئے لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کو ایسا
ساتھ تعلیم دی جانی چاہیئے، لڑکیوں کو پڑھنا لکھنا اور حساب وغیرہ
سیکھنا چاہیئے، اس سے ان کی عقل و ادب میں اضافہ ہوگا، اور وہ علوم
و معارف کی اہل ہوں گی، اور اس کے ذریعہ بات چیت اور رائے مشورہ میں
وہ مردوں کا ساتھ دے سکیں گی، اس طرح مردوں کے دلوں میں ان کی عزت
ہوگی اور ان کا مقام و مرتبہ بلند ہو جائے گا، اور ان سے کم عقلی اور
بے وقوفی دور ہو جائے گی، جو کہ جاہل عورتوں کے آپسی صحبت سے پیدا
ہو جاتی ہے، اگر ضرورت ہو تو عورتوں کو اپنی طاقت و قوت کے بقدر وہ
کام انجام دینا چاہیئے جنہیں مرد کرتے ہیں، عورتیں جو کام کر سکتی
ہیں وہ انہیں خود سے انجام دینا چاہیئے، ایسا کرنے سے عورتیں ہمسکار
نہیں رہیں گی، بے کار رہنے سے ان کی زبانوں پر غلط باتیں رہتی ہیں ان
کے دل بڑے خیالات سے بھرے ہوتے ہیں اور وہ الٹی سیدھی باتیں کہتی رہتی
ہیں، کام کرنے سے عورت نامناسب چیزوں سے محفوظ رہے گی اور اچھے کاموں
سے قریب ہو جائے گی،)

رفاعہ طہطاوی نے ان لوگوں کا اعتراض نقل کیا ہے جو کہتے ہیں کہ عورتیں پڑھ
لکھ کر بے اوقات غلط کام کی طرف مائل ہو جاتی ہیں، مثلاً وہ خط و کتابت کے ذریعہ
ساجز روابط قائم کر لیتی ہیں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو محفہ گھر کی
حفاظت اور بچوں کی نگہداشت کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے انہیں تعلیم کی کیسا
ضرورت ہے، ان اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد طہطاوی نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے

کہ یہ بری صفات ضروری نہیں ہے کہ تمام عورتوں میں پھائی جائیں ، کتنی ہی عورتیں ہیں جو اس سے دور رہتی ہیں ، تعلیم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات مثلاً حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ وغیرہ علم کے اعلیٰ معیار کو پہنچی ہوئی تھیں ، ان کے علاوہ بھی ہر زمانے میں ایسی عورتیں پھائی گئی ہیں جو علم کے زہر سے پوری طرح آراستہ تھیں ، وہ کہتے ہیں کہ یوں تو بہت سے مرد بھی علم و معرفت میں غلو کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے ، اور ان کے افکار خروج و اعتزال کا شکار ہو گئے ، لیکن اس بنا پر ان کو حصول علم سے محروم نہیں کر دیا جاتا ، پھر تعلیم کی وجہ سے لڑکیوں کے بہکنے کی بعض استثنائی مثالوں کو لے کر انہیں کیوں اس سے محروم کر دیا جائے ،

رفاعہ طہطاوی نے تعلیم کی اہمیت کو ایک تجربہ کے ذریعہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے ، وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکی کو بچپن ہی سے پڑھنا لکھنا سکھائے حساب اور دیگر چیزوں کی تعلیم دے اور اس کی فطرت کے مطابق اسے تلاشی اور کڑھائی بھی سکھائے ، پھر بلوغت کے بعد کسی ایسے مرد سے اس کی شادی کر دے جو تعلیم و تہذیب میں اسی جیسا ہو ، تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسن طوکلے نہ پیش آئے ، یا وہ اس کے لئے بہتر ثابت نہ ہو ، اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں :

” فان تعلیمهن فی نفس الامر عبارة عن تنویر عقولهن بمصباح المعارف المرشد لهن ، فلا شك أن حصول النساء علی ملکہ القراءة و الكتابة ، و علی التخلّق بالأخلاق الحميدة ، و الاطلاع علی المعارف المفيدة ، هو اجمل صفات الکمال ، و هو أشوق للرجال المترتبین من الجمال ، فالأدب للمرأة یغنی عن الجمال ، لكن الجمال لا یغنی عن الادب ، لأنه عسرفی زائل“ (۱)

(اس لئے کہ لڑکیوں کی تعلیم درحقیقت علوم و معارف کے چراغ سے ان کے عقول کے روشن ہونے سے عبارت ہے ، اس میں شک نہیں کہ عورتوں کا لکھنے پڑھنے کا ملکہ حاصل کرنا ، اچھے اخلاق سے متمتع ہونا اور مفید علوم سے بہرہ ور ہونا ، بہترین صفات کمال میں سے ہے ، یہ چیز انہیں ان مردوں کی نگاہ میں پسندیدہ بنادے گی ، جو خوبصورتی چاہتے ہیں ، ادب عورت میں حسن کی تلافی کردیتا ہے ، لیکن حسن ادب سے بے نیاز نہیں کرتا ، اس لئے کہ وہ (یعنی حسن) زائل ہو جانے والی چیز ہے ،)

رفاعہ مہطاوی نے لڑکیوں کی تعلیم پر اس پہلو سے بھی ترجہ دی ہے کہ ماں کا اپنے بچوں کی پرورش و پرداخت اور اصلاح و تربیت میں اہم رول ہوتا ہے ، ماں جب تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہوگی اور اس کے بچے اسے مطالعہ یا کسی گھریلو امور میں مشغول دیکھیں گے تو وہ بھی اس کے نقش قدم پر چلیں گے ، اور اس کی خوبیاں اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کریں گے ، اس کے برعکس صرف زیب و زینت اور خرافات میں ملوث جاہل عورت کے بچے جہالت کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھیں گے اور اسے نکلنے کی کوشش نہیں کریں گے ، وہ لکھتے ہیں :

”آداب المرأة و معارفها تؤثر كثيراً في اخلاق اولادها ، اذ البنت الصغيرة متى رأت أمها مقبلة على مطالعة الكتب ، و ضبط أمور البيت و الاشتغال بتربية اولادها جذبتھا الغيرة الى ان تكون مثل امھﺎ ، بخلاف ما اذا رأت أمها مقبلة على مجرد الزينة و التبرج ، و اضاءة الوقت بهذر الكلام ، و الزيارات غير اللازمة ، حيث تتصور البنت من الصغر أن جميع النساء كذلك ، فتألف ذلك من صغرها“ (۱)

(عورت کے علوم و آداب اس کی اولاد کے اخلاق پر بھی بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں ، جب چھوٹی بچی دیکھے گی کہ اس کی ماں کتابوں کے مطالعہ یا امور خانہ داری کی شوقین ہے اور بچوں کی تربیت کا اہتمام کرتی ہے تو وہ بھی اپنی ماں کی طرح بننا چاہے گی ، لیکن جب وہ دیکھے گی کہ اس کی ماں ہنساؤ سنگھار اور سیر و تفریح کی شوقین ہے ، بے سر و پا باتوں میں وقت گزارتی ہے اور غیر ضروری طور پر ادھر ادھر جاتی ہے تو بچپن ہی سے اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ تمام عورتیں ایسی ہوتی ہیں ، چنانچہ وہ بچپن ہی سے ان چیزوں کی شوقین ہو جائے گی ،)

آخر میں رفاعہ مہطاوی نے بطور دلیل وہ حدیث پیش کی ہے جس میں حضور نے شفاء بنت عبد اللہ کو حضرت حفصہ کو نملہ نامی مرض کے علاج کا منتر (رقية السملة) اور کتابت سکھانے کا حکم دیا ہے ، اور اس کے ذریعہ لوگوں کو یہ دھن نشیں کرانا چاہا ہے کہ عورتوں کا پڑھنا اور لکھنا جائز ہے ، اس کے حقدار جس طرح مرد ہیں اسی طرح عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک ہیں ،

رفاعہ طہطاوی کا تعلق ایک ایسے دور سے ہے جب عربی زبان و ادب پر پس ماندگی اور اضمحلال طاری تھا ، انھوں نے اسے ترقی دلائی ، دیگر زبانوں سے علمی کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کیا ، اس وقت عربی زبان پر تکلف مجب اور بدائع لفظی کی قیود میں اسیر تھی ، انھوں نے اسے ان سے آزادی دلائی اس کی تحریروں میں قدیم رکاکت کے اثرات نہیں ملتے ، اور وہ سہل ممتنع کا نمونہ معلوم ہوتی ہیں ، انورالجندی نے رفاعہ طہطاوی کے اسلوب پر ہوں روشنی ڈالی ہے :

” رفاعہ طہطاوی نے عربی اسلوب کو سجع سے آزادی دلانے کی کوشش کی ، ان کی تحریریں ایک نئی صبح کے آغاز اور بدیع اور سجع کے عہد کے خاتمہ کی علامت تھیں ، ان کا یہ رجحان ان کے زمانے میں رائج قدیم اسلوب سے آزادی سے عبارت ہے ، انھوں نے عربی زبان کو اس معیار پر پہنچا دیا کہ وہ جدید فکری قدروں کا مقابلہ کرنے لگی ، انھوں نے ایسی تحریریں لکھیں اور ایسے کلمات وضع کئے جن کے ذریعے نئے نئے معانی کی ادائیگی ہوئی ، جن سے عربی زبان پہلے سے روشناس نہیں تھی ، اسی طرح انھوں نے فکر اور تحریر کے اسلوب میں عقلی تحلیل و تجزیہ اور حقیقی نقطہ نظر سے استفادہ کیا۔“ (۱)

کشف المخبأ عن فنون أوربا

احمد فارس شدياق کی دوسری کتاب ”کشف المخبأ عن فنون اوربا“ ہے اس کا اسلوب اول الذکر کتاب سے بالکل مختلف ہے ، اس میں انہوں نے بیانیہ اور منجیدہ اسلوب میں یورپ کے اپنے مشاہدات بیان کئے ہیں ، وہ ہمیں ایک سیاح ، ایک مورخ اور ماهر سماجیات نظر آتے ہیں ، اس میں ان کا اسلوب رفاعہ طہطاوی سے ملتا جلتا ہے ، دونوں میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف یہ کہ رفاعہ طہطاوی کے مشاہدات میں ہمیں بہت گہرائی نظر آتی ہے ، وہ معاملات کے باطن تک پہنچ جاتے ہیں ، جب کہ احمد شدياق جزئیات اور شایوں امور کو بیان کرتے ہیں ، اور ان کی توجہ ظاہر پر زیادہ ہوتی ہے ، طہطاوی اور شدياق کی تحریروں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ طہطاوی کو صرف فرانس ہی میں رہنے کا موقع ملا ، اس لئے ان کے مشاہدات صرف فرانس تک ہی محدود ہیں ، اس کے برخلاف شدياق کو انگلینڈ اور فرانس دونوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ، اس لئے وہ اپنی تحریروں میں دونوں جگہ کی معاشرت کا تقابلی مقابلہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

اس کتاب میں شدياق نے زندگی کے مختلف معاملات میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کا موازنہ کیا ہے ، یہاں عورت کے مقام و مرتبہ سے متعلق ان کے احساسات کو بیسان کیا جاتا ہے ،

شدیاق کے مشاہدے میں ایک چیز یہ آئی کہ انگریز عورتوں میں جہالت عام ہے جب کہ فرانس کی عورتیں عموماً تعلیم یافتہ ہوتی ہیں ، انہوں نے اب تک جگہ اعداد و شمار بھی پیش کئے ہیں ، کہ ۱۸۵۵ء میں تین ملین جوڑوں میں چالیس فیصد عورتیں اور ۲۹ فی صد مرد اپنے تھے جنہوں نے ان پڑھ ہونے کی وجہ سے اپنے نکاح ناموں پر دستخط کرنے کے بجائے تلمیذ کا نشان بنایا تھا ، انہوں نے انگریز مردوں کا یہ احساس بھی نقل کیا ہے کہ وہ عورتوں کو اس اندیشے کی بنا پر تعلیم سے دور رکھتے ہیں کہ وہ فرانسیسی عورتوں کی طرح ان پر دلیر ہو جائیں گے ،

”فان یکن والحالة هذه من لوم علی النساء فانما هو علی قاطنات المدن و القرى الجامعة بل الرجال فی هذه الاماکن لا یریدون اعتکاف نساہن علی القراءة و الكتابة لئلا یشمخن علیہم کما هو دأب نساء الفرنسا و ما احسن مسا فیل ان المرأة الفاضلة هی التي اذا قرأت حلتها لاشحن العمل و اذا عملت خلتها لاشحن القراءة“ (۱)

(اگر عورتوں کا تعلیم یافتہ نہ ہونا ایک عار کی بات ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ حالت چھوٹے شہروں اور دیہاتوں کی ہے ، وہاں کے مرد اپنی عورتوں کو تعلیم دلانا نہیں چاہتے ، اس اندیشے سے کہ کہیں وہ فرانسیسی عورتوں کی طرح ان پر شیر نہ ہو جائیں ، وہاں کے بارے میں کتنی اچھی بات کہی گئی ہے کہ اگر کوئی عورت تعلیم یافتہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کرنا نہیں جانتی اور کوئی عورت کام کر رہی ہے تو تم اس کے بارے میں یہ سمجھ لو کہ وہ تعلیم سے عاری ہے)

شدیاق نے ایک مشاہدہ میں یہ بھی کہا کہ فرانس کے لوگ عورتوں کا زیادہ خیال رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ زیادہ عزت و اکرام کا معاملہ کرتے ہیں ، برخلاف اس کے انگریزوں میں یہ چیز نہیں پائی جاتی ، اس چیز کو انہوں نے ایک مثال کے ذریعے بیان کیا ہے ، وہ یہ کہ کسی اسٹیمر یا کسی سواری گاڑی میں اگر تمام سیٹیں بھر گئی ہوں اور کوئی عورت اس میں داخل ہو تو کوئی فرانسیسی مرد اپنی جگہ سے ہٹ کر اسے بٹھا دیتا ہے ، اس کے برخلاف انگریز مرد عورتوں اور بچوں کو دھکے دیتے ہوئے اچھی سیٹوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور عورتیں کھڑی رہ جاتی ہیں (۲)۔

شدیاق اپنا ایک مشاہدہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انگریزوں میں عفو و عصمت

(۱) کشف المخبر عن فنون اوربا : احمد فارس شدیاق ، ص : ۱۱۴

(۲) ایضاً : ص : ۱۱۳

کا تصور فرانسیسیوں کے مقابلے میں زیادہ پایا جاتا ہے ، وہ لکھتے ہیں :

”واں لم یکنوا یحتفون بازواجہم و یکرمونہن امام الناس کما
تفعل الفرائسیة الا انہم اکثر منهم احسانا لفروجہن و اوفر مودة
و وفاء لہن فی الحضرة و الغیبة“ (۱)

(انگریز اگرچہ فرانسیسیوں کی طرح اپنی بیویوں کا خیال نہیں رکھتے
اور لوگوں کے سامنے ان کے ساتھ عزت و اکرام کا معاملہ نہیں کرتے لیکن
وہ ان کے مقابلے میں اپنی بیویوں کی عصمت کی زیادہ حفاظت کرنے والے ہوتے
ہیں ، اور ان کی موجودگی میں اور ان کے پیٹھ پیچھے بھی ان سے محبت اور
وفاداری کا معاملہ فرانسیسیوں سے زیادہ کرتے ہیں)

شدیاق نے فرانس میں یہ بھی دیکھا کہ وہاں کی عورتیں اپنے حسن و جمال کے
ہاوجود گھٹیا۔ بے گھٹیا کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں ، جب کہ انگریز
عورتیں ان کاموں کو ناپسند کرتی ہیں ، وہ کہتے ہیں :

”ومن ذلك ان نساء عامة الفرنسیس مع زھوہن و أعجابہن اذ الزھو
صفة عامة لصیغ أنات هذا الجیل تراہن يتعاطین من الأعمال الخیمة
ما تأنف منه أخص نساء الإنکلیز و ذلك کتکنہنسی الطرق و حمل الأحمال و تنظیف
الأحذية و صید السمک و المناظرة علی المراحيض و نحو ذلك مع ذلك فلا بد من
أن تخاطب کل واحدة من هؤلاء الخیصات المبتذلات بلفظة ”مادام““ (۲)

(فرانس کی عام عورتیں اپنے حسن و جمال کے ہاوجود — کہ وہاں کی تمام
عورتیں حسن و جمال سے متصف ہوتی ہیں — گھٹیا بے گھٹیا کام کر لیتی
ہیں ، ایسے کام جنہیں ^{معمول درجہ کی} انگریز عورتیں ناپسند کرتی ہیں ، مثلاً راستوں
پر جھاڑو دینا ، بوجھ اٹھانا ، جوتے صاف کرنا ، مچھلی کا شکار کرنا
اور پبلک لیٹرین کی دیکھ بھال کرنا وغیرہ اس کے ہاوجود ان گھٹیا کام کرنے
والی عورتوں کو میڈم کے نام سے پکارا جاتا ہے ،)

وہ کہتے ہیں کہ انگریز عورتیں اپنے مردوں کی افضلیت کا اعتراف کرتی ہیں جب
کہ فرانسیسی عورتیں مرد اور عورت کے درمیان مساوات کی علم بردار ہیں ، ان کا
خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو ایک پہلو میں امتیاز دیا ہے تو عورت کو
بھی دوسری خصوصیت سے نوازا ہے ، اس طرح دونوں کے درمیان توازن پیدا کیا ہے مثلاً

(۱) ایضاً : ص : ۱۱۲

(۲) ایضاً : ص : ۲۴۲ — ۲۴۴

اگر مرد کو قوت و طاقت دی ہے تاکہ وہ روزی کما سکے تو عورت کو صبر اور گھر کسی دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت کا ہنر دیا ہے ، اگر مرد کو مضبوط جسم عطا کیا گیا ہے تو عورت حسن و جمال کی مالک ہے ، اگر مرد کو عزت نفس سے بہرہ ور کیا گیا ہے تو عورت کو حیا کی دولت ملی ہوئی ہے ، (۱)

الساق علی الساق فیما هو الفاریاق

احمد فارسی شدیاق کو فرانس میں کچھ دن رہنے کا موقع ملا تو انہوں نے یورپی تہذیب کو قریب سے دیکھا ، انہوں نے اپنے مشاہدات و احساسات اپنی کتابوں ” الساق علی الساق فیما هو الفاریاق “ اور ” کشف المخبا عن فنون اوربا “ میں بیان کئے ہیں ، اول الذکر کتاب میں ان کا اسلوب فکاہی اور طنز و مزاح کا ہے ، اس کے باوجود اس کے ذریعے ہم عورت کے بارے میں ان کے خیالات جان سکتے ہیں ،

الساق علی الساق میں بعض مقامات پر شدیاق نے عورت کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے گویا ان کے نزدیک عورت کی تطہیق مرد کے لئے ہوئی ہے ، عورت مرد کے لئے باعث خیر بھی ہے اور باعث شر بھی ، وہ لکھتے ہیں :

”ان الانسان ولد فی هذه الدنيا محتاجاً الى اشياء كثيرة لازمة لحفظ حياته و ذلك كالاكل و الشرب و النور و الدفء ، و الى اشياء اخرى غير لازمة للحياة و انما هي لتقویم طبعه حتى لا یختل ، و ذلك كالضحك ، و الكلام و اللهو و سماع الغناء و اتخاذ المرأة ، (۱)

(انسان اس دنیا میں بہت سی چیزوں کا محتاج ہے ، ان میں سے بعض اس کی زندگی کی بقا کے لئے ناگزیر ہیں ، مثلاً کھانا ، پانی ، روشنی

(۱) الساق علی الساق فیما هو الفاریاق : احمد فارسی شدیاق ،
الکتاب الثانی ، ص : ۲۷۹

اور گرمی وغیرہ اور بعض چیزیں لازمی تو نہیں البتہ تقویم طبع کے لئے ہیں ، مثلاً ہنسنا ، بات کرنا ، کھیل کود ، گانا سننا اور بیوی رکھنا وغیرہ ،)

”قال بعض العلماء اذا اراد الله أن يقضي خيراً على الارض قبّض له امرأة فكانت الوسيلة الى اجرائه ، و اذا اراد الشيطان أن يقضي شراً توّسل اليه ايضاً بامرأة ؟“ (۱)

(بعض اہل علم نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کسی شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے کسی عورت کو وسیلہ بننا دیتا ہے ، اور جب شیطان کوئی شر پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی عورت ہی کو ذریعہ بناتا ہے ،)

ایک جگہ انھوں نے تعلیم نسواں پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں ہمیں انگریزوں سے سبق لینا چاہیئے ،

”فان قلت انه ليس عندنا كتب في العربية تعلم للنساء ، قلت هب ما فلتة حقاً و لكن أليس عند الأفرنج كتب مختمة بالنساء و الاولاد يولفها الرجال الفاضلون المبهذون ، فلم تشتري من الأفرنج الخز و المتاع و لاتشتري منهم العلم و الحكمة و الآداب و لاينكر احد ان التعليم على صغر كالنقر في الحجر“ (۲)

(اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پاس عربی میں ایسی کتابیں نہیں ہیں ، جو عورتوں کے لئے مناسب ہیں تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ بات ٹھیک ہے ، لیکن کیا انگریزوں کے یہاں عورتوں اور بچوں کے لئے ایسی مخصوص کتابیں نہیں ہیں جنہیں ماہرین فن اور دانشوروں نے تالیف کیا ہے پھر تم ان سے دیگر سامان تو خریدتے ہو ، لیکن علم ، حکمت اور آداب حاصل نہیں کرتے ، کوئی شخص اس بات کا انکار نہیں کرے گا کہ بچوں کی تعلیم پتھر کی لکیر ہوتی ہے)

انھوں نے عورتوں کو ایسی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے جو اخلاق کو سنوارنے وہ کہتے ہیں کہ اگر لڑکی کوئی فن سیکھنے یا مطالعہ میں مشغول ہوگی تو اس کا ذہن خرافات سے پاک رہے گا ،

(۱) ایضاً : الكتاب الشاسی ، ص : ۲۲۰

(۲) ایضاً : الكتاب الرابع ، ص : ۵۲۲

”فاما تعليم نساء بلادنا القراءة و الكتابة فعندى أنه محمده بشرط استعماله على شروطه ، و هو مطالعة الكتب التى تهذب الاخلاق و تحسن الاملاء ، فان المرأة اذا اشتغلت بالعلم كان لها به شغل عن استنباط المكاييد و اختراع الحيل كما سيأتى ذكر ذلك ، ولا بأس للمتزوجات بقراءة كتابى هذا و امثاله ، لأنه كما أن من السوان الطعام ما يباح للمتزوجين دون غيرهم فكذلك هى الوان الكلام“ (۱)

(جہاں تک ہمارے ملک میں عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کا سوال ہے تو میرے نزدیک یہ ایک اچھی چیز ہے بشرطیکہ اس کا استعمال صحیح طریقے پر ہو ، اور وہ یہ کہ وہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کرتے جس سے کہ اخلاق سنورے اور املا درست ہو جائے ، جب عورت تحصیل علم میں مشغول ہوگی تو سازشوں کا جال بننے اور مکر و فریب اور حیلہ تراشنے سے اس کی توجہ ہٹ جائے گی ، شادی شدہ عورتیں میری اس کتاب اور اس جیسی دوسری کتابوں کا مطالعہ کر سکتی ہیں ، جس طرح بعض کھانے صرف شادی شدہ لوگ کھا سکتے ہیں ، یہی حال کلام کی بعض قسموں کا ہے)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شدیاق اگرچہ لڑکیوں کی تعلیم کے قائل تھے لیکن صرف ایک محدود دائرے میں اس کی اجازت دیتے تھے ، اس زمانے میں جب کہ تعلیم نسوان کا مطلق رواج نہ تھا اس کے حق تعلیم کو بیان کرنا بڑی بات تھی ، انہوں نے لڑکیوں کی جہالت کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ گھر میں خدمت گزاروں کے ساتھ رہتی ہیں اور ان کی ماٹیں ان کی تعلیم و تربیت پر دھیان نہیں دیتیں ، وہ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ تعلیم و تربیت کی صورت میں لڑکیوں کے بھگنے کے امکانات کم سے کم ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی عصمت کی حفاظت زیادہ بہتر طریقے پر کر سکتی ہیں ، (۲)

اس کتاب میں شدیاق نے جاہجا ہرقع کا مذاق اڑایا ہے ، ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر اس سے چند حصین عورتوں کا چہرہ چھپتا ہے تو زیادہ تر بد صورت عورتوں کے میسوب بھی چھپ جاتے ہیں :

”فاما براقع النساء فهى و ان كانت تخفى جمال بعضهن الا انها تريح العين ايضا من قبح ماثرهن ، غير أن تكثر القبيحات اكثر ، لان المصلحة لايهن عليها اذا خرجت من قمصها أن تطير فى الأسواق من

(۱) ایضاً : الكتاب الاول ، ص : ۱۲۶

(۲) ایضاً : الكتاب الاول ، ص : ۱۶۰

دون ان تمکّن الناظرین من رؤیہ ملامحہا ، لينظروا حسنہا و جمالہا ، (۱)

(جہاں تک ہرقعوں کا تعلق ہے تو ان سے اگر بعض حصین عورتوں کا حسن چھپ جاتا ہے تو تمام بدصورت عورتوں کی بدصورتی دیکھنے سے بھی نگاہیں محفوظ ہوجاتی ہیں ، زیادہ تر بدصورت عورتیں ہی پردہ کرتی ہیں ، اس لئے کہ خوبصورت عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو وہ بازاروں میں اس طرح چلنا پھرنا پسند نہیں کرتی کہ دیکھنے والے اس کے خط و خال دیکھ نہ سکیں بلکہ وہ چاہتی ہے کہ لوگ اس کے حسن و جمال کا نظارہ کریں)

ایک جگہ انھوں نے ہرقع پر اس انداز سے تنقید کی ہے کہ بے پردہ عورتوں کے مقابلے میں ہرقع والی عورتوں کی طرف نگاہیں زیادہ اٹھتی ہیں ، لکھا ہے :

”ان القلوب برؤیة المتبرقعات أولع منها برؤیة المصفرات ، و ذلك ان العين اذا رأت وجهاً جميلاً ، و ان یکن راعياً شائعاً غایة ما یمكن فان المخيلة تستقر علیه و تمکن ، فاما عند تبصر الوجه المحبوب مع اعتقاد القلب بان صاحبه من الجنس المحبوب ، ولا یما اذا قام الدلیل علیه بحلاوة العینین ، و بالهدب و بزجج الجاجین فان المخيلة تطیر بالافکار علیه ، و لاتجد لها من امد تنتهی الیه “ (۲)

(بے پردہ عورتوں کے مقابلے میں ہرقع والی عورتوں کو دیکھنے کے لئے دل زیادہ مائل ہوتے ہیں ، اس لئے کہ اگر کسی خوبصورت چہرہ پر نگاہ پڑتی ہے تو اس میں خواہ چاہے کتنی دلکشی ہو لیکن اسے دیکھ کر خیالات کو استقرار اور سکون مل جاتا ہے ، لیکن جب نگاہ کسی ہرقع والے چہرہ پر پڑتی ہے اور دل کہتا ہے کہ ہرقع پوش محبوب جنس سے ہے اور خاص طور پر اس وقت جب آنکھوں میں حلاوت اور پھنوں میں خوبصورتی محسوس ہو تو دل برابر اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ،)

اس کتاب میں نکاح اور طلاق کے مسئلہ پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے ، نکاح کے بارے میں شدیاق انتہائی آزاد خیال نظر آتے ہیں ، ان کے نزدیک مذهب کسی پابندیاں اور رسوم و رواج سے معنی نہیں ، کہتے ہیں :

(۱) ایضاً ، الكتاب الثانی ، ص : ۲۱۵

(۲) ایضاً ، الكتاب الثانی ، ص : ۲۲۴

”انه اذا كان المراد من الزواج أن كلا من الزوجين يزوج صاحبه
لنفسه لا لاهل البلد و للمعارف و الاصحاب ... لم يكن من المعقول
أن يدمق عليهما ذو قُبعة فيقول للمرأة لا تتزوجي هذا لكسونه
لم يسم بطرس . ثم يقول للرجل لا تتزوج هذه لانها لم تسم مريم ،
أو أن يقول هذا يوم الأحد لا يصح فيه الزواج“ (۱)

(اگر نکاح سے مراد یہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ رہنا
منظور کرتا ہے محض اپنے لئے نہ کہ دوسروں کے لئے تو یہ بات قرین عقل
نہیں ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس پر مختلف پابندیاں عائد کرے ، مثلاً
وہ عورت سے کہے کہ تم اس مرد سے شادی نہ کرو اس لئے کہ اس کا نام
بطرس نہیں ہے یا وہ کسی مرد سے کہے کہ تم اس عورت سے شادی نہ کرو اس
اس لئے کہ اس کا نام مريم نہیں ہے ، یا وہ یہ کہے کہ آج اتوار کا دن
ہے آج نکاح جائز نہیں ہے)

ایک جگہ انھوں نے طلاق کے مسئلہ پر چار آدمیوں کا مناظرہ نقل کیا ہے ، ان میں
سے ایک عیسائی ہے ، دوسرا یہودی تیسرا مسلمان اور چوتھا ملحد ، ملحد طلاق کا
انکار کرتا ہے اور اس کے مفاسد بیان کرتا ہے ، مسلمان اس کا رد کرتے ہوئے طلاق کی
مشروعیت اور اس کی حکمتیں بیان کرتا ہے ، یہودی بھی طلاق کا قائل ہے ، لیکن اس
کے اسباب دوسرے بیان کرتا ہے ، چوتھے شخص کی کوئی رائے نہیں ہے ، احمد فارسی شذیاق
نے یہ مکالمہ معروضی انداز میں بیان کیا ہے ، لیکن آخر میں چند اشعار نقل کئے
ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی طلاق کے قائل ہیں (۲) لیکن ان کی نظر میں
طلاق کا حق مرد اور عورت دونوں کو ملنا چاہیئے ، وہ کہتے ہیں :

”اذا كان الانتاج و حفظ النسل مشتركاً بين الرجل و المرأة بل
جلاً اركانه مختص بها و متوقف عليها فلم لا يكون الطلاق مشتركاً
بينهما ايضاً اذا اقتضت الاسباب ذلك“ (۳)

(اگر پیدائش اور نسل کی حفاظت مرد اور عورت دونوں کے درمیان مشترک
ہے بلکہ اس میں زیادہ تر ذمہ داریاں عورت کو اٹھانی پڑتی ہیں تو طلاق
ان کے درمیان مشترک کیوں نہ ہو ،)

(۱) ایضاً : الكتاب الثاني ، ص : ۲۷۸

(۲) ایضاً : الكتاب الثاني ، ص : ۲۷۲ - ۲۷۱

(۳) ایضاً : الكتاب الثالث ، ص : ۵۵۰

اس کتاب میں جاہجا مشرقی عورت اور مغربی عورت کے درمیان اس طرح موازنہ کیا گیا ہے کہ اس سے مصنف کے نزدیک مغربی طرز معاشرت کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مشرق میں دوسرے لوگوں کے سامنے شوہر اور بیوی دور رہتے ہیں، کہیں بیٹھنا ہو تو دونوں دور بیٹھیں گے، اگر عورت کے بال تیز ہوا سے بکھر جائیں تو اس کا شوہر اسے ٹھیک نہیں کر سکتا، راستے میں چلتے ہوئے اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کھانے کے دوران وہ کچھ بول نہیں سکتا^(۱) جب کہ اس کے برخلاف مغرب میں ہم دیکھتے ہیں کہ اشراف اپنی بیوی بچوں کے کمر میں ہاتھ ڈالے تھپتھپاتے اور کھیل کود کی جگہوں میں جاتے ہیں، ان کی بیویاں ان کے ساتھ ہنستی مسکراتی ہیں، (۲)

شدیاق مرد اور عورت کے درمیان مساوات کے داعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر ازدواجی خیانت ہری چیز ہے تو اسے دونوں کے معاملہ میں برا سمجھا جانا چاہیئے، خواہ اس کا ظہور عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے، لوگ بیوی کی طرف سے ظاہر ہونے والی خیانت کو تو بہت معیوب اور غلط سمجھتے ہیں لیکن اگر اس کا اظہار شوہر کی طرف سے ہوتا ہے تو اسے معذور گردانتے ہیں، (۳)

احمد فارس شدیاق کے زمانے میں ادباء لفظی و بیانی صنعت کے دلدادہ تھے، اور ہتکلف قدمات کے اسالیب کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے تھے، شدیاق نے صنعت بیانیہ سے اجتناب کیا، اور سادہ و سہل اطلوب اختیار کیا، ان کی تحریروں میں الفاظ بہت عام فہم اور سلیس استعمال ہوتے تھے، لیکن وہ اپنے معانی پر بھرپور دلالت کرتے تھے، ان کی اسی خصوصیت کی بنا پر نقادوں نے انہیں صاحب طرز ادباء اور ادبی نشاۃ ثانیہ کے علمبرداروں میں شمار کیا ہے، مثلاً مارون عبود نے انہیں لبنان میں ادبی نشاۃ ثانیہ کا بانی قرار دیا، عمرالدوقی نے انہیں "ادبی نشاۃ ثانیہ کے علمبرداروں" میں شمار کیا، اور انیس المقدسی نے لکھا ہے کہ "انیسویں صدی عیسوی میں عربی نشاۃ ثانیہ میں اس کا غیر معمولی حصہ ہے، جس نے بیسویں صدی میں ادب کے ارتقاء کے لئے راستہ ہموار کیا" (۴)

(۱) ایضاً، کتاب الثالث، ص: ۴۵۷

(۲) ایضاً، " ص: ۴۷۰

(۳) " ص: ۵۰۲

(۴) احمد فارس شدیاق، محمد عبدالغنی حن، ص: ۷۵

شدیاق محسنات لفظی کو ناپسند کرتے تھے ، ان کا خیال تھا کہ عبارت آرائی میں استعارات اور تشبیہات وغیرہ کا ہتکلف استعمال ضیاع وقت ہے ، ان کا ایسا ہی خیال سجع کے بارے میں بھی تھا ، (۲) الممتہ انھوں نے اپنی کتابوں میں اور خاص طور پر الساق علی الساق میں کہیں کہیں سجع کا استعمال کیا ہے ، لیکن زیادہ تر ان کی تحریریں سجع سے خالی ہیں ، جب کہ اس زمانے میں ادیباء کا ذوق عام طور پر سجع کی طرف مائل تھا ،

شدیاق کے اطوب کی اہل خصوصیت و صف کی ہاریکی ، تجزیہ و تحلیل کی گہرائی اور تصویر کشی و تعمیل کا حق ہے ، ان کی اس مہارت کا اندازہ خسام طور سے اس وقت ہوتا ہے جب وہ معنویات کی تصویر کشی محسوسات کے ذریعہ کرتے ہیں ، ان کی کتاب الساق علی الساق میں اس کی بکثرت مثالیں ہیں ، بسا اوقات وہ بہت چھوٹی چھوٹی چیزوں اور جزئیات کی تصویر کشی اتنی دقت و ہاریکی سے کرتے ہیں کہ وہ بہت قدر و قیمت کے حامل اور اہم معلوم ہونے لگتی ہیں ،

عَلَمُ الدِّين

علی پاشا مبارک کی کتاب علم الدین جدید عربی ادب میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے، یہ کتاب افسانوی اطوب کا ایک نمونہ ہے، بلکہ غالباً یہ اولین کتاب ہے جو اس انداز پر لکھی گئی، اس طرز کو بعد میں محمد المویلحی نے اپنی کتاب ”حدیث عیسیٰ ابن ہشام“ میں، حافظ ابراہیم نے اپنی کتاب ”لیالی سطح“ میں اور دوسرے لوگوں نے اپنایا، یہ کتاب اصلاً ایک ازہری شیخ کے سفر یورپ کی روداد ہے، جسے انہوں نے اپنے بیٹے اور اپنے انگریز سیاح دوست کے ساتھ کیا تھا، دوران سفر ان لوگوں کے مابین جو گفتگو ہوتی ہے، اس میں ادب، تاریخ، جغرافیہ، سائنس، لغت اور دیگر علمی موضوعات زیر بحث آئے ہیں، اس طرح یہ کتاب محض ایک سفرنامہ ہی نہیں بلکہ مختلف علوم و فنون کی معلومات کا ایک مجموعہ بھی ہے، مصنف نے ان دوستوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو مسامرہ کا نام دیا ہے یہ کتاب ۱۲۵ مسامرات یعنی فصول پر مشتمل ہے، اور چار بڑی جلدوں میں ۱۸۸۲/۱۲۹۹ھ میں مطبعہ جریدہ المحروسہ مصر سے شائع ہوئی ہے،

کتاب کا مرکزی کردار ایک ازہری شیخ علم الدین ہے، شیخ کے باپ مصر کے ایک گاؤں میں امامت کرتے اور بچوں کو دینی تعلیم دیتے تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کو قرآن حفظ کرایا، ابتدائی تعلیم دی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے ارہر بھیج دیا

ازھر میں علم الدین نے خوب محنت سے تعلیم حاصل کی ، اور مختلف علوم و فنون میں تفوق اور مہارت پیدا کی ، تعلیم سے فراغت کے بعد علم الدین کی شادی تقیہ نامی ایک خاتون سے ہو جاتی ہے ، اس سے ایک بیٹا ہوتا ہے ، جس کا نام انھوں نے برہان الدین رکھا ، علم الدین کی ملاقات مصر میں ایک انگریز سے ہوتی ہے جو وہاں عربی زبان سیکھنے آیا تھا ، دونوں کے درمیان بہت گہری دوستی ہو جاتی ہے ، چنانچہ اس انگریز کے اصرار پر علم الدین اپنے بیٹے کے ساتھ مصر سے یورپ کا سفر کرتا ہے ، سفر کے دوران مختلف موضوعات پر علم الدین اور انگریز کے دران طویل طویل گفتگو ہوتی ہے ، جو معلومات انگریز کو حاصل ہوتی ہیں انھیں وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے اور جو باتیں ازھری شیخ جانتے ہیں وہ تفصیل سے بتاتے ہیں ، مثال کے طور پر انگریز بتاتا ہے کہ ٹرین چلنے سے پہلے سیٹی کیوں بجاتی ہے ؟ بھاپ سے ٹرین کیسے چلتی ہے ؟ ٹرین کی ایجاد کب اور کیسے ہوئی ؟ اس سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں ؟ سمندر میں مدوجزر کیسے آتا ہے ؟ اور ان میں چاند اور ستاروں کے کیا اثرات ہوتے ہیں ؟ سمندر کی تہہ میں کیا کیا چیزیں پائی جاتی ہیں ؟ وغیرہ ، اسی طرح علم الدین انگریز کو بتاتا ہے کہ ”طنطا“ کی اصل کیا ہے ؟ اور کیسے یہ لفظ بگڑتے بگڑتے طنطا ہو گیا ؟ مصر میں اسلام کی آمد سے پہلے عیسائیوں کے کیا کیا تہوار تھے ؟ عربی میں ہوا کے لئے کون کون سے الفاظ آتے ہیں اور ان کے معنی میں کیا کیا فرق ہے ؟

معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا ایک مقصد اہل مشرق کے سامنے مغربی تہذیب کا ایک تعارف ہے ، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں مغربی تہذیب کی تاریخ اور اس کے اجزائے ترکیبی کا تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے ، اور وہ اسباب بیان کئے گئے ہیں جن کی بنا پر اہل مغرب کو رفعت و عظمت حاصل ہوئی اور انھوں نے دنیا پر حکمرانی کی ، نیز مغربی علوم کا تذکرہ کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ اہل مغرب کو علوم و فنون سے کتنا شغف ہے ؟ اس سے واضح طور پر یہ اشارہ ملتا ہے کہ مصنف اہل مشرق کو شوق دلارہا ہے کہ وہ اہل مغرب کا طریقہ اختیار کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں تاکہ وہ بھی انھیں کی سی عظمت حاصل کر سکیں ، مثال کے طور پر ایک موقعہ پر انگریز سیاح ازھری شیخ کے سامنے یورپی تھیٹر کا تذکرہ کرتا ہے ، اس کی تاریخ بیان کرتا ہے یورپی زندگی میں اس کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتا ہے اور اہل مغرب کی اس سے دلچسپی کا اظہار کرتا ہے تو ازھری شیخ ان باتوں کو بہت غور سے

سنتا ہے ، انہیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اہل مشرق بھی اس ثقافت کو اختیار کرلیں ، اس کی نظر میں اہل مصر یا اہل مشرق کے یہاں جوتھیلی چیزیں رائج ہیں وہ گھٹیا ہیں اور بے ذوقی پر دلالت کرتی ہیں ، جب کہ یورپی تھیٹر میں فن ، ذوق ، علم اور تہذیب سب کچھ پایا جاتا ہے ،

اس کتاب میں مصنف نے یورپی طور طریقے اختیار کرنے کی بھی بات کہی ہے ، مغربی علوم و فنون کو اختیار کرنے کی دعوت دی ہے ، اور یہ بات کہی ہے کہ یورپ کی جو روایات مفید اور اچھی ہوں انہیں اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ، مصنف نے دکھایا ہے کہ کس طرح ازہری شیخ اور اس کا بیٹا مشرقی اخلاق و آداب اور روایات کو اختیار کئے رہتے ہیں ، اس کے ساتھ ساتھ مغربی ثقافت و تہذیب ، رہن سہن عادات و اطوار کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں ،

علی باشا مبارک نے اس کتاب میں تعلیم پر زور دیا ہے ، ان کا خیال تھا کہ تعلیم کو عام ہونا چاہیے اور تمام باشندوں کو اس کے مواقع حاصل ہونے چاہئیں۔ اس کتاب کے پہلے حصے کے پانچویں مسامرہ میں ازہر کے ایک شیخ سے یہ گفتگو کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ مصری کسانوں کے بچوں کے لئے تعلیمی مواقع فراہم کرنا قومی تقاضا بھی ہے اور دینی بھی ، اسی طرح اس مسامرہ میں وہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ طبیعی علوم کے تحصیل کی بھی دعوت دیتے ہیں ، ایک جگہ (جزء اول ص : ۲۵۰) وہ اہل مشرق کو تاریخ کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طلباء مدارس کے لئے علم تاریخ بہت ضروری ہے ، ایک مسامرہ (مسامرہ ۱۲) میں انہوں نے عورتوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے دیگر حقوق پر زور دیا ہے ، اور مرد و عورت کے درمیان پاکیزہ اختلاط کی اجازت دی ہے ، ان خیالات کا اظہار انہوں نے انگریز سیاح کی زبانی کیا ہے ، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسی قسم کے خیالات خود ان کے بھی ہیں ، اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے ہم وطن بھی انہی خیالات کے حامل بن جائیں ، محمود شرقاوی اور عبد اللہ المشد نے لکھا ہے کہ ”اگر اس نے اپنے ان خیالات کو انگریز سیاح کی زبان سے نہ پیش کئے ہوتے تو اس کو اسی طرح مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا جس سے قاسم امین دوچار ہوا“ ، (۱)

اسی مسامرہ (۱۲) میں انہوں نے کہا ہے کہ تعلیم یافتہ اور بے پردہ عورت جاہل

اور باہر دہ عورت کے مقابلے میں اپنے آپ کی اور اپنے شوہر اور گھر والوں کی عزت کی زیادہ حفاظت کر سکتی ہے۔ انہوں نے مزید یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ازدواجی لطف و محبت زوجین کے درمیان مساوات کی بنیاد پر قائم ہو سکتی ہے اگر دونوں میسر مساوات نہ ہو تو ان کے درمیان حقیقی محبت و الفت نہیں پائی جاسکتی ، اس لئے کہ فطری لذت اسی وقت پائی جاسکتی ہے جب دو چاہنے والوں کے درمیان مساوات ہو اور دونوں طرف سے خلوص کے ساتھ محبت کا اظہار کیا جائے ،

علی ہاشا مبارک عورتوں کے لئے صرف اسی قدر تعلیم کے حامی نہیں ہیں کہ اس سے جہالت کا عار دور ہو سکے ، بلکہ وہ اسے علم و معرفت کے اعلیٰ معیار تک پہنچنے اور اس معاملہ میں مرد کی براہری کرنے کی دعوت دیتے ہیں ان کے نزدیک ازدواجی زندگی کی سعادت اس وقت مکمل ہوتی ہے جب زوجین کے درمیان ذہنی اور ثقافتی ہم آہنگی ہو ، بیوی نہ صرف یہ کہ علمی میدان میں شوہر کی معاونت کرے بلکہ مادی اعتبار سے بھی اس کی معاون ہو ، مثال کے طور پر انہوں نے ایک کردار علم الدین کی بیوی تقیہ کا پیش کیا ہے ، وہ علم سے بے بہرہ اور مطلق جاہل تھی ، لیکن اس نے اپنے شوہر سے تعلیم حاصل کی اور اس میں اس حد تک کمال حاصل کر لیا کہ اس سے عقائد اور فکر و فلسفہ کے مختلف دقیق مسائل مثلاً جبر و قدر ، عرفی اور جوہر وغیرہ پر بحث و مباحثہ کرنے لگی ، اور بہت سے اشعار اور امثال و حکم پیش کرنے لگی ، اس چیمبر کو بعض نقادوں نے کتاب کا فنی نقص قرار دیا ہے ،^(۱) ان کے خیال میں کوئی عورت جو نری جاہل ہو اتنی جلدی فکر کے اس بلند مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی ، یہ بات خواہ فنی اعتبار سے درست ہو لیکن اس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ علی ہاشا مبارک مصری عورت کو اس بلند مرتبے پر دیکھنا چاہتے ہیں اور اسے اتنی آزادی سہم پہنچانا چاہتے ہیں کہ وہ فکری اعتبار سے اپنے شوہر کے ہم پلہ ہو سکے ، مختلف موضوعات پر اس سے بحث کر سکے ، اور ان کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور مساوات ہو ،

حقوق نسواں کے حلقے میں اس روشن خیالی کے باوجود بعض معاشرتی مسائل میسر علی ہاشا مبارک کا نقطہ نظر قدامت پسندانہ ہے ، مثال کے طور پر وہ تعدد ازدواج کے

حسامی نظر آتے ہیں ، اپنی اس کتاب کی تیسری جلد (مسامرہ ۸۶) میں انہوں نے ایک نوجوان شیخ بہاؤ الدین کا کردار پیش کیا ہے جس نے تعدد ازدواج کے موضوع پر پیرس کی عورتوں کے سامنے گفتگو کی اور ان سے مباحثہ کر کے انہیں اس بات کا قائل کر دیا کہ تعدد ازدواج سے عام معاشرتی زندگی میں کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا اور اس میں حقوق نسواں کی کوئی پامالی نہیں ہے ، اسی طرح وہ رقص کو بھی شدید ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں، اس کا اشارہ اس بات سے ملتا ہے کہ کتاب کی تیسری جلد (مسامرہ ۸۸) میں انہوں نے شیخ علم الدین کی زبان سے رقص کے بارے میں ایسے کلمات کہلوائے ہیں جن سے ان کے شدید غضب ، نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے ،

علی پاشا مبارک نے یہ کتاب قصی اسلوب میں لکھی ہے ، انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ” اس نے یہ اسلوب عمداً اختیار کیا ہے ، اس لئے کہ لوگ اکثر قصوں اور واقعات پر مشتمل کتابیں پڑھنے کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں “، (۱) قیے کے مرکزی کرداروں کے درمیان ہونے والی گفتگو میں وہ جاہل قرآنی آیات ، احادیث ، اشعار امثال و حکم اور ضمنی قیے بھی بیان کرتے ہیں، اسی طرح ان کرداروں کی زبان سے وہ مختلف علوم و فنون کے بارے میں معلومات بھی فراہم کرتے ہیں، ان کا مقصد ایک طرف جہاں قیے کو دلچسپ بنا کر پیش کرنا ہے وہیں دوسری طرف قارئین کے فکری و ثقافتی افق میں بھی اضافہ کرنا ہے ، کتاب کا انداز بیان سہل اور سجع و محسنات لفظی سے بڑی حد تک محفوظ ہے ، الجتہ کہیں کہیں مسجع عبارتیں بھی مل جاتی ہیں ،

محمود شرقاوی نے ان کے اسلوب پر یوں تبصرہ کیا ہے :

” کتاب علم الدین کا اسلوب سہل اور آسان ہے ، اس کی عبارتوں میں روانی ہے اس میں سجع کا التزام نہیں ہے ، اگرچہ کہیں بغیر کسی تکلف کے مسجع عبارتیں بھی آگئی ہیں ، اس طرح اس کتاب کو وہ قاری بھی پسند کرے گا جو آسان اور ہلکی پھلکی تحریریں پڑھنے کا عادی ہے اور اس کے ذریعے اس شخص کے ذوق کی بھی آسودگی ہوگی جو سجع اور محسنات لفظی کو پسند کرتا ہے ، اگر ہم اس زمانے کے اسلوب اور معیار تحریر کو پیش نظر رکھیں تو کہہ سکتے ہیں کہ علی پاشا مبارک اپنی اس کتاب میں اپنے ہم عصر انشا پردازوں سے کہیں آگے ہے “، (۲)

(۱) ایضاً ، ص : ۱۱۸

(۲) ایضاً ، ص : ۱۱۷

تحریر المرأة

آزادی نسواں سے متعلق منظر عام پر آنے والی یہ پہلی کتاب ہے جس نے نہ صرف مصری معاشرہ میں ہلکے پورے عالم عرب میں ایک تھلکہ مچا دیا ، اس سے پہلے معاشرتی موضوعات پر اگرچہ بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھیں مگر ان میں مدعا کو اتنے زور دار انداز میں نہیں پیش کیا گیا تھا ،

۱۸۹۳ء میں ایک فرانسیسی مصنف دوق دار کور نے فرانسیسی زبان میں ایک کتاب (L'Egypte Et Les Egyptiens) لکھی ، جس میں اس نے مصر اور اہل مصر کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا تھا ، اس کتاب میں اس نے مصر کی پسماندگی اور اہل مصر کی جہالت اور خام طور سے وہاں عورت کے پست مقام کو بہت نمایاں کر کے پیش کیا تھا ، اور اس کا سبب اسلام کو قرار دیا تھا ، قاسم امین کی نظر سے یہ کتاب گزری تو وہ شدید جذباتی کیفیت سے دوچار ہوئے ، اور انھوں نے اس کے رد میں اسی سال فرانسیسی زبان ہی میں ایک کتاب تصنیف کر لی ، جس میں دوق دار کور کے خیالات کا رد کیا گیا تھا ،

قاسم امین نے دوق دار کور کی کتاب کا ہر زور طریقے سے رد و ضرور کر دیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد ہی وہ مصر کے معاشرتی مسائل کے بارے میں منجیدگی سے سوچنے لگے تھے ، چنانچہ انھوں نے معاشرتی اصلاح کے موضوع پر مقالات لکھنے کا سلسلہ

شروع کیا ، جو جریدہ المؤید میں بغیر ان کے نام کے شائع ہوتے رہے ، ان مقالات میں انہوں نے عورت کی تعلیم و تربیت اور اصلاح معاشرہ میں اس کے مطلوبہ کردار پر بہت زور دیا تھا ، اس کے بعد انہوں نے تحریر المرأة کے موضوع پر بھی لکھنسیا شروع کیا ، بعد میں ان کی یہ تحریریں تحریر المرأة نامی کتاب کی صورت میں منظر عام پر آئیں ، اپنی اس کتاب کی تمہید میں انہوں نے اپنے طویل غور و فکر کا ہوں تذکرہ کیا ہے :

”هذه الحقيقة التي أنشأها اليوم شغلت فكري مدة طويلة ، كنت في خلالها أقلبها و أمتحنها و أطلها ، حتى اذا تجردت من كل ما كان يخلط بها من الخطأ استولت على مكان عظيم من موضع الفكر مني و راحت غيرها و تغلبت عليه و صارت تشغلني بورودها ، و تمنهني الى مزايها و تذكرني بالحاجة اليها ، فرأيت أن لامنام من ابرازها من مكان الفكر الى قضاء الدعوة و الذكر“ (۱)

(یہ حقیقت جس کا آج میں اظہار کر رہا ہوں ایک طویل عرصہ تک میرے غور و فکر کا موضوع بنی رہی ہے ، میں نے بہت باریکی کے ساتھ اس کو پرکھا ہے ، اس کا تجزیہ کیا ہے ، یہاں تک کہ جب وہ غلطی کے تمام امکانات سے عاری ہو گئی ہے تو میرے فکر میں رچ بس گئی ہے ، اور اس نے میرے دوسرے افکار پر غلبہ پالیا ہے ، اب مجھے ہر وقت اسی کا احساس رہتا ہے ، اسی کی امتیازی خصوصیات میرے پیش نظر رہتی ہیں ، اور اسی کی ضرورت کا خیال رہتا ہے ، چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ اس کا اظہار کرنا اور اسے فکر کے دائرے سے نکال کر دعوت اور ہاددہانی کے دائرے میں لانا ضروری ہے)

قاسم امین نے کتاب کی ابتدا میں عورت کے انحطاط کا جائزہ لیا ہے ، ان کا خیال ہے کہ عورت کی پستی میں اسلام کا کوئی دخل نہیں ہے ، بلکہ یہ ان قوموں کے رسوم و رواج کی دین ہے جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا ہے ، یہاں تک کہ آج یہ حالت ہو گئی ہے کہ مردوں نے اپنے لئے تو آزادی ، علم و عقل اور خود مختاری کو مخصوص کر لیا اور عورت کو تمام حقوق سے محروم کر کے اسے جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتا چھوڑ دیا ہے ، انہوں نے عورت کی تعلیم و تربیت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے :

”فَجِبُّ أَنْ تَتَعَلَّمَ كُلُّ مَا يَنْبَغِي أَنْ يَتَعَلَّمَهُ الرَّجُلُ مِنَ التَّعْلِيمِ
الابتدائي على الأقل حتى يكون لها العام بمبادئ العلوم ، يسمح لها
بعد ذلك باختيار ما يوافق ذوقها منها و إتقانه بالاشتغال به متى
شئت “ (۱)

(ضروری ہے کہ عورت بھی مرد کی طرح کم از کم ابتدائی تعلیم حاصل
کرنے تاکہ اسے بھی علوم کی مبادیات سے واقفیت ہو جائے ، اس کے بعد اسے
اجازت ہو کہ اپنے ذوق کے مطابق جو علم چاہے حاصل کرے ، اور اس میں
مشغول ہو کر مہارت حاصل کرے)

قاسم امین کا خیال ہے کہ عورت کو شدید ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے کی آزادی
ہونی چاہیئے ، اس سلسلے میں بھی اسے تعلیم سے مدد ملے گی ، انہوں نے اس بات کی سختی
سے تردید کی ہے کہ تعلیم اور عفت و پاکدامنی یکجا نہیں ہو سکتے ، اور یہ کہ تعلیم
سے عورت کے بہکنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں ، انہوں نے لکھا ہے کہ تعلیم سے بے بہرہ
ہونے کی وجہ سے عورتیں بے کار رہتی ہیں اور بے کاری ام الرزائل ہے ، جب کہ عقل
اور اخلاق کی تربیت ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے عورت اپنی حفاظت بخوبی کر سکتی ہے ،
قاسم امین نے عورت کی تعلیم و تربیت پر اس پہلو سے بھی زور دیا ہے کہ اسے
بحیثیت بیوی ایک خاندان میں زندگی گزارنا ہوتی ہے ، اور زوجین کے درمیان رشتے
کی بنیاد باہم محبت و مودت ہوتی ہے ، جو اسی وقت پائی جاسکتی ہے جب کہ دونوں کے
فکر و شعور میں مکمل ہم آہنگی ہو ،

دوسرا موضوع جس سے قاسم امین نے اس کتاب میں بحث کی ہے ، وہ حجاب کا ہے انہوں
نے روایتی پردے کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے شرعی حجاب کو اختیار کرنے کی
دعوت دی ہے ، لکھا ہے :

”أُنْشِ لَا أُرَازِلُ أَدَافِعَ عَنِ الْحِجَابِ وَ أَعْتَبِرْهُ أَمَلًا مِنْ أَمُولِ الْأَدَابِ
الَّتِي يَلْزِمُ التَّمَكُّكُ بِهَا ، غَيْرَ أَنِّي أَطْلُبُ أَنْ يَكُونَ مُنْطَبِقًا عَلَى مَا
جَاءَ فِي الشَّرِيعَةِ الْإِسْلَامِيَّةِ “ (۲)

(میں ہر اہر حجاب کا دفاع کرتا ہوں ، اور اسے اختیار کئے جانے والے
اصول آداب میں سے ایک اصل سمجھتا ہوں ، لیکن میرا مطالبہ یہ ہے

(۱) ایضاً : ص : ۱۷۴

(۲) ایضاً : ص : ۵۴

کہ اے شریعت اسلامی کے مطابق ہوا چاہیئے)

قرآنی آیات ، احادیث نبوی اور مختلف فقہی مکاتب فکر کی روشنی میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام نے عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی اجازت دی ہے ، پردے کی خامیاں بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ گھر کے باہر کے مختلف کام انجام دینے میں یہ روایتی پردہ حائل ہوگا ، نیز یہ کہ عورت کی شخصیت کی ارتقاء میں بھی ایک بڑی رکاوٹ ہے ، عورت گھر کی چہار دیواری میں بند رہ کر عقلی اور جسمانی دونوں اعتبار سے انحطاط کا شکار ہو جاتی ہے ، اور بہت سی بیماریوں میں آئے دن مبتلا رہتی ہے ، ان کا کہنا ہے کہ بے پردگی میں بعض برائیاں ضرور ہیں لیکن یہ روایتی پردہ بھی ستر کے بجائے ایک فتنہ بن گیا ہے ، بے پردہ عورت بہت سے اُن بڑے خیالات سے محفوظ رہتی ہے جن کا پردہ نشین عورت شکار رہتی ہے ، اس لئے حکمت کا تقاضا ہے کہ بے پردگی سے ہونے والی برائیوں کا تدارک کیا جائے نہ کہ اس کو مطلق ممنوع قرار دیا جائے ، اس سلسلے میں انہوں نے یہ رائے پیش کی کہ بے پردگی کی حد شرعی حجاب قرار دیا جائے اور پاکیزہ تربیت کے ذریعہ عورت کو محفوظ کر دیا جائے ، انہوں نے اس بات کی بھی مراحت کی کہ روایتی پردہ کو یکدم ختم کر دینا بھی بہت سے مفسد کا سبب بنے گا ، انہوں نے لکھا :

”اُنّی لا أقصد رفع الحجاب الآن دفعة واحدة و النماء علی ما هن علیہ الیوم ، فان هذا الانقلاب ربما ینشأ عنه مفسد جمة ، لا یتأتی معها الوصول الی الغرض المطلوب کما هو الشأن فی کل انقلاب فجائی ، و انما الذی أمیل الیه هو أعداد نفوس البنات فی زمن الصبا الی هذا التّغییر“ ، (۱)

(میں نہیں چاہتا کہ پردہ یکدم اٹھ جائے اور عورتوں کی آج جو حالت ہے ان میں پکڑ تبدیل ہو جائے ، اس لئے کہ اس انقلاب سے بہت سے مفسد بھی پیدا ہو جائیں گے ، جن کی بنا پر اصل مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اچانک رونما ہونے والے ہر انقلاب میں ہوتا ہے بلکہ میرا میلان اس جانب ہے کہ لڑکیوں کی بچپن ہی سے اس طرح تربیت کی جائے کہ ان میں یہ تبدیلی رونما ہو جائے)

قاسم امین نے ایک فصل ”المرأة و الامة“ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ امت

مسلمہ کو ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے کے لئے عورت کی تربیت ضروری ہے ، اس لئے کہ ہمہ گیر علمی ارتقاء اس وقت تک محال ہے جب تک کہ مائیں نئی نسل کی تربیت پسر قادر نہ ہوں ، چنانچہ عورت کا انحطاط امت کی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے ، اس فصل میں انہوں نے اسلامی تاریخ سے بہت سی مثالیں دی ہیں کہ عورتوں نے حدیث نبوی کی روایت و اشاعت ، علم کی خدمت ، شرک کوئی اور سیاسی معاملات میں اہم خدمات انجام دی ہیں ، اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی اسی انداز سے تربیت ہوئی تھی ، اگر آج ہم پھر امت کو ترقی دینا چاہتے ہیں تو ہمیں عورت کی تربیت پر توجہ دینی ہوگی ،

عورت کی تعلیم و تربیت اور حجاب پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد انہوں نے بعض دوسرے شرعی مسائل مثلاً نکاح ، تعدد ازدواج اور طلاق سے بھی بحث کی ہے ، ان کے نزدیک مرد اور عورت کے دو میان نکاح کی بنیاد باہمی محبت اور انس ہوتی ہے ، جسے وہ صداقہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں ، چنانچہ ان کا خیال ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو اپنا رفیق حیات چنے کا مکمل اختیار ہونا چاہیئے ، جیسا کہ احادیث میں مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے ،

تعدد ازدواج کے متعلق انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قرآن (النساء : ۲) میں اس کی اجازت اس وقت دی گئی ہے جب آدمی تمام بیویوں کے درمیان عدل کر سکے اور دوسری آیت (النساء : ۱۲۹) میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ عدل ناممکن ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت صرف انتہائی ناگزیر حالت میں ہے اور آج جب کہ تعدد ازدواج کے نتیجے میں معاشرہ میں فساد برپا ہے تو حاکم وقت کو اس کی اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ مصلحت عامہ کو دیکھتے ہوئے اسے مکمل طور سے ممنوع قرار دے دے ،

طلاق کی کثرت اور لوگوں کے ذریعے اس کے غلط استعمال کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ چونکہ وہ اللہ کے نزدیک ابغی الحلال ہے اس لئے اسے محدود کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کو نافذ کرنے کا حق صرف قاضی کو دیا جائے ، جو زوجین کے درمیان موافقت اور مصالحت کی تمام تدبیریں آزمالینے کے بعد ناکامی کی صورت میں اس کو نافذ کرے ،

قاسم امین کی یہ تمام باتیں مصری معاشرہ کے لئے قابل قبول نہ تھیں چنانچہ

تحریر المرأة کا شائع ہونا تھا کہ مصر میں ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا ، اہل علم کی جانب سے اس پر شدید رد عمل ہوا ، علماء اور فضلاء نے ان کے خیالات کو بدعت قرار دیا اور ان کی مخالفت میں بے شمار کتابیں اور رسائل و اخبارات میں مقالے لکھے گئے ، فاسم امین اس مخالفت سے ہمت نہیں ہارے ، انھوں نے مخالفین کے اعتراض کا بہت سنجیدگی سے مطالعہ کیا اور اس کے جواب کے لئے اپنی دوسری کتاب تصنیف کی ، اس کا تعارف آگے کرایا جا رہا ہے ،

المرأة الجديدة

تحریر المرأة کے خلاف زبردست رد عمل ہے قاسم امین کے عزم و ارادے میں کمزوری نہیں آئی بلکہ انہوں نے ایک دوسری کتاب المرأة الجديدة کے نام سے تالیف کی ، جس میں پوری جرات کے ساتھ مخالفین کی آراء اور دلیلوں کا رد کیا ، اس کتاب میں انہوں نے جدید یورپی طریقہ تحقیق کو اختیار کرتے ہوئے تمام مطمحسات اور سابقہ عقائد کا انکار کیا ، خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا کسی اور مذہب سے ، انہوں نے کوئی بھی دعویٰ بغیر قطعی علمی دلیل کے قبول نہیں کیا ،

تحریر المرأة میں انہوں نے ہر بات اسلامی عقائد و روایات اور اسلامی تہذیب کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی تھی ، لیکن المرأة الجديدة میں انہوں نے اسلامی تہذیب کو پیچشت ڈال کر مغربی تہذیب کو اختیار کر لینے کی بات کہی اور مغربی مفکرین کی آراء کو مشعل راہ بنائے ہر زور دیا ،

اسلامی تہذیب و تمدن کو انہوں نے فرمودہ بتایا اور کہا کہ جب یہ تہذیب علم کے اصول متعین کرنے سے قاصر ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اس کو کمال بشری کا نمونہ (نموذج الكمال البشري) مان لیں ، انہوں نے مزید کہا کہ اسلامی تہذیب کا ہماری موجودہ معاشرتی ترقی میں ساتھ دینا ناممکن ہے ، اس کا موازنہ انہوں نے روم و یونان کی تہذیب سے کیا ، اور اسلامی تہذیب کو کم تر ثابت کرتے ہوئے کہا کہ جب

اس کی پستی کا یہ حال ہے تو اسے یہ توقع کیے کی جاسکتی ہے کہ اس کو اپنا کر ہماری حالت میں کچھ سدھار آئے گا ،

”فاذا كانت حالتهم السياسية كما ترى، فما الذي يطلب منا أن نستعيره منها ؟
فأى شيء من هذا يمكن أن يكون صالحاً لتحسين حالنا اليوم“؟ (۱)

(جب ان لوگوں کی سیاسی حالت یہ ہے تو آخر ہم اسے کیا استفادہ کر سکتے ہیں ؟
اور اس کی کیا چیز ہمارے موجودہ حالات میں بہتری پیدا کر سکتا ہے ؟)

انہوں نے کہا کہ ماضی سے چلے رہنے کے بجائے مستقبل کی ترقیوں پر نظر رکھنی چاہیے اور اپنی اولادوں کی اس طرح تربیت کرنی چاہیئے کہ وہ مغربی تہذیب اور اس کے اصول و فروع سے بخوبی واقف ہو جائیں ، وہ وقت دور نہیں جب ہمارے نگاہوں کے سامنے اس کی حقیقت نمایاں ہو جائے گی ، اور ہم اس قدر و قیمت کے خواہاں ہو جائیں گے ،

”و الذي أراه أن تمكنا بالماضي الى هذا الحد هو من الاهواء التي يجب أن ننهي جميعا لمخاربتها ، لانه ميلنا الى التدني والتقهقر هذا هو الداء الذي يلزم ان نبادر الى علاجه ، وليس له من دواء الا اننا نربي اولادنا على ان يتعرفوا شئون المدنية الغربية ، ويتقنوا على اصولها و فروعها و آشارها ، اذا اتى هذا الحين — و نرجوا ان لا يكون بعيداً — انجلت الحقيقة امام أعيننا ساطعة سطوع الشمس و عرفنا قيمة التمدن الغربي“ (۲)

(میرا خیال ہے کہ ہمارا ماضی سے اس حد تک تعلق ان خواہشات میں سے ہے جن سے ہر سر پیکار ہونا ہم سب کے لئے ضروری ہے ، اس لئے کہ یہ پستی کسی جانب میلان اور ترقی معکوس ہے ، یہ وہ مرض ہے جس کا علاج کرنے کی ہمیں کوشش کرنا چاہیئے ، اس مرض کا علاج اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ہم اپنی اولاد کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ مغربی تہذیب کو جان سکیں اور اس کے اصول و فروع سے واقفیت حاصل کر سکیں ، ہمیں امید ہے کہ وقت بہت جلد آجائے گا جب ہماری نگاہوں کے سامنے حقیقت نصف النہار کی طرح منکشف ہو جائے گی ، اور ہم مغربی تمدن کی قدر و قیمت جان لیں گے ،)

انہوں نے کہا کہ اسلامی تہذیب نے مورت کی فطرت اور اس کی قدر و منزلت کو سمجھنے میں غلطی کی ہے ،

(۱) المرأة الجديدة : قاسم امین ، ص : ۱۷۹-۱۸۰

(۲) ایضاً ، ص : ۱۸۴ - ۱۸۵

”نحن لا نستعرب ان المدينه الاسلاميه اخطأت في فهم طبيعة المرأة
و تفدير شأنها ، فليس خطأها في ذلك اكبر من خطأها في كثير من
الامور الاخرى“، (۱)

(ہم ارباب کو مستبعد نہیں سمجھتے کہ اسلامی تہذیب نے عورت کے مزاج کو
سمجھنے اور اس کے مقام کو متعین کرنے میں غلطی کی ہے ، اس کی یہ غلطی
دیگر بہت سے امور میں اس کی غلطی سے بڑی نہیں ہے)

قاسم امین نے اپنی اس کتاب میں یورپی عورت کو آئیڈیل بنا کر پیش کیا ، یورپی
عورتوں کا دور دراز ممالک تک تنہا سفر کرنا ، کئی کئی مہینے اور سال سیاحت
میں گزارنا اور اجنبی مردوں سے بلا تکلف ملنا انھوں نے بے حد پسند کیا ، چنانچہ
انھوں نے مصری عورت کو اس کی تقلید کی دعوت دی ، انھوں نے کہا :

”هذا التحويل هو كل ما نقصد ، و غاية ما نسعى اليه هو ان تصد
المرأة المصرية الى هذا المقام الرفيع ، و ان تخطو هذه الخطوة على
سلم الكمال (۲) بلغ من أمر احترام الرجل الغربي لحرية المرأة أن بنات في سن العشرين
يتركن عائلاتهن ، و يسافرن من امريكا الى أبعد مكان في الارض و حدهن أوسع خادرة ،
ويقمن في الشهور و الاعوام ، متفيمات في السياحة ، متنقلات من بلد
الى أخرى ، و لم يخطر على بال احد من اقاربهن ان وحدتهن تعرضهن
الى خطر ما ، و كان من حرية المرأة أن يكون لها اصحاب غير اصحاب الزوج...
و الرجل يرى ان زوجته لها الحق في ان تعمل الى ما يوافق ذوقها و عقلها
و احساسها ، و ان تعيش بالطريقة التي تراها مستحسنة في نظرها“، (۳)

(یہ ہے وہ تبدیلی جو ہم لانا چاہتے ہیں ، ہماری انتہائی کوشش یہ ہے کہ
مصری عورت اس بلند مقام تک پہنچ جائے اور یہ بلند چوٹی سر کر لے ...
مغرب میں مرد عورت کی آزادی کا اتنا احترام کرتا ہے کہ وہاں لڑکیاں جب بیس سال
کی عمر کو پہنچتی ہیں تو اپنے خاندان سے الگ ہو جاتی ہیں اور
امریکا سے دور دراز مقام تک تنہا سفر کرتی ہیں ، مہینوں بلکہ سالوں
سیر و سیاحت میں گزارتی ہیں ، اور ایک شہر سے دوسرے شہر آتی جاتی
ہیں اور ان کے کسی رشتے دار کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ وہ تنہا
رہنے سے کسی خطرے کا شکار ہو گئی ہیں ، اس کی آزادی کا یہ حال ہوتا
ہے کہ اس کے ساتھی شوہر کے علاوہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں ، اور مرد سوچتا
ہے کہ اس کی بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ ان چیزوں کی طرف میلان رکھے جو اس

(۱) ایضاً ، ص : ۱۸۴

(۲) ایضاً ، مقدمہ ، ص : ت

(۳) ایضاً ، ص : ۶۸

کے نوق ، عقل اور احساس کے موافق ہو ، اور وہ اس طریقے سے زندگی گزارے
جو اس کی نظر میں اچھی ہو ،)

انہوں نے کہا کہ عورتوں کو آزادی دینے سے ابتدا میں بہت سی غلطیاں ہونے کا امکان
ہے لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی آزادی کا بخوبی استعمال کر سکیں گی اور
اپنی عقلی و ادبی صلاحیتوں کو پروان چڑھا سکیں گی ،

”أول جمل تظهر فيه حرية المرأة تكثر الشكوى منها ، و يظن الناس
ان بلاءً عظيماً قد حلَّ بهم ، لأن المرأة تكون في دور التمرين على الحرية
ثم مرور الزمن تتعود المرأة على استعمال حريتها ، و تشعر بواجباتها
ثباتاً فثباتاً ، و ترتقى ملكاتها العقلية و الادبية ، و كلما ظهر عيب
في اخلاقها يداوي بالتربية ، حتى تصبح انساناً شامراً بنفسه“ (۱)

(پہلی نسل جس میں عورت کو آزادی ملیے گی اس میں اس مسئلے میں بہت سی
شکایات پیدا ہونگی ، اور لوگ گمان کریں گے کہ عورت کی آزادی ان کے
لئے ایک مصیبت ہے ، اس لئے کہ عورت تربیت اور مشق کے مرحلے میں ہوگی
لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی آزادی کے صحیح استعمال کی
عادی ہو جائے گی ، اور آہستہ آہستہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے لگے
گی ، اور اس کی عقلی و ادبی صلاحیتیں پروان چڑھنے لگیں گی ، اور اگر
اس کے اخلاق میں کوئی عیب ظاہر ہو جائے تو تربیت کے ذریعہ اس کا سدھار
ممکن ہوگا ، یہاں تک کہ اسے اپنے وجود کا احساس ہونے لگے گا ،)

تحریر المرأة میں قاسم امین نے صرف روایتی حجاب کو ختم کرنے کی بات کہی تھی
اور شرعی حجاب اختیار کرنے پر زور دیا تھا لیکن اس کتاب میں انہوں نے حجاب
بالکل اتار پھینکنے کی دعوت دی ، اور کہا کہ خواہ بغداد و اندلس کے زمانہ
خلافت میں عورتیں مردوں کی مجالس میں نقاب پہن کر آئی ہوں مگر اب یہ چیز ہمارے
زمانے کی روایات سے مطابقت نہیں رکھتی :

”متى تقرّر ان المدنية الاسلامية^{القديمه} هي غير ما هو راسخ في مخيلة الكتاب
الذين وصفوها بما يحبون ان تكون عليه ، لا بما كانت في الحقيقة عليه
و ثبت انها كانت ناقصة من وجوه كثيرة ، فسيان عندنا بعد ذلك ان
احتجاب المرأة كان من اصولها او لم يكن ، و سواء صح ان النساء
في ازمان خلافة بغداد و الاندلس كن يحضرن مجالس الرجال او لم يحضرن

فقد صَحَّ ان الحجاب هو عادہ لایلیق استعمالها فی عصرنا^(۱)،

(جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلامی تمدن اس سے مختلف ہے جو ان دانشوروں کے ذہنوں میں راسخ ہے ، جنہوں نے کہ اسے اپنے پسندیدہ طریقے پر بیان کیا ہے نہ کہ حقیقت کی ترجمانی کی ہے ، اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ متعدد پہلوؤں سے ناقص ہے تو اب خواہ عورت کا حجاب اس کے اصولوں میں سے ہو یا نہ ہو ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں ، اور خواہ یہ بات صحیح ہو کہ عورتیں خلافت بغداد یا اندلس کے زمانے میں مردوں کی مجلسوں میں شریک ہوتی تھیں یا یہ بات صحیح نہ ہو ، دونوں برابر ہیں ، اب صحیح بات یہ ہے کہ حجاب ایسی رسم ہے جس کا استعمال ہمارے زمانے میں مناسب نہیں ہے ،)

قاسم امین کا شمار ان ممتاز ادیبوں میں ہوتا ہے ، جنہوں نے عربی زبان و ادب کو ترقی دینے اور اس کے جود و قیود کو ختم کرنے کی کوشش کی ، ان کا اسلوب ہر قید سے آزاد اور ہر طرح کے تمنع و تکلف سے پاک تھا ، انہوں نے خود بھی سجع اور غیر مانوس الفاظ استعمال کرنے سے احتیاط کیا اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دی ، ان کا یہ اسلوب فرانسیسی ادب جس سے انہوں نے بڑی حد تک کسب فیض کیا تھا سے متاثر تھا ، احمد خاکی نے ان کے اسلوب پر یوں روشنی ڈالی ہے :

”قاسم امین کا شمار ان انشاء پردازوں میں ہوتا ہے جنہوں نے قدیم اسلوب سے آزاد ہوکر جدید اسلوب میں لکھا ہے ، وہ فرانسیسی ادب سے متاثر تھے ، فرانسیسی کتابیں شوق سے پڑھتے تھے ، اور فرانسیسی زبان میں سلیس ، منطقی اور دلکش اسلوب میں لکھ سکتے تھے ، چنانچہ ان کا اسلوب فرانسیسی اسلوب کے فضائل اور عربی اسلوب کی خصوصیات کا جامع تھا ، انہوں نے اپنی تحریر میں کبھی تکلف سے کام لیا ، نہ سجع کا استعمال کرنے کی کوشش کی ، اور نہ کبھی کوئی آسان اور واضح لفظ چھوڑ کر دشوار اور مبہم لفظ استعمال کیا“ (۲)

قاسم امین نے محسنات لفظی اور مترادفات سے احتراز کیا ، ان کا خیال تھا کہ ان سے تحریر میں تمنع ، بوجھل پن اور پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے ، انور الجندی نے ان کے اسلوب کی خصوصیات پر یوں تبصرہ کیا ہے :

(۱) ایضاً ، ص : ۱۸۲

(۲) قاسم امین ، احمد خاکی ، ص : ۱۳۶ ، ۱۳۷

”اس زمانے میں جب کہ توفیق البکری جیسے ادیب حریری کے اسلوب میں لکھ رہے تھے قاسم امین نے سجع اور روایت کسی ہندشوں سے آزاد عربی اسلوب اختیار کیا ، تحریر المرأة ایک ترقی یافتہ جدید عربی اسلوب کی نمائندہ ہے ، جو سجع تکرار ، طویل مقدمات اور اطناب سے پاک ہے ، اسی طرح وہ معانی ، موضوعیت اور معاشرتی مسائل کو حل کرنے پر ادب کی قدرت کے نئے رجحان کی ترجمانی کرتی ہے ، قاسم امین کا یہ سلیس اور شستہ اسلوب اس زمانے سے تعلق رکھتا ہے جب انشاء پردازوں کی تحریروں پر سجع ، جناس اور ازدواج کا اسلوب غالب تھا“ (۱)

قاسم امین کے اسلوب کی ایک نمایاں خصوصیت وصف نگاری ہے ، اپنے ارد گرد کے ماحول اور واقعات و مشاہدات کو خوبصورت انداز میں بیان کرنے کا انہیں خاص ملکہ حاصل تھا ، ان کی کتابیں تحریر المرأة اور المرأة الجديدة ان کے منطقی اسلوب کا اعلیٰ نمونہ ہیں ، ان کتابوں میں انہوں نے جذبات کو ہر انگیکھتہ کرنے والے اسلوب کے بجائے سنجیدگی ، دلائل اور عقل و منطق پر مبنی اسلوب اختیار کیا انہیں خصوصیات کی بنا پر رشید خوری نے ان کے ادب کو فکری ادب قرار دیا ہے لکھتے ہیں :

”قاسم امین کا ادب فکری ادب ہے ، وہ جو کچھ لکھتے ہیں اس میں ان کی توجہ فکری پہلو سے ذرا بھی نہیں ہٹتی ہے ، ان کی عبارت ایسی ہوتی ہے کہ جو فکر بھی وہ پیش کرنا چاہتے ہیں وہ بوری طرح واضح ہو جاتی ہے“ (۲)

(۱) المحافظة والتجديد ، انور الجندی ، ص : ۱۲۸ - ۱۲۲

(۲) نعوم التعریف فی الادب العربی ، رشید خوری ، ص : ۱۹۱

النسائیات

النسائیات ہاحثہ ہادیہ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے الجریدہ میں عورتوں کے مسائل پر لکھے تھے ، ان مقالات کی تعداد چوبیس ہے ، اس کتاب میں معاشرتی اور اخلاقی موضوعات زیر بحث آئے ہیں ،

ہاحثہ ہادیہ نے متعدد معاشرتی مسائل پر بہت جرأت کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے انہوں نے مصری معاشرہ میں عورت کے پست مقام اور بنیادی حقوق سے اس کی محرومی پر شدید تنقیدیں کی ہیں ، خاندان کی اصلاح اور خوشگواہی کے لئے قابل قدر مشورے دیئے ہیں ، انہوں نے جہاں ایک طرف عورتوں کو ان کے فراشہریاد دلائے ہیں اور معاشرہ کی تعمیر میں مطلوبہ کردار سر انجام دینے پر ابھارا ہے وہیں دوسری طرف مردوں کو بھی ان کے مظالم اور حق تلفیوں پر آڑے ہاتھوں لیا ہے ، بغیر معاشرتی مسائل پر ہاحثہ ہادیہ کے خیالات کا مطالعہ دلچسپی کا باعث ہوگا ،

مصری معاشرہ میں لڑکیوں کی شادی وقت ان سے اجازت لینا ایک معیوب بات تھی بغیر ان کی پسند و مرضی معلوم کئے والدین جرے چاہتے ان کی شادی کر دیتے وہ کہتی ہیں کہ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کی زبردستی شادی دینی تعلیمات اور انسانی عظمت کے خلاف ہے ، وہ باپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں :

”ات لاتاکل مکرھا ، و لاتنام مکرھا فلم تزوج ابنک أو ابنتک“

بالعسر و الإحصار، (۱)

(ہم سے زبردستی کھائے ہو نہ زبردستی سوسے ہو پھر اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی میں کیوں زبردستی کرتے ہو)

اسی طرح وہ لوگ جو زیادہ مہر ملنے کی لالچ میں اپنی بیٹیوں کو بھیٹ چڑھا دیتے ہیں ان کی انھوں نے شدید مخالفت کی ، انھوں نے کہا کہ عورت کوئی سامان تجارت نہیں جسے خریدا اور بیچا جائے جو لوگ صرف مال کو ترجیح دیتے ہیں ان سے وہ کہتی ہیں :

”و ماذا عليهم لو كانت ابنتهم سعيدة غير غنية“، (۲)

(انھیں کیا ہوجائے گا اگر ان کی بیٹی مالدار نہ ہونے کے باوجود خوشحال زندگی گزارے)

ان کا خیال ہے کہ شادی ایک بڑی ذمہ داری ہے ، یہ خاندان کو وجود میں لانے کا پہلا قدم ہے ، اور پھر خاندان سے ایک پورا معاشرہ وجود میں آتا ہے ، اس کے لئے عورت کو پہلے سے ذہنی طور پر تیار ہونا ضروری ہے ، وہ لڑکیوں کی صحیح تعلیم و تربیت بھی ضروری خیال کرتی ہیں تاکہ زوجیت کے فرائض بخوبی انجام دے سکیں ، شوہر کو خوش رکھ سکیں اور ایک ایسی نسل کو پروان چڑھائیں جو وطن کے بہترین خادم بن سکیں ، چنانچہ وہ کم سنی کی شادی کی شدید مخالف ہیں ، اسی طرح وہ اسی بات کی بھی مخالف ہیں کہ ایک عمر رسیدہ شخص کسی شادی ایک کمسن لڑکی سے کردی جائے وہ کہتی ہیں شادی کے وقت دونوں کی عمروں میں برابری کا خیال رکھا جائے ، تاکہ دونوں پرسکون زندگی گزار سکیں :

”فعلی مزامہ من الزوجین بتوقف شئ كثير من الوفاق و المحبة و الواجب ان لا يتزوج الفتاة الا متى صارت اهلاً للزواج كفواً لتحمل مصاعبه و لا يكون ذلك قبل السادسة عشرة ، و تزويج الصغار لعب فيه شعاً للأمة من علة و حوء ، عناء في الزوجية نتجته دائماً الشقاق أو الأفعال ، كثرة وفيات الاطفال ، ضعف النسل ، إصابه النساء بالأمراض العصبية و الأمراض النسائية الأخرى، و رواج مخلفي السن اصحاب للنمل ، و شعاً للزوجين ، و قلب للنظام الطبيعي“

(۱) السائيات : باحثہ بادیہ ، ص : ۲۶

(۲) ایضاً ص : ۲۵

الدقیق، (۱)

(زوجین کی عمروں میں یکسانیت پر بڑی حد تک موافقت اور محبت کا دار و مدار ہوتا ہے، ضروری ہے کہ لڑکی کی شادی اس وقت کی جائے جب وہ نکاح کی اہل اور اس کے مسائل برداشت کرنے کے لائق ہو جائے ایسا سولہ سال سے پہلے نہیں ہونا چاہیئے، کم عمر لڑکیوں کی شادی کھلاڑا ہے، اس میں متعدد وجوہ سے امت کی شقاوت ہے، مثلاً اس صورت میں ازدواجی مسائل پیدا ہوتے ہیں، جس کا نتیجہ ہمیشہ ناموافقیت یا علیحدگی کی صورت میں سامنے آتا ہے، کثرت سے بچوں کے امسوات ہوتے ہیں، نسل کمزور ہوتی ہے اور عورتیں اعصابی امراض نیز دیگس نسوانی امراض کا شکار ہو جاتی ہیں، دو مختلف عمر کے جوڑوں کے باہم نکاح میں بچے کمزور ہوتے ہیں اور زوجین میں ناموافقیت پیدا ہوتی ہے نیز فطرت کا دقیق نظام بدل جاتا ہے،)

وہ تعدد ازدواج اور طلاق کے رجحانات پر شدید تنقید کرتی ہیں، اور ان کے غیر مشروط استعمال کو حقوق نسواں کی پامالی سے تعبیر کرتی ہیں، ان کے نزدیک یہ بات کتنی عجیب و غریب ہے اور اس سے عورت کی کتنی بے چارگی ظاہر ہوتی ہے کہ غیور و غلبہ میں شوہر کے منہ سے نکلنے والا ایک لفظ اس کا مستقبل تاریک کر دے، ان کا خیال ہے کہ اگر اسلامی شریعت کے مطابق تعدد ازدواج اور طلاق کا استعمال ہو تو بہت سے وہ مسائل پیدا نہیں ہونگے جن کا آج عورت شکار ہے وہ کہتی ہیں :

”ای از دراء للمرأة و عبث بحقوقها اشد من أن تحرج كلمة من فم الزوج ساعة عضة فتفرق بينهما و تشتت ملتئمهما و أی امل لهما فی مستقبل مظلم لاتدری متى ينهار بنيانه؟ ان الدين لم يسمح بتعدد الزوجات و بالطلاق هكذا من غير شرط كما يفعل الآن رجالنا و انما جعل لهما شروطاً و قيوداً لو اتبعت لما أن منها النساء الباشات“، (۲)

(عورت کے حقوق کی اس بے بڑھ کر توہین اور پامالی کیا ہوگی کہ غصہ میں آکر شوہر کے منہ سے نکلنے والا ایک لفظ ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے، اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے، تاریک مستقبل میں اس کے لئے امید کی کون سی کرن ہوگی، جب کہ اسے کچھ نہ معلوم ہو کہ اس کی بیباد کب ڈھ جائے گی، دین میں تعدد ازدواج اور طلاق کی اجازت اس طرح غیر مشروط طور پر نہیں دی گئی ہے، جس طرح کی آج ہمارے

(۱) ایضاً : ص : ۳۵

(۲) ایضاً : ص : ۶۳ - ۶۴

مرد اس کا استعمال کرتے ہیں ، بلکہ اس کے لئے کچھ شروط و قیود ہیں جن کی اگر پابندی کی جائے تو بے چاری عورتیں ان کا مظلومانہ شکار نہیں ہونگی ،)

باحثہ ہادیہ کو مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط سخت ناپسند تھا ، ان کا خیال تھا کہ آج جب کہ عورتوں میں جہالت عام ہے اور مردوں کے اخلاق درست نہیں ہیں ان کے درمیان آزادانہ اختلاط بے فتنہ و فساد برپا ہوگا ، ان کا کہنا تھا کہ پہلے عورت کو صحیح تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جائے اور نئی نسل کے اخلاق کو سدھارا جائے اور اسے تہذیب و شائستگی سکھائی جائے اس کے بعد ہی کسی حد تک اختلاط کسی اجازت دی جاسکتی ہے وہ کہتی ہیں :

”أما و نساء مصر علی هذا الجهل المطبق و رجالها الاقلیل علی هذا الفساد المستحکم فلا يجوز مطلقاً أباحاً الاختلاط... و رأی أن الوقت لم یأت لرفع الحجاب ، فعلموا المرأة تعلیماً حقاً ، و ربوها تربية صحیحة ، و هذبوا النشء ، و اصلحوا اخلاقهم ، بحيث یمیسر مجوع الأمة مهذباً ، ثم اتركوا لها شأنها تختار ما یوافق مصلحتها و مصلحة الأمة“ ، (۱)

(ایک طرف مصر کی عورتوں میں یہ انتہائی جہالت ہے اور دوسری طرف یہاں کے مردوں کی اکثریت میں فساد بڑھ چکا ہے ، ان حالات میں مرد اور عورت کے درمیان اختلاط کو جائز نہیں قرار دیا جاسکتا ، میری رائے میں ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ پردے کو ختم کر دیا جائے ، پہلے عورت کو کماحقہ تعلیم دو ، اس کی صحیح تربیت کرو ، نئی نسل کو تہذیب یافتہ بنادو ، اپنے اخلاق درست کرو ، اس طرح جب پوری قوم تہذیب یافتہ ہو جائے تب عورت کو اس کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ ان چیزوں کو اختیار کرے جو اس کے اور قوم کے مفاد میں ہوں ،)

ان کا خیال تھا کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان مغربی طرز کا اختلاط دین کے موافق نہیں ، کیونکہ یہ فساد کو دعوت دیتا اور اخلاق کو بگاڑتا ہے ، لیکن اس سے ان کا مقصد یہ نہیں کہ عورت کو ہمیشہ کے لئے گھر میں قید کر دیا جائے ، ان کے نزدیک جہاں ایک طرف ایسا سخت پردہ بھی پسندیدہ نہیں کہ عورت اپنی پوری زندگی چھار دیواری میں محصور ہو کر گزار دے ، وہیں وہ یورپی عورتوں کی طرح کسی سے

پردگی اور آرادانہ اختلاط کو بھی سخت ناپسند کرتی ہیں ، وہ کہتی ہیں :

”يشكو الرجال من شرجنا في الطرفات وحق لهم لأننا خرجنا فيه عن المألوف و الجائر ، نحن نزعم أننا نحتجب و لكننا ما بلعننا حجاباً و لا بلعننا سفوراً ، لا أريد أن نرجح لحجاب جداتنا ذلك الذي يمح أن يسمى وأداً لا حجاباً ، فقد كانت السيدة تقصر عمرها بين حواشط منزلها لتسير في الطريق الا و هي محمولة على الاعناق ، و لا أريد سفور الاوربيات و اختلاطهن بالرجال فانه مفريننا لوأننا متربيات من صفرننا على السفور ، و لو أن رجالنا مستعدون له لأفرت بالسفور لمن تهواه ، و لكن مجوع الأمة غير مستعد له لأن (۱)

(مردوں کو شکایت ہے کہ ہم سڑکوں پر بے پردہ گھومتے ہیں ، ان کی یہ شکایت بجا ہے ، اس لئے کہ ہم اس معاملے میں مالوف اور جائز کی حد سے آگے نکل گئے ہیں ، ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم حجاب کو اختیار کئے ہوئے ہیں ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نہ حجاب کے پابند ہیں اور نہ ہی ہم نے بے پردگی اختیار کی ہے ، میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم اس طرح کا حجاب اپنے اوپر لازم کر لیں جیسی ہماری دادیاں کرتی تھیں ، صحیح بات یہ ہے کہ وہ حجاب نہیں بلکہ زندگی درگور کے مانند ہے ، ایک خاتون اپنی پوری عمر گھر کی چہار دیواریوں کے اندر گزار دیتی تھی ، اگر کبھی گھر سے باہر نکلنے کی نوبت آتی تو اسے بالکی میں بٹھا کر لے جاہٹا جاتا تھا ، اسی طرح میں اس طرز کی بے پردگی اور مردوں سے اختلاط بھی نہیں چاہتی جو پورپی عورتیں اختیار کرتی ہیں ، اس لئے کہ اس میں ہماری ہلاکت ہے ، اگر بچپن ہی سے ہمیں بے پردگی کا عادی بنا دیا جائے اور ہمارے مرد اس کے لئے تیار ہوں تو میں اجازت دوں گی کہ جو عورت چاہے بے پردہ رہ سکتی ہے ، لیکن میرا خیال ہے کہ پوری قوم ابھی اس کے لئے تیار نہیں ہے)

مصر میں آزادئ نسوان کی آواز مغربی اقوام کی نقالی میں الجھی تھی ، باحثوں نے مغربی تہذیب سے کسب و استفادہ کے موضوع پر بھی اظہار کیا ہے ، ان کا کہنا ہے کہ ہر چیز میں مغربی تمدن سے استفادہ ہمارے لئے ضروری نہیں ہے ، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا تشخص اس میں گم ہو کر رہ جائے ، اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارا وجود بھی فنا ہو جائے ، وہ کہتی ہیں :

”اذا أردنا أن نكون أمة بالمعنى الصحيح نحتم علينا أن لا نقتبس

من المدنية الاورية الا الضرورى النافع بعد تمصيره حتى يكسرون ملائمة لعاداتنا و طبيعة بلادنا ، نقتبس منها العلم و النشاط و الثبات و حب العمل نقتبس منها اساليب التعليم و التربية و ما يرفينا حتى نبذل من ضعفنا قوة ، و انما لايحور فى عرف الشرف و الاستقلال أن نندمج فى الغرب فنقتضى على ما بقى لنا من القوة الضعيفة أمام قوته المكسحة الهائلة“ (۱)

(اگر ہم صحیح معنی میں ایک قوم بننا چاہتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ مغربی تمدن سے صرف وہی چیز لیں جو ضروری اور نفع بخش ہوں ، اور انہیں بھی اپنے سانچے میں ڈھال کر اختیار کریں ، تاکہ وہ ہماری عادات اور ہمارے ملک کے مزاج کے موافق ہو جائیں ، ہم ان سے علم ، نشاط ، شایستگی اور کام کی لگن سیکھیں ، ہم ان سے تعلیم و تربیت اور ترقی کے مسائل حاصل کریں تاکہ اپنے ضعف کو طاقت سے بدل دیں ، عزت اور شرف اور آزادی و استقلال کے عرف میں یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اپنی شخصیت کو مغرب میں گم کر دیں ، یہاں تک کہ ہماری رہی سہی قوت بھی اس کی زبردست قوت کے سامنے فنا ہو جائے ،)

وہ مزید لکھتی ہیں :

”ہا قوم لاتفرنکم زخارف المدنية ، و رہوا بناتکم تربية اسلامية و لا بأس من اقتباس الحميد من المدنية الاخرى“ (۲)

(اے قوم تمدن کی چکا چوند تمہاری نگاہوں کو خیرہ نہ کر دے اپنی لڑکیوں کی اسلامی تربیت کرو ، البتہ دوسرے تمدن کی اچھی چیزوں کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ،)

باحثہ ہادیہ کی تحریریں سہل اور ہر موقع الفاظ اور خالص عربی اطوار کی حامل اور صبح اور بدیع کے تصنع سے پاک ہوتی تھیں ، نیز معانی پر ان کی دلالت بھرپور ہوتی تھی ، مغربی تمدن کے درآمد ہونے کے نتیجے میں مشرق میں جو نئی چیزیں عام ہوتی تھیں ان کے لئے غیر عربی الفاظ کے استعمال کے بجائے باحثہ ہادیہ کی تحریروں میں عربی زبان ہی کے لئے الفاظ کا استعمال ملتا ہے ، (۳)

(۱) ایضاً ، ۱۴۲

(۲) ایضاً ، ۹۰

(۳) اعلام النساء ، عمر رضا کحالیہ ، ج/۵ ، ص : ۸

زینب

”زینب“ محمد حسین ہیکل کا شاہکار ناول ہے جسے انھوں نے پیرس میں اپنے زمانہ طالب علمی میں ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیانی عرصہ میں لکھا تھا ، اسے وطن سے ان کی بے پناہ محبت اور عقیدت کی عکاسی ہوتی ہے ، انھوں نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے : ”و لعل الحنین وحده هو الذي دفع بي لكتابة هذه القصة و لو لا هذا الحنين ما خط قلمي فيها حرفا ولا رأيت هي ثور الوجود“ (۱) (وطن کی محبت ہی تھی جس سے مجھے یہ ناول لکھنے پر مجبور کیا ، ورنہ شاید میں ایک حرف بھی نہ لکھ جاتا ، اور نہ یہ ناول وجود میں آتا) اپنے اس ناول میں انھوں نے مصری دیہاتوں کے خوشگوار مناظر ، وہاں کی سادہ زندگی اور غربت کا نقشہ کھینچا ہے ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے حال پر بہت متفکر تھے ، اس ناول سے ہیکل کے فرانسیسی ادب سے لگاؤ اور دلچسپی کا بھی اظہار ہوتا ہے ، اس کی اشاعت ۱۹۱۲ء میں ”زینب : مناظر و اخلاق ريفية“ کے عنوان سے ہوئی تھی ، مصنف کی جگہ ہیکل نے اپنا نام لکھنے کے بجائے بقلم ”مصری فلاح“ لکھا تھا ،

یہ ناول بنیادی طور پر دو شخصیتوں کے گرد گھومتا ہے ، ایک نوجوان جس

مالدار اور تعلیم یافتہ ہے اور گاؤں اور شہر میں آتا جاتا رہتا ہے ، اس کا نام حامد ہے ، دوسرا کردار ایک غریب دوشیزہ کا ہے جو کھیتوں میں کام کرتی ہے ، اور جرنے کبھی مکتب کا منہ نہیں دیکھا ، اس کا نام زینب ہے ، ناول کا مرکزی کردار زینب کا نہیں جیسا کہ کتاب کے نام سے جھلکتا ہے ، بلکہ حامد کا ہے ، ہیکل نے حامد کو اپنے زمانے کے نوجوانوں کا نمونہ بنا کر پیش کیا ہے ، ایک طرف رسوم و رواج کی پٹریاں ہیں جی کا وہ اسیر ہے ، اور دوسری جانب ان سے آزاد ہونے کی اس کے دل میں خواہش بھی ہے ، وہ اپنی چچا زاد بہن سے محبت کرتا ہے جو بچپن ہی سے اس سے منسوب تھی ، لیکن وہ اس سے دور رہتی ہے ، اور وہ اسے نہ دیکھ پاتا ہے اور نہ تنہائی میں ملنے میں کامیاب ہو پاتا ہے ، دونوں جذبہ محبت کی تسکین کا یہ راستہ ڈھونڈتے ہیں کہ اپنے گھر والوں سے چھپا کر ایک دوسرے کو خط لکھنا شروع کر دیتے ہیں نوجوان حامد محبت کا اظہار کرنے پر قادر نہیں ، محبت کا شعلہ اس کے اندر ہی انسداد پھڑکتا رہتا ہے ، دوسری طرف اس کی منگیتر اس سے بھی زیادہ بے بس ہے ، اچانک ایک مرتبہ وہ حامد پر یہ انکشاف کرتی ہے کہ اس کے گھر والے اس کی شادی کسی دوسرے سے کر رہے ہیں ، اس کو کھو کر حامد کی دنیا اندھیری ہو جاتی ہے ، وہ اپنا دل پہلانے کے لئے دیہاتوں کی طرف جانا شروع کر دیتا ہے ، وہاں اس کی ملاقات زینب نامی ایک غریب دوشیزہ سے ہوتی ہے وہ اس کے ساتھ وقت گزارنے لگتا ہے ، تنہائی میں رہتا ہے ، حتیٰ کہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے ، خود زینب کا حال یہ ہے کہ وہ ابراہیم نامی ایک شہیکہ دار (رئیس العمال) سے شدید محبت کرتی ہے ، لیکن وہ کسی کے سامنے اپنی محبت کا اظہار نہ کر سکی ، چنانچہ اس کے گھر والے اس کی شادی ایک دوسرے شخص طیب بن حلال سے کر دیتے ہیں ، وہ صبر اور امانت کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرتی ہے لیکن اپنی سابقہ محبت کو فراموش نہیں کر پاتی ، ابراہیم فوج میں بھرتی ہو کر سوڈان چلا جاتا ہے ، تو زینب آتش محبت میں جل جل کر مریضی کا شکار ہو جاتی ہے ، یہاں تک کہ وہ موت کے آغوش میں چلی جاتی ہے ، رہا حامد تو وہ زینب کی طرح نہیں مرنے ، بلکہ وہ آوارہ گرد ہو جاتا ہے ، اور پھر اس کا کیا حشر ہوا کسی کو نہیں معلوم ، اسی پر ناول کا اختتام ہو جاتا ہے ،

ہیکل نے حامد اور زینب کا کردار پیش کر کے عورت کو زمانے کے رسوم و قیود سے آزادی دلانے کی کوشش کی ہے ، یہ وہ زمانہ تھا جب قاسم امین کی کتابوں تحریر

المرأة اور المرأة الجديدة نے مصری معاشرہ میں ہلچل پیدا کر دی تھی ، اور آزادیٰ نسا کا زور و شور سے مطالبہ کیا جانے لگا تھا ، ناول میں ہیکل کے خیالات و افکار سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ آزادیٰ نسا کی اس تحریک سے بڑی حد تک متاثر تھے ،

قاسم امین سے ہیکل کے متاثر ہونے کا اظہار اس ناول کے مختلف مقامات سے ہوتا ہے جہاں وہ ناول کے مختلف کرداروں کی زبانی قاسم امین کی باتیں کہلاتے ہیں ، انہوں نے ناول میں مختلف مقامات پر حجاب کے موضوع سے بھی تعریف کیا ، اور یہ خیال ہمیشہ کیا ہے کہ مالدار طبقے کے نوجوانوں میں اخلاقی بے راہ روی کا ایک سبب یہ ہے کہ لڑکیاں پردہ میں اور مردوں کی نگاہوں سے دور رہتی ہیں ، جب نوجوان لڑکے اپنے طبقے کی لڑکیوں کی قربت و انسیت نہیں ہاتھ تو دوسری عورتوں مثلاً کسان عورتوں اور مزدور ہمیشہ عورتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ، جیسا کہ ناول کے ایک کردار حامد کی جانب سے اس کا مظاہرہ ہوا ، ہیکل حامد کے اس عمل کی تعلیل کرتے ہوئے اور اس کو معذور قرار دیتے ہوئے اس کا اصل ذمہ دار مصری معاشرہ کو قرار دیتے ہیں جس میں حجاب کی رسم باقی جاتی ہے ،

الفن القصصی کے مؤلف محمود حامد شوکت نے لکھا ہے کہ ”ہیکل وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے ناول میں دیہات میں رہنے والوں میں ہائے جانے والی خصوصیات اور اوصاف جیسے صبر ، خود سپردگی ، روا داری اور حجاب وغیرہ کا حقیقی تجزیہ پیش کیا ہے ، اس نے پہلی مرتبہ ایک ایسے موضوع کو لیا جو صریح طور پر روایات سے ہٹا ہوا تھا ، اس طرح اس نے اپنا یہ نظریہ پیش کیا کہ نکاح کو محبت پر مبنی ہونا چاہیئے ، کسی دوشیزہ کو ایسے شخص سے شادی پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے جس کو وہ ناپسند کسرتی ہو ، (۱)

اس ناول سے اظہار ہوتا ہے کہ اس وقت کتنا سماجی دباؤ پایا جاتا تھا چنانچہ رہنما کے والدین نے جب اس کی شادی ایک ایسے شخص سے کرنا چاہی جس کی طرف وہ کوشی میلان نہیں رکھتی تھی تو وہ باوجود اپنی جرأت کے انکار نہ کر سکی ، اسی طرح ابراہیم جو اسے چاہتا تھا اور وہ بھی اس سے محبت کرتی تھی ، اس کے باپ کو اپنے

اور رہنمائی کے احساسات سے آگاہ کرنے کی ہمت نہ کر سکا ،
 اس ناول میں جاہجا بہت سی معاشرتی ہر اشیوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے ، مثلاً یہ
 کہ نکاح کے معاملہ میں عورت کے حقوق کو نظر انداز کیا جاتا اور خاندان کی تشکیل
 کے بارے میں غلط نقطہ نظر اور اس کی تشکیل کا غلط انداز ، لوگوں میں پائے
 جانے والے اوہام و خرافات مثلاً بد روحوں کا تصور یا نظر لگنے کا تصور وغیرہ ،
 ہیکل نے اس ناول میں دیہات کی ایسی منظر نگاری کی ہے کہ اس کا قاری اپنے آپ
 کو اسی ماحول میں پاتا ہے ، وہ وہاں کے لوگوں ، زمین ، جانوروں اور کھیتی کسو
 دیکھتا ہے ، مردوں اور عورتوں کا طرز رہائش ، کھیتوں میں پائی لگانے کے لئے راتوں
 میں جاگنا ، شادی کی محفلیں ، ذکر کے طے ، کھیل کود کے پروگرام ، حج کے لئے
 جانا وغیرہ ، حاصل یہ کہ یہ کتاب دیہات کی بہت خوبصورت منظر نگاری کرتی ہے ،
 بحیثی حق نے لکھا ہے رہنمائی کی صرف یہی حیثیت نہیں ہے کہ یہ ہمارے جدید ادب کا
 پہلا ناول ہے بلکہ اب تک لکھے جانے والے ناولوں میں وہ اس حیثیت سے سب سے ممتاز ہے
 کہ اس میں دیہات کی زندگی کا بہت جامع نقشہ کھینچا گیا ہے ، ہمارے جن معاصر
 ادباء نے اس کے بعد اپنے ناولوں میں دیہات کی منظر نگاری کی ہے سب نے اس کے نقش
 قدم کی پیروی کی ہے ، (۱)

ناول کا مرکزی موضوع محبت ہے ، اس زمانے میں اس موضوع پر لکھنا بہت جرأت
 کی بات تھی ، اس لئے کہ اس وقت کا معاشرہ اس جذبہ کے اظہار یا اس کے بارے میں
 گفتگو کا حق نہیں دیتا تھا ، ممکن ہے کہ ہیکل کے ناول پر اپنا نام نہ دینے کا
 ایک سبب یہ بھی ہو ۔ اسی طرح ہیکل نے اپنے ناول میں ملک کے سیاسی احوال کی طرف
 بہت سرسری اشارے کئے ہیں ، شاید انہیں یہ خوف تھا کہ کہیں اس کی اشاعت میں
 کوئی دشواری پیش نہ آئے یا اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے ،

ناول کا ایک اہم مظہر یہ ہے کہ اس میں بعض کرداروں کے درمیان گفتگو میں عامی
 زبان استعمال کی گئی ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیکل ان لوگوں میں سے تھے جن کا
 خیال ہے کہ افسانوں اور ناولوں میں گفتگو کی زبان وہ ہونی چاہیئے جو اس ماحول
 سے قریب تر ہو جس میں ناول کے کردار رہتے ہیں ، ان کے نزدیک فصیح الفاظ کے مقابلے

میں عامی الفاظ میں معاشی مقصود کی وضاحت زیادہ اچھے الفاظ میں ہوتی ہے ،
 ناول میں ہعفر قنی کمزوریاں پائی جاتی ہیں ، مثلاً اس میں رومانویت کا غلو
 ہے ، معاشل کے حل میں ہما اوقات تکلف کا احساس ہوتا ہے ، ہعفر کی تمہید کے ہعفر
 مقامات پر اچانک پلاٹ بدل گئے ہیں ، ایک ہی منظر کی بار بار تکرار نظر آتی ہے
 مزید یہ کہ ناول نگار ہعفر مسیحی نظریات سے متاثر نظر آتا ہے ، (۱) اس کے باوجود
 اس کی اہمیت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس کا شمار جدید عربی ادب کے اولین ناولوں
 میں ہوتا ہے ،

(۱) یحییٰ حق نے اس کی ہعفر قنی خامیوں کی طرف اشارہ کیا ہے ، دیکھئے :

المنتخبات

لطفی السید کی کتاب ”المنتخبات“ دراصل ”الجریده“ میں شائع ہونے والے مقالات کا مجموعہ ہے، یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد ۱۹۳۷ء میں اور دوسری جلد ۱۹۴۵ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی، یہ مقالات جہاں سیاسی، معاشرتی، ادبی و لغوی اور تعلیمی موضوعات پر مشتمل ہیں، وہیں ان میں حقوق نسواں کے متعلق بھی بحثیں ملتی ہیں، مثلاً ان میں انھوں نے حجاب اور بے پردگی پر اظہار خیال کیا ہے، تعلیم نسواں کی اہمیت واضح کی ہے، کم سنی کی شادی کے نقصانات بیان کئے ہیں، تعلیم یافتہ طبقہ میں شادی میں تاخیر کی مذمت کی ہے، اور طلاق کی کثرت اور تعدد ازدواج کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے، الجریده میں حقوق نسواں کے موضوع پر شائع ہونے والے مقالات (جو المنتخبات میں بھی شامل ہیں) کی تفصیل درج ذیل ہے:

الجریدہ ۱۱ / جون ۱۹۰۸ء	- بناتنا و اہناؤنا
۱۲ / جون ۱۹۰۸ء	- لاتھیقوا علیہن
۲۶ / نومبر ۱۹۰۸ء	- المرأة ایضا
۱۴ / مارچ ۱۹۰۹ء	- بناتنا
۲۲ / مارچ ۱۹۰۹ء	- بناتنا و امہاتنا
۶ / جون ۱۹۱۱ء	- ترمیمہ البنات

الحریة ۲۷/ جنوری ۱۹۱۲ء	- الحركة النحاشية في مصر
۵/ جنوری ۱۹۱۲ء	- ابنائنا و بناتنا
۱۲/ جنوری ۱۹۱۲ء	- بناتنا و ابنائنا
۶/ فروری ۱۹۱۲ء	- الجنون و الجنات

مقالہ بناتنا و ابنائنا (الحریة : ۱۱/ جون ۱۹۰۸ء) میں لطفی السید نے تعلیم نسوان کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے ، انہوں نے لکھا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں مرد اور عورت دونوں علم سے بے بہرہ رہتے تھے اس لئے دونوں میں ایک طرح کی مشابہت پائی جاتی تھی ، لیکن آج عورت یہ ہے کہ شوہر تو تعلیم یافتہ ہے ، لیکن بیوی مطلقاً جاہل یا بہت کم پڑھی لکھی ہوتی ہے ، اس بنا پر ان کے ذوق اور اخلاق و آداب میں بھی فرق ہوتا ہے ، اور ازدواجی تعلقات میں خوشگواہی نہیں پائی جاتی ، اس لئے ضروری ہے کہ لڑکیوں کو بھی تعلیم یافتہ بنایا جائے ، آخر میں وہ کہتے ہیں کہ ایک تعلیم یافتہ عورت تعلیم یافتہ مرد کے مقابلے میں قوم کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے :

”إن المرأة الفاضلة أنفع للأمة من الرجل الفاضل ضعافاً“

(بے شک تعلیم یافتہ عورت تعلیم یافتہ مرد کے مقابلے میں قوم کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے)

لطفی السید نے ایک مقالہ کا عنوان یہ قائم کیا ہے ، ” لا تخفوا علیہن“ (الحریة ۱۲/ جون ۱۹۰۸ء) اس میں انہوں نے ان لوگوں پر تنقید کی ہے جو عورتوں کی تربیت کے تو قائل ہیں لیکن اسے ان علوم کی تحصیل سے روکتے ہیں جنہیں لڑکے حاصل کرتے ہیں ، انہوں نے لکھا ہے کہ آزادی عورت کا حق ہے ، جس سے اسے محروم نہیں کرنا چاہیئے :

”ان اول درسی يجب أن یلقى علی الطفلة المصرية مع الألفباء هو كونها مخلوقاً حراً وحب الله حريته و ما وحب الله لا يسترده ، إلا الله“

(مصر میں بچیوں کو الفبا سکھانے کے ساتھ سب سے پہلا درس یہ دینا چاہیئے کہ وہ ایک آزاد مخلوق ہے ، اللہ تعالیٰ نے اسے آزادی بخشی ہے ، اور جو چیز اللہ نے عطا کی ہو اسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں چھین سکتا)

اپنے مقالہ ”المرأة ایضاً“ (الحریة : ۲۶/ نومبر ۱۹۰۸ء) میں لطفی السید نے اس نکتہ پر بحث کی ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرد عورتوں پر حکمران

ہیں ، لیکن عملاً صورت حال یہ ہے کہ اندرون خانہ عورتیں مردوں پر جاری ہوتی ہیں اس نکتہ کو بھی وہ تعلیم نسوان کے لئے بطور دلیل استعمال کرتے ہیں ، اور کہتے ہیں کہ چونکہ عورت ہی درحقیقت مرد کی ملکہ اور حکمران ہے ، اس لئے ہمیں اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ ان کی طرف سے ہم پر ظلم کم سے کم ہو اور ہمارے ساتھ ان کی ہمدردیاں زیادہ سے زیادہ ہوں ،

”ان المرأة هي في الحقيقة مالكة الرجل و سيدته الحقيقية
وجب علينا أن نجتهد في ان تكون ملكاتنا اقل ظلماً لنا و اكثر علينا“

(عورت درحقیقت مرد کی ملکہ اور اس کی حقیقی آقا ہے ، ہم پر لازم ہے کہ ہم اس بات کی کوشش کریں کہ ہماری ملکائیں ہم پر کم ظلم کریں)

مقالہ ”ہناتنا“ (الجریۃ : ۱۲ / مارچ ۱۹۰۹) میں لطفی السید نے تعلیم نسوان پر بہت زور دیا ہے ، لکھا ہے کہ والدین اپنی بچیوں کو جسمانی میوب سے بچانے کے لئے بہت فکرمند رہتے ہیں ، مثلاً آشوب چشم ہو جائے تو گھبرا اٹھتے ہیں ، کہ کہیں آنکھ متاثر نہ ہو جائے ، چہرہ پر کوئی دانہ نکل آئے یا زخم ہو جائے تو پریشان ہو جاتے ہیں کہ اس کا چہرہ داغ دار نہ ہو لیکن وہ اپنی لڑکیوں کے معنوی میوب کو دور کرنے کی کوشش فکر نہیں کرتے ، اسی طرح والدین اپنی لڑکیوں کی ظاہری تزئین کی کوشش کرتے رہتے ہیں ، اس کے کان ناک چھدواتے ہیں اور اس کے لئے زیورات فراہم کرتے ہیں ، اور اس میں خطیر سرمایہ خرچ کرتے ہیں ، جب کہ اس سے کہیں زیادہ اہم یہ چیز ہے کہ وہ انہیں زیور علم سے آراستہ کریں ، حالانکہ نکاح ان میں سے کسی چیز کا نام نہیں ، نکاح دو روحوں کے درمیان امتزاج اور ہم آہنگی کا نام ہے اور یہ ہم آہنگی صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کہ ایک طرف زوجین کے درمیان باہم محبت ہو اور دوسری طرف تعلیم اور تربیت کے میدان میں بھی ان کے درمیان مساوات ہو اور لڑکوں کسی طرح لڑکیاں بھی تعلیم یافتہ ہوں ، اور سونے چاندی کے زیورات کے بجائے زیور علم سے آراستہ ہوں ، وہ والدین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اصرفوا ما تعرفونه في الحلی و العروفر في تعلیم البنات فانہ
الحلی الدائم فی جال الشربیۃ و فی سنی المشیب“

(جو کچھ تم زیورات اکٹھا کرنے میں خرچ کرتے ہو اسے لڑکیوں کو تعلیم دلانے

میں خرچ کرو ، اس لئے کہ یہی وہ زہور ہے جو عالم شباب میں بھی پایا جاتا ہے ، اور بڑھاپے کے دنوں میں بھی باقی رہتا ہے ،)

اپنے مقالہ ”بناتنا و امہاتنا“ (الجریڈہ : ۲۲ / مارچ ۱۹۰۹ء) میں انہوں نے لکھا ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان مساوات مصر کی قدیم روایات میں ہے ، اس کا مشاہدہ ہم کمانوں کی زندگی میں بخوبی کرتے ہیں ، انہوں نے لکھا کہ عورت کسی غلامی و مظلومی صرف شہری زندگی میں دکھائی دیتی ہے ، جب کہ دیہاتوں میں کسان مرد اور عورت دونوں مل جل کر کام کرتے ہیں ، دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اسی طرح ہما اوقات ایک دوسرے سے خفا ہوتے ، محاسبہ کرنے اور شکوہ شکایت کرنے میں دونوں کو برابر کا حق حاصل ہوتا ہے ، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں ہوتی جب کہ شہروں میں مرد اپنے کو طاقت ور اور حاکم اور عورت کو کمزور اور محکوم سمجھتے ہیں ، اور معمولی سی بات پر عورت کو متاب اور غضب کا نشانہ بناتے ہیں ، عورتوں کے ساتھ غیر معاویانہ سلوک کی وہ سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں :

”نکتب لضرورة المساواة و نقول بها في المجالس ، ننقلها عن الشريعة الاسلامية نصوصاً و اعمالاً ، ننقلها عن التمدن الغربي وقائع و أمثلة و نحن مع ذلك اقل عزيمه من أن تجري مبادئها في بيوتنا و على أخص النازلنا و العقيم بنا أي نأثنا ، نطلب نظاماً ديموقراطياً ، و المساواة بين جميع الطبقات في الحقوق ، و نجد في بيوتنا على أشد ما يكون المستبد و أقسى ما يكون الظالم“ ،

(ہم مساوات کی اہمیت کو اپنی تحریروں میں بھی اجاگر کرتے ہیں ، اور مجالس میں بھی بیان کرتے ہیں ، اس موضوع پر ہم اسلامی شریعت کے حوالے دیتے ہیں اور مغربی تمدن کے واقعات اور مثالیں پیش کرتے ہیں ، اس کے باوجود ہم لوگوں میں اتنی عزیمت نہیں ہوتی کہ مساوات کے اصول ہمارے گھروں میں اور ہماری عورتوں پر جو تمام لوگوں میں ہم سے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہیں ، نافذ ہو سکیں ، ہم جمہوری نظام اور تمام طبقات کے درمیان حقوق میں مساوات کا مطالبہ کرتے ہیں اور اپنے گھروں میں ہمارا رویہ سراسر ظلم و استبداد پر مبنی ہوتا ہے ،)

ان کا ایک اہم مقالہ ”تربیۃ البنات“ (الجریڈہ : ۶ / جون ۱۹۱۱ء) کے عنوان سے ہے ، اس میں انہوں نے تحریک آزاد نسوان کی پیشرفت کا جائزہ لیا ہے ، انہوں نے لکھا ہے کہ رائے عامہ تعلیم نسوان اور آزادی نسوان دونوں میں فرق کرنے لگی ہے

ایک زمانہ میں بعض حلقے تعلیم نسواں کی بھی مخالفت کرتے تھے ، لیکن اب اس کی مخالفت کی آواز کسی جانب سے سنائی نہیں دیتی ، یہی نہیں بلکہ آزادی نسواں کے معاملہ میں بھی ان لوگوں کا ذہن صاف ہونے لگا ہے ، اگر کچھ اختلاف باقی ہے تو صرف اس بات میں کہ عورت کن چیزوں کی تعلیم حاصل کرے ؟ اور یہ کہ آزادی نسواں کا مفہوم کیا ہے ؟ آخر میں وہ مصری عورت کے مستقبل کے بارے میں مکمل اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے قوم کی آزادی کے لئے عورت کی آزادی ناگزیر ہے ، اگر معاشرتی میدان میں ہماری عورتیں آزاد ہو جائیں ، تو ہمیں قومی آزادی حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی ،

”ان التقدم فی المدنية میل جارف لایقف أمامه إلا موثک أن یفسح فیہ ، و لا یبقی من المذاهب الا ما یوافق مزاج مدنیة العمر ، فخیبر للذین یغلون فی الخوف من مستقبل المرأة المصرية ، أن یعتصموا بالعبر علی حال الانتقال ، و أن یروضوا انفسهم علی الاعتقاد بأن الامسارۃ الوحيدة لحرية الأمة هی حرية المرأة ، فاذا حملنا علی الحررية الاجتماعية للمرأة حملنا بسهولة علی الحرية العامة و الاستقلال“،

(تمدن کی ترقی ایک زبردست سیلاب ہے ، جو شخص بھی اس کے سامنے رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا وہ اس میں جاگڑے گا ، اور وہی مصلک باقی رہ سکتا ہے جو جدید تمدن کے مزاج سے ہم آہنگ ہو ، جو لوگ مصری عورت کے مستقبل کے بارے میں بہت زیادہ خوف میں مبتلا ہیں ، ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ منتقلی کی اس صورت حال میں صبر سے کام لیں ، اور اپنے آپ کو یہ سمجھنے پر آمادہ کر لیں کہ قوم کی آزادی اسی وقت ممکن ہے جب عورت کو آزادی مل جائے ، اگر ہم عورت کو معاشرتی طور پر آزادی دلا دیں گے تو ہم ہآسانی عام زندگی میں آزادی حاصل کریں گے ،)

تحریک آزادی نسواں کے تعارف میں لطفی السید نے ایک مقالہ ”الحركة النسائية فی مصر“ کے عنوان سے لکھا ، جس میں انہوں نے لکھا کہ اس تحریک کا اولین مقصد یہ تھا کہ مصری عورت تعلیم اور تربیت کے زہور سے آراستہ ہو جائے یہاں تک کہ اسے احساس ہو جائے کہ اس کا ایک خام وجود اور مستقل شخصیت ہے ، اس مقالہ میں انہوں نے ایک طرف ان عوامل کا جائزہ لیا ہے جن کی وجہ سے آزادی نسواں کی تحریک کو ترقی ملی اور دوسری طرف ان عوامل کا بھی معروضی مطالعہ کیا ہے جنہوں نے آزادی نسواں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں ،

مقالہ ”اہناؤنا و ہناؤنا“ (الجریده : ۵/جنوری ۱۹۱۲) میں انھوں نے ایک اہم معاشرتی موضوع سے بحث کی ہے ، اور وہ ہے لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ، اس معاشرتی مسئلہ کا انھوں نے تجزیہ کیا ہے اور اس کے اسباب کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے عواقب پر روشنی ڈالی ہے ،

اپنے مقالہ ”ہناؤنا و اہناؤنا“ (الجریده ۱۲/جنوری ۱۹۱۲) اور مقالہ ”المنون و البنات“ (۶/فروری ۱۹۱۲) میں انھوں نے نکاح کے مسئلہ پر اظہار خیال کیا ہے ، ان مقالات میں انھوں نے زور دے کر یہ بات کہی ہے کہ نکاح کوئی مالی معاملہ اور تجارتی معاہدہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت محبت اور حسن اخلاق نکاح کسی حقیقی بنیادیں ہیں ، اس لئے خاندان کی تشکیل کے وقت ان اقدار کو پیش نظر رکھنا چاہیئے ،

لفظی السید نے اپنے مقالات میں بعض دیگر معاشرتی مسائل سے بھی تعارف کیا ہے ، مثلاً انھوں نے کثرت طلاق کے رجحان پر تنقید کی ہے ، تعدد ازدواج کی مذمت کی ہے ، کم سنی کی شادی کے مظہر پر بھی نقد کیا ہے ، اور لکھا ہے کہ اس کے نتیجے میں جلد اموات ہوتی ہیں ،

لفظی السید کے اسلوب میں ٹھراؤ اور گہری سوچ ہے ، اس میں ایسی جست پائی جاتی تھی جو لفظی السید ہی کا خاصہ تھی ، ڈاکٹر عبداللطیف حمزہ نے ان کے اسلوب پر بہت تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے ، اور اس کی خصوصیات سے بحث کی ہے ، بطور ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے :

”احمد لفظی السید کا اسلوب حقیقت بیانی اور تجزیہ و تحلیل کا حامل تھا ، وہ ہر انگیکھتہ کرنے کے قائل نہیں تھے ، ان کسی تحریر میں منطق و فلسفہ کی آمیزش ہوتی تھی ، وہ اپنے مدعا کو واضح کرنے کے لئے بہت نیچے تلے الفاظ استعمال کرتے تھے ، ان کے اسلوب پر عربی ادب سے زیادہ یورپی اور یونانی ادب کے اثرات نمایاں ہیں ، وہ اپنی تحریروں میں عامی الفاظ اسی طرح یورپی زبان کے الفاظ بھی کثرت سے استعمال کرتے تھے ، ان کی تحریروں میں کہیں کہیں طنز و مزاح پایا جاتا ہے ، لیکن اس کا مقصد

محض تفریح نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ان کے ہمیشہ نظر منجسم شدہ تنقید ہوتی تھی ، تراکیب اور تشبیہات کے استعمال میں وہ کمی کے باہند نہیں تھے ، بلکہ اپنے افکار ہمیشہ کرنے کے لئے نئی نئی تعبیریں اور نئے نئے الفاظ استعمال کرتے تھے ، البتہ ان کے اسلوب میں ایک چیز کی کمی کا احساس ہوتا ہے ، اور وہ یہ کہ اس میں جذبات و احساسات کی کمی اور منظر نگاری کا فقدان تھا ، (۱)

(۱) ادب المقالة الصحفية في مصر ، عبد اللطيف حمزة ، ج ۶ ، ص : ۱۹۱ - ۲۱۳ (تلخیص)
(احمد لطیف السید فی الجریحة)

باب پنجم

تحریکِ نسواں اور کلامِ شعراء

مصر میں آزادی نسوان کی تحریک بے ملک کے تمام طبقات متاثر ہوئے، اس سطحے میں جہاں ادباء، صحافیوں اور سیاسی لیڈروں نے خدمات انجام دیں۔ وہیں شعراء نے بھی اس میں بھرپور حصہ لیا، انہوں نے وقت اور حالات کا قریب سے مشاہدہ کیا، اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھا، عورت کی پستی اور جہالت کو تشویش کی نظر سے دیکھا، اور سماجی اصلاح کی کوشش کی، انہوں نے تعلیم، حجاب، اختلاط، تعدد ازدواج اور نکاح و طلاق جیسے سماجی موضوعات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا، ان میں کچھ شعراء تو وہ تھے جنہوں نے صرف تعلیم نسوان پر زور دیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ عورت کو زیور علم سے آراستہ کرنا ضروری ہے، جب وہ تعلیم سے بہرہ ور ہو جائے گی تو خود معاشرے میں اپنا مقام پالے گی، اور سماجی تمام حقوق حاصل کر لے گی، انہوں نے بے حجابی اور اختلاط کی مخالفت کی اور عورت کو اس کی قطعی اجازت نہیں دی، جب کہ بعض دیگر شعراء نے تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر موضوعات پر بھی اظہار خیال کیا، انہوں نے حجاب پر سخت تنقیدیں کیں، عورتوں کو عملی زندگی میں حصہ لینے اور گھر سے باہر نکل کر مردوں کے دوترسدون کام کرنے پر اکسایا، تعدد ازدواج کی مخالفت کی، اور اسے حقوق نسوان کے خلاف بتایا

اس طرح مصر میں شاعری کے میدان میں بھی زبردست معرکہ برپا ہوا ، کچھ شعرا نے آزادی نسوان کی زبردست حمایت کی ، تو کچھ دیگر شاعروں نے ان کی کھل کر مخالفت کی ، اور کچھ شاعروں نے اعتدال کی روش اختیار کی ،

آزادی نسوان کی حمایت میں آواز بلند کرنے والوں میں حافظ ابراہیم ، احمد شوقی ، خلیل مطران وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ، اس باب میں ان کے مختصر حالات زندگی بیان کرنے کے ساتھ حقوق نسوان کے سلسلہ میں ان کے خیالات کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا ، ولی الدین یکن ، ہاشم ہادیہ رفاعہ رافع طہطاوی اور احمد فارس شدیاق وغیرہ نے نثر نگاری کے ساتھ شاعری بھی کی ہے ، اور اپنی شاعری میں حقوق نسوان سے متعلق اظہار خیال کیا ہے ، گذشتہ صفحات میں ان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی جا چکی ہے ، اسی لئے یہاں صرف ان کے اشعار نقل کئے جائیں گے ،

آزادی نسوان سے متعلق شاعری کے میدان میں برپا ہونے والا یہ معرکہ صرف مصر تک ہی محدود نہ تھا بلکہ دوسرے ممالک مثلاً عراق اور شام وغیرہ میں بھی اسی طرح کی زور دار بحث ہوئی ، عراق میں آزادی نسوان کی آواز بلند کرنے والے جمیل صدقی زہاوی ، معروف رصافی ، صالح جعفری ، حسین الرحال ، رزوق غنام ، مصطفیٰ علی ، عونی بکر صدقی ، رفائیل بطی اور مصطفیٰ عبدالہمار قاضی وغیرہ قابل ذکر ہیں ، ان میں جمیل صدقی زہاوی اور معروف رصافی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ، جمیل صدقی زہاوی کے اشعار کے ذریعہ عراق میں ویسا ہی ہنگامہ برپا ہوا جیسا مصر میں قاسم امین کی دعوت سے برپا ہوا تھا ، تنویر الافکار ، الرشاد ، المفید اور البدائع نامی رسائل آزادی نسوان کے ان علمبرداروں کی حمایت کرتے تھے ، اور ان کے اشعار کی اشاعت کے لئے پلیٹ فارم فراہم کرتے تھے ، مصر کی طرح عراق میں بھی آزادی نسوان کے حامیوں کی زبردست مخالفت ہوئی ، مخالفت کرنے والوں میں توفیق الفکیکی ، جمیل المدرس ، خلیل اسماعیل ، مصطفیٰ عسرة عبدالسلام ، محمد بہجة الاثری ، الملا عبود الکرخی ، عبدالرحمن البناہ اور حسین الظریفی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں ، ان کے اشعار جریدۃ العراق ، الصحیفۃ ، العالم العربی اور لیلی وغیرہ جیسے جرائد و مجلات میں شائع ہوتے تھے ،

شام و لبنان میں بھی آزادی نسوان کی تحریک کو کافی فروغ ملا ، بہت سے

لوگوں نے اس کی حمایت میں آواز بلند کر ، ان میں شامی شاعر عمر ابوریشہ
خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ،

الغرض آزادیِ نسوان کے میدان میں اس معرکہ آرائی کے عربی شاعری پر بھی
اثرات پڑے ، اور حمایت و مخالفت میں خاصا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا ، اس موضوع پر
کہے گئے تمام اشعار کا اکٹھا کرنا تو ممکن نہیں ہے البتہ یہاں بطور نمونہ
چند شاعروں کا منتخب کلام پیش کیا جا رہا ہے ،

رفاعہ رافع طہطاوی

رفاعہ طہطاوی کی اصل شہرت مترجم اور نشر نگار کی ہے ، لیکن ان کے کچھ اشعار بھی ملتے ہیں ، جو طرح انہوں نے اپنی نشری تحریروں میں تحصیل علم پر زور دیا ہے ، لڑکیوں کے حق تعلیم کا دفاع کیا ہے اور مغربی تہذیب سے کسب و استفادہ کی تلقین کی ہے اسی طرح ان کے اشعار میں بھی علم کی فضیلت و اہمیت کا بیان ملتا ہے ، انہوں نے اپنی منظوم کتاب ”مناہج الأدب المعربۃ فی مباهج الآداب المعربۃ“ میں لڑکیوں کی اخلاقی تربیت پر زور دیتے ہوئے انہیں زہور علم سے بھی آراستہ ہونے کی ترغیب دی ہے ، ان کے ایک قصیدے کا عنوان ”فی تادیب الاطفال“ ہے ، اس میں انہوں نے شروع میں حسن سلوک ، ادب ، عفت ، قناعت اور دیگر اچھے اخلاق کی تلقین کی ہے ، فرماتے ہیں :

و ان ترم سرور ام	او اب	یوما ، فکب العلم خیر مکب
من رام عند الناس طرا ان یحب	فلیلزم حسن الطوک و الادب	
من رام بین العالم ارتفاعہ	فلیلزم العفۃ والقناعہ (۱)	

(۱) رفاعہ رافع الطہطاوی ، جمال الدین الشہال ، ص : ۸۶

اسی قہر میں آگے انہوں نے خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا ہے ، ان کے مطابق شرم و حیا عورت کا زیور ہے ، اسے بے کار نہیں رہنا چاہیئے بلکہ اپنے آپ کو کسی کام میں مشغول رکھنا چاہیئے مثلاً سلائی کڑھائی سی سیکھنا چاہیئے اور علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے ، وہ لکھتے ہیں :

فصل المہات الشغل و التطریز و من حوت علما بہ تفوز
فی سائر الاحوال الاحتشام من جنہن و الحیا بگرام (۱)

احمد فارس شدياق

احمد فارس شدياق کو ہائبل کے مترجم کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی انھیں یورپی ممالک میں سیاحت کا خوب ملا ، چنانچہ ان کے سفرنامے ”کشف المخفأ عن فنون اوربا“ اور ”الساقي على الساقي فيما هو الفارياق“ عربی ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں ، الساقي على الساقي میں انھوں نے جاہجا اپنے اشعار درج کئے ہیں ، ان اشعار سے بھی معاشرتی مسائل پر ان کے نقطہ نظر کی وضاحت ہوتی ہے ، شدياق ہرقع کے مخالف ہیں ، اس پر ان کی شدید تنقیدیں گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں ، ابك جگہ وہ اپنے اشعار میں کہتے ہیں کہ آدمی کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہرقع اوڑھنے والیاں غلط کاموں میں پڑنے سے محفوظ رہتی ہیں بلکہ اصل چیز پاکیزگی نفس ہے ، اگر نفس درست ہوگا تو ظاہری اعمال بھی درست ہونگے جاہے کوئی ہرقع اوڑھے چاہے نہ اوڑھے ،

لا يحسب الغر البراقع للنساء منعاً لهن عن التماذى فى البهوى
ان السفينة انما تجرى اذا وضع الشراع لها على حكم الهوى (۱)

طلاق کے سلسلہ میں شہیاق کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر زوجین کے درمیان موافقت کی کوئی صورت ممکن نہ ہو ، دونوں علیحدگی پر آمادہ ہوں تو یہ عقل مندی نہیں ہے کہ انہیں باہم بکجا رہنے پر مجبور کیا جائے ، بلکہ انہیں اختیار دے دینا چاہیئے کہ وہ جو چاہیں کریں ، اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی کتاب میں ایک یہودی ، ایک عیسائی ، ایک مسلمان اور ایک ملحد کا مباحثہ نقل کیا ہے ، اس ضمن میں انہوں نے اپنا نقطہ نظر اشعار میں پیش کیا ہے ، جو یہ ہیں :

مسألة الزواج كانت ثم لا	تزال طول الدهر امرا معضلا
ان يكن الطلاق يوما طلا	للزوج ايان ابتفاه فعلا
فليس عندي رشد ان تحظلا	زوجته عنه و لا ان تعضلا
ان لم يمييا للوفاق ميلا	فدعهما فليفعلا ما اعتدلا

ایمان شاء طلقا و انفلا (۱)

حافظ ابراہیم

مصری شاعر حافظ ابراہیم ۱۸۶۹ء میں مصر کے ایک گاؤں دیروط میں پیدا ہوئے چار سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو جانے کے بعد ان کی پرورش و پر داخت ان کے ماموں نے کی ، قاہرہ کے مشہور مدارس المدرسۃ الخیریۃ ، مدرسۃ القریۃ ، مدرسۃ المجتہدان اور المدرسۃ الخیریۃ میں تعلیم حاصل کی ، پھر اپنے ماموں کے ہمراہ طنطا منتقل ہو گئے ، اور یہاں دوستوں کے ساتھ شعر و شاعری میں دلچسپی لینے لگے ، جر کو ان کے ماموں نے ناپسند کیا ، ان کے منع کرنے پر حافظ ابراہیم ناراض ہو کر گھر سے نکل پڑے ، اور کسب معاش کے لئے وکلاء کے دفاتر میں کام شروع کیا ، لیکن پھر قاہرہ واپس آ گئے اور وہاں کے فوجی اسکول میں دوبارہ تعلیم شروع کی ، جہاں ۱۸۹۱ء میں فراغت پانے کے بعد مختلف سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے ، کبھی فوجی افسر بنائے گئے ، اور کبھی پولیس محکمہ میں شامل رہے ، چند سال بعد انھیں سوڈان بھیج دیا گیا ، وہاں ۱۸۹۹ء میں بغاوت پھوٹ پڑی جس میں حافظ ابراہیم بھی مورد الزام ٹھہرائے گئے ، اور اسی جرم میں دوبارہ بے روزگار ہو گئے ، اس دوران وہ کچھ عرصہ شیخ محمد عبدہ کی صحبت میں رہے ، اور ان کی تعلیمات سے مستفید ہوتے رہے ، ۱۹۱۱ء میں احمد حشمت حسینی نے انھیں دارالکتب المصریۃ کے شعبہ ادب کا ذمہ دار بنادیا ، زندگی کے آخری ایام تک وہ اسی عہدے پر فائز رہے ، یہاں تک کہ ۱۹۳۲ء میں

ان کا انتقال ہو گیا ، (۱)

حافظ ابراہیم کا شمار دور جدید کے ممتاز شعراء میں ہوتا ہے ، شعر و شاعری سے انھیں بے انتہا لگاؤ تھا ، بچپن ہی سے اشعار کہنے شروع کر دیئے تھے ، ان کا دیوان المطبعة الأميرية القاہرہ سے ۱۹۴۸ء میں احمد امین کے مقدمہ کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوا ، اس کے علاوہ بھی متعدد بار شائع ہو چکا ہے ، مدح و تہنیت ، ہجس ، اخوانیات ، وصف ، خمریات ، غزل ، اجتماعیات ، سیاست ، شکوی اور مرثی ان کی شاعری کے خاص موضوعات ہیں ،

معاشرتی موضوعات میں حافظ ابراہیم نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور حجاب وغیرہ پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ، ۱۹۱۰ء میں بورسعيد میں قائم مدرسة البنات کے تعاون کے لئے ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا ، اس جلسہ میں حافظ ابراہیم نے ایک قصیدہ پیش کیا ، اس میں انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا اور اس کی اہمیت بیان کی ، انھوں نے لڑکیوں کے معاملہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی بات کہی یعنی کہ نہ تو انھیں بے پردہ آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جہاں چاہیں جائیں اور چاہے جیسے کام کریں ، اور نہ ہی ان کو گھروں میں قید کر دیا جائے اور ہیرے جواہرات کی طرح ان کی حفاظت کی جائے ، اس قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں :

مَنْ لِي بِتَرْبِيَةِ النِّسَاءِ ؟ فَانْهَاجَا	فِي الشَّرْقِ عِلَّةٌ ذَلِكَ الْإِخْفَاقُ
الْأُمُّ مَدْرَسَةٌ إِذَا أَعَدَّدَتْهَا	أَعَدَّدَتْ شَعْبًا طَيِّبَ الْأَعْسَاقِ
الْأُمُّ رَوْضَانٌ تَعْبُدُهُ الْحَيَا	بِالرِّيِّ أَوْ رِقِّ أَيْمَانِ
الْأُمُّ أَسْتَاذُ الْأَسَاتِذَةِ الْأَلَى	شَغَلَتْ مَأْثَرَهُمْ مَدَى الْأَفْصَاقِ
أَنَا لَا أَقُولُ دَعُوا النِّسَاءَ سَوَافِرًا	بَيْنَ الرِّجَالِ يَجْلُنَ فِي الْأَسْوَاقِ
يَدْرَجْنَ حَيْثُ أُرْدُنَ لَا مِنْ وَازِعٍ	يَحْذَرْنَ رَقَبَتَهُ وَ لَا مِنْ وَاقِسِي
يَفْعَلْنَ أَعْمَالُ الرِّجَالِ لَوَاهِيًا	عَنْ وَاجِهَاتِ نَوَاصِرِ الْأَحْصَادِ
فِي دُورِهِنَّ شَتْوُونَهُنَّ كَثِيرَةً	كَشْتُونُونَ رَبَّ الْعَيْفِ وَالْمَزْرَاقِ
كَلَّا وَ لَا أَدْعُوكُمْ أَنْ تَسْرِفُوا	فِي الْحَبِّ وَ التَّطْيِيقِ وَالْإِرْهَاقِ
لَيْسَتْ نَحَاوِكُمْ حُلًى وَ جَوَاهِرًا	خَوْفُ الْفِيَاغِ تَمَانٌ فِي الْأَحْقَاقِ

لم یسحواکم أناسا یفتنی
 فی الدور بین مخادع و طباق
 تتشکل الأزمان فی أدوارها
 دولاً و هن علی الجمود بواق
 فتوسطوا فی الحالین وأنصفوا
 فالشر فی التجمید و الاطلاق
 رتّبوا البنات علی الفضیلة بانها
 فی الموقفین لهن خیر و شاق
 و علیکم أن تستبین بناتکم
 نور الهدی و علی الحیاء الباقی (۱)

۱۹۲۸ء میں کلیۃ البنات امریکیہ کی جانب سے فارغ ہونے والی طالبات کے درمیان ڈگریاں اور انعامات تقسیم کرنے کے لئے جلسہ منعقد ہوا ، اس میں حافظ ابراہیم نے ایک قصیدہ پڑھا ، اس قصیدہ میں انہوں نے امریکیوں کو مخاطب کر کے ان کے احسانات کا تذکرہ کیا ہے ، اس ضمن میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ ان کی وجہ سے اہل مصر پر تعلیم و تربیت اطفال کی اہمیت واضح ہوئی ، اور انہیں معلوم ہوا کہ لڑکیاں کس طرح زیور علم سے آراستہ ہوتی ہیں ، اس قصیدہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

و غرستم للعلم روضاً انیقاً
 فوق دنیا الوری یمکد الظلالا
 و حللتہم بأرضنا فعرفنا
 کیف تنمون بیننا الاطفالا
 و راینا البنات کیف یثقفن
 بعلم بزیدهن جلالا
 لیت شعری متی أری ارض مصر
 فی حمی اللہ تنبت الاطفالا
 و أری اهلها یجارونکم علماً
 و وثبا الی العلا و نضالاً (۲)

۱۹۱۸ء میں باحہ ہادیہ کا انتقال ہو گیا ، حافظ ابراہیم نے ان کا مرثیہ کہا اس سے بھی ان کے خیالات پر روشنی پڑتی ہے ، باحہ ہادیہ پردہ نشین ہونے کے باوجود علم و فضل کی حامل تھیں ، وہ گھر بیلو کام بھی انجام دیتیں ، مطلات اور رسائل میں مقالات لکھتی ، کانفرنسوں میں لیکچر دیتی اور دیگر معاشرتی سرگرمیاں انجام دیتی ، حافظ ابراہیم نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کی ان تمام خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے ، اس مرثیہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

غربیة فی علمہا
 شرقیة فی طبعہا
 مرموقہ بین الأسر
 مخدورة بین الحجر

(۱) دیوان حافظ ابراہیم ، ج ۱ ص : ۲۴۰ - ۲۴۱

(۲) ” ج ۱ ص : ۳۰۲

بینا تراها فی الطّـر و..... ی تخطّ آہات العبر
 وتریک حکمة ناسہ عَزَّک الحوادث و اُختیر
 فاذا بہا فی مطبخ تطہو الطعام علی قدر
 و اذا بہا قعدت تخیر..... ط و ترتضی و خز الإبر
 فخرت ہوالدہا ، و..... لدہا بحلیتہا اُفتخر
 بالعلم حلت صدرہا لا باللاتی و التدر
 فانظر شائل فکرہا باللہ ہوم (المؤتمر)
 و اقرأ محاضرة الجری..... عة و المقالات الفر
 و ارجع الی ما اودعت عند المجلات الکبر
 نعلم ہأتا قد فقت..... نا خیر ربات الفکر (۱)

لیکن ان کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حجاب کے مخالف اور بے پردگی کے داعی تھے ، قاسم امین کی وفات پر انھوں نے جو مرثیہ کہا تھا اس میں ان کی خدمات کو خوب داد تحسین دی ہے ، اور ان کی دعوت کو سراہا ہے ، مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں :

و المرء من دنیاہ فی شغل	شغلتک من دنیاک أربعة
تمشی بالیہا غیر منتحل	حق تناصرہ ، و مفخرہ
ما للحکیم بہن من قبل	و حقائق للعلم تنشدہا
تمدد الیہ ہداً و لم تمل	و فضیلة أعمت سواک فلم
تعصم فتلک مراتب الرسل	ان رايت رأياً فی الحجاب ولم
فیما رايت فتم و لا تمل	الحکم الایام مرجعہ
وضع الدواء مواضع العلل (۲)	فاذا أصبت فانت خیر فتی

ان کا ایک دوسرا قصیدہ ”الی محرر المرأة“ کے عنوان سے ہے ، اس میں انھوں نے قاسم امین کو عظیم سماجی مبلغ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ عوام ہمیشہ حق بات کی مخالفت کرتے اور غلط بات کو قبول کر لیتے ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ عوام حجاب کو اس

(۱) دیوان : ج ۲ ، ص : ۱۷۸ - ۱۷۹

(۲) دیوان : ج ۲ ، ص : ۱۷۸ - ۱۷۹

قدر سختی سے پکڑے ہوئے ہیں کہ اگر اللہ کے پیغمبر بھی آکر کہیں کہ نقاب نہ پہننا جائز ہے تو بھی ان کی بات تسلیم نہیں کریں گے ، اس قصیدے کے چند اشعار درج ذیل ہیں ،

و لم یفقهوا فی السمرات کاتبہ	أ قاسم ان القوم ماتت قلوبہم
فمن ذا تنادیہ و من ذا تعاتبہ ؟	الی الیوم لم یرفع الحجاب ضلالہم
لوضع نقاب لاستقامت رغائبہ	فلو أن شخا قام یدعو رجالہم
یلوح صیابا لنا و نراقبہ	و لو ظرت فی مصر حواء أ منا
تصافح منا من تری و تخاطبہ	و فی یدھا العذراء یحفر وجہھا
و جیش من الاملاک ماجت کواکبہ	و خلفہما موسی و عیسی و أحمد
لقلنا نعم حق و لكن نجانبہ (۱)	و قالوا لنا رفع النقاب صلل

مشہور ہے کہ کسی نے حافظ ابراہیم سے سوال کیا کہ قاسم امین کی کتابوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ، انہوں نے جواب دیا کہ ان کتابوں کی ایک سطر بھی نہیں پڑھی ہے لیکن چونکہ ملک کے رہبانہ تر لوگ ان کتابوں میں پیش کئے گئے رائے کسی مخالفت کر رہے ہیں ، اور اس کا مشاہدہ ہے کہ لوگ ہمیشہ حق بات کی مخالفت کرتے ہیں اور غلط بات کو بخوشی قبول کر لیتے ہیں ، اس لئے اسے یقین ہے کہ ان کتابوں میں جو بات کہی گئی ہے وہ بالکل صحیح ہے ، (۲)

حافظ ابراہیم اپنے قصائد میں الفاظ کے انتخاب پر بہت توجہ دیتے تھے ، چنانچہ وہ اسے الفاظ استعمال کرتے جو جذبات و احساسات کو ہر انگیکھتہ کر دیں اور کانوں میں رس گھول دیں ، اگر کوئی لفظ ان کے مطلوبہ معیار پر پورا نہ ہوتا تو وہ اس کو مکرر لاکر مطلوبہ خصوصیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ، یہی وجہ ہے کہ ان کے قصائد میں ہمارا اوقات ایک لفظ یا ایک جملے کی تکرار ملتی ہے ، حافظ ابراہیم کو طویل تجربہ اور وسیع معلومات کی بنا پر ایسی مہارت

(۱) دیوان ج ۲ ص : ۸۹ - ۹۰
(۲) ج ۲ ص : ۹۱ (حاشیہ)

حاصل ہوگئی تھی کہ وہ الفاظ کی لغوی اصل اور ان کی دقیق دالالتوں سے بخوبی واقف تھے، اور ان کے مترادفات کے درمیان پائے جانے والے باریک فرق کا بھی ادراک رکھتے تھے، اپنی اس صلاحیت کی بنا پر وہ الفاظ کا بہت ہر محل استعمال کرتے تھے، (۱)

(۱) محاضرات عن حافظ ابراہیم، احمد الطاهر، ص: ۶۲ - ۶۳

خلیل مطران

خلیل مطران ۱۸۷۲ء میں لبنان کے ایک عربی النسل عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئے ، ان کی ماں ملکہ الصباغ نے ان کی پرورش و پرداخت بڑی توجہ و انہماک سے کی ، وہ شاعرہ اور ادیبہ تھیں ، اس طرح مطران کو شعر و شاعری کا ذوق اپنی ماں سے ورثہ میں ملا ، جب کہ ان کے والد اس کے شدید مخالف تھے ، مطران کی ابتدائی تعلیم شہر زحلہ کے ایک کالج میں ہوئی ، اس کے بعد ان کے والد نے انہیں اعلیٰ تعلیم کے لئے بیروت بھیج دیا ، یہاں انہوں نے الکلیۃ البطریرکیۃ کے القسم الداخلی سے منسلک ہو کر فرانسیسی زبان سیکھی ، اور مشہور ادیب ابراہیم الیازجی کی تربیت میں رہ کر عربی زبان میں مہارت حاصل کی ، مطران نے بچپن ہی سے شاعروں کے اشعار یاد کرنا اور خود شعر کہنا شروع کر دیا تھا ، ابھی آٹھ ہی سال کے تھے کہ نیند کی حالت میں اشعار گنگناہا کرتے تھے ، ان کے زیادہ تر اشعار عثمانی حکومت کی مخالفت میں ہوتے تھے ، جو ان دنوں لبنان پر حکمران تھی ، چنانچہ ترک ان کے جان کے دشمن ہو گئے ، وہ جان بچا کر ۱۸۹۰ء میں پیرس چلے گئے ، یہاں انہوں نے فرانسیسی شعر و ادب کے مطالعہ کی طرف توجہ دی ، لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ پھر انہوں نے جنوبی امریکہ جانے کا

ارادہ کیا ، اور اسی غرض سے ہمسایہ زبان سیکھنے شروع کی ، مگر جلد ہی ان کا ارادہ بدل گیا ، اور انہوں نے مصر کی طرف ہجرت کا مکمل عزم کر لیا ، چنانچہ وہ ۱۸۹۲ء میں مصر پہنچے اور زندگی کا بقیہ حصہ انہوں نے مصر ہی میں گزارا۔ مصر پہنچ کر خلیل مطران نے اپنی زندگی کا آغاز ایک صحافی کی حیثیت سے کیا اور یکے بعد دیگرے تین رسالے الہرام ، المطة المصرية اور الجواہر المصرية نکالے ، لیکن صحافت میں انہیں زیادہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی ، چنانچہ انہوں نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ، مگر تجارت بھی انہیں راس نہ آئی اور انہیں اپنے اصل سرمایہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑا ، اس موقع پر مصری حکومت نے ان کی مدد کی ، اور وہاں کی معاشی تنظیم 'الجمعية الزراعية الخديوية' میں ان کا تقرر کر دیا ، اس طرح مطران نے اقتصادی میدان میں دلچسپی لی ، اور کارہائے نصابیہ انجام دیئے ،

مطران کو فرانسیسی ادب سے گہری واقفیت تھی ، اس کے ذریعہ انہوں نے نہ صرف اپنی شاعری میں فائدہ اٹھایا بلکہ مصری ڈرامہ کو بھی ترقی کے پام عروج پر پہنچایا ، شیکسپیر کے متعدد ڈراموں کا انہوں نے عربی میں ترجمہ کیا ، انہی خدمات کے صلہ میں ۱۸۲۵ء میں انہیں 'الفرقة القومية' کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی ،

۱۹۲۷ء میں حکومت مصر نے ان کے اعزاز میں ایک ادبی جلسہ منعقد کیا ، جس میں ان کی شاعرانہ صلاحیت اور قومی خدمات کو خوب داد تحسین ملی ، ۱۹۲۹ء میں ان کا انتقال ہو گیا (۱)

خلیل مطران کا دیوان چار جلدوں میں مطبعہ دارالہلال مصر سے ۱۹۲۸ء - ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ اس سے پہلے بھی کئی بار شائع ہو چکا ہے ، مدح و تہنیت ، مراشی ، غزل ، وصف ، اور سیاحت کے علاوہ معاشرتی موضوعات پر بھی انہوں نے اشعار کہے ہیں ،

معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی پرزور حمایت کی ہے ، اور تعلیمی میدان میں ممتاز مصری خواتین کی تعریف و تحسین کی ہے

وہ لڑکیوں کی عزت و تکریم کے بڑے حامی تھے ، انھوں نے لڑکیوں کے وجود کو باعثِ خیر سمجھا ہے اور ان کے ساتھ شفقت و محبت اور اچھے برے کی تلقین کی ہے ، ان کا ایک دوست اپنے یہاں لڑکی کی پیدائش کو ناپسند کرتا تھا ، قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ، اس پر خلیل مطران نے اپنے دوست کو مبارکباد پیش کرنے کے لئے ایک قصیدہ کہا ، جس میں انھوں نے اظہارِ خیال کیا کہ لڑکی رحمتِ نہیں رحمت ہے ، انھوں نے اسے ایک پھول سے تشبیہ دی اور کہا کہ اگر اس کی اچھی پرورش و پرداخت کی جائے اور اسے تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جائے تو اس کے بہتر نتائج سامنے آئیں گے ، وہ کہتے ہیں :

ہی 'زہرۃ' بہمت بہا عن جنة دار الظلیل
قد أحرز الراجی بہا خیراً و ما ہو بالقلیل
البت مجلّی للعنایا..... یة فی حلی ملک جمیل
إن ثقت ، لم یلف منہا آلبا غیر الجمیل
ہی رحة فی البیت للعنایا ، و برہ للعلیل (۱)

خلیل مطران نے تعلیمِ نسوان کی پرزور حمایت کی ، انھوں نے لڑکیوں کے لئے تعلیمی ادارے کھولنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ اگر تم ایک اچھی قوم وجود میں لانا چاہتے ہو تو تمہیں پہلے قوم کی بہنوں کو مہذب بنانا ہوگا ،

ہذب بنات الشعب إن شئت أن تبلفه أرقی المنی من أم
إن لم تکن أمّ فلا أمّة و انما بالأمّہات الأمم (۲)

مفاعہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے دو مدارس کھولے گئے ، ان کے افتتاح کے موقعہ پر خلیل مطران نے ایک قصیدہ پیش کیا ، اس میں انھوں نے اس اقدام کی تحسین کرتے ہوئے کہا کہ یہ تعلیمی ادارے درحقیقت ایسے سرچشمے ہیں جن سے پیاسے دلوں کو سیراب کیا جاتا ہے ، مزید انھوں نے کہا کہ علم کے ذریعہ ہی مصر کو آزادی مل سکتی ہے ، اور اس کے ذریعہ ہی وہ اپنے کھوئے ہوئے وقار ، عزت و بلندی

(۱) دیوان الظلیل ، ج ۴ ، ص : ۲۵۲ - ۲۵۳

(۲) دیوان ، ج ۲ ، ص : ۱

اور خوشحالی کو بحال کر سکتا ہے :

هذی البیوت ترقی ال.....مبات و الأنبیاء
 هی المنابت یزکو فیہا الفراش نمباء
 هی العیون الصّوافی تروی القلوب الظماء
 بالعلم تدرك مصر ال.....حرية العمماء
 و تتمیّد الفخار ال.....قدیم و العلیاء
 و تتحرّر من الدهر ال.....ر مَزَّهّا و الرخاء (۱)

قمارہ میں الاتحاد النسائی کے ایک جلسہ میں جو معری یونیورسٹی سے فارغ ہونے والی طالبات کے اعزاز میں منعقد ہوا تھا خلیل مطران نے ایک قصیدہ پیش کیا، اس میں انہوں نے الاتحاد النسائی کی تعریف و تحسین کرتے ہوئے کہا کہ زمانہ کی ترقی عورتوں کی ترقی پر منحصر ہے، اب وقت آگیا ہے کہ یہ لڑکیاں اپنے حقوق کے لئے کوشاں ہوں، انہوں نے مختلف علوم و فنون میں لڑکیوں کی سہقت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اب یہ لڑکیاں ان میدانوں میں لڑکوں سے خود منافست کرنے لگی ہیں، وہ کہتے ہیں :

فعل من الله " اتحاد نسائنا "	حین الرجال کزئبق متبذد
بورکت یا عهد الرقی و بورکت	متبوّثات الصّدر فی هذا التّدی
هن اللدات المابقات ثقافتاً	أخواتهن من الملاح الخسرد
و نصيرة لأولی الحقوق تصونها	ممن یعول علی الحقوق و یعتدی
و طمیمة تأمر ، ولاتقسوا فمن	یدها یمرّ النمل مرّ المرود
و أدیبة بلغت مدى مطلوبها	فی العلم من مستطرف او متلد
نافس لفتیان الحمی فوردن ما	یردون ، و العرفان أسح مورد
نعم التنافس والمطالب حقّة	فهو السبیل الی العلی والسود (۲)

باحثہ ہادیہ کا شمار مصر کی ان خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے پردہ کا التزام کرنے کے باوجود تعلیم کے اعلیٰ مراحل طے کئے اور اپنی وسیع تحریروں کے ذریعہ علم کے

(۱) دیوان : ج ۲ ، ص : ۲۵۹

(۲) دیوان : ج ۴ ، ص : ۱۶۴ - ۱۶۵

میدان میں اپنا لوہا منوایا ، خلیل مطران نے ان کی وفات پر جو مرثیہ کہا تھا اس میں ان کی اس خصوصیت کو نمایاں کیا تھا :

قَدْ أُثْبِتَتْ بِقَطْعِهَا لِلْعُلَى بَعْدَكَ ذَاتُ الْخَدْرِ فِي 'مَصْر'
فِي رِزْتٍ مِنْهُ وَ لَكِنِهَا مَا بَرَزَتْ مِنْ أَدَبِ الْخَدْرِ
مَكَانِهَا أَصْبَحَ مِنْ زَوْجِهَا مَكَانَ يَتَمَّ الْخَطَرُ بِالْخَطَرِ
إِنْ تَبَعْدِي مَا بَعْدَتْ نَفْعَةٌ تَرَكْتُهَا مِنْ خَالِي الْعَطَرِ
فِي كَتَبٍ مَأْثُورَةٍ كُلِّهَا كَالرَّوْضَةِ الدَّائِمَةِ الزَّهَرِ (۱)

ان اشعار سے اشارہ ملتا ہے کہ خلیل مطران حجاب کو پھندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے یا کم سے کم یہ کہ اس کے مخالف نہیں تھے ، لیکن ان کے بعض اشعار میں مراحت سے حجاب پر تنقید کی گئی ہے ، مثلاً ' لا حجاب ' کے عنوان سے ان کے دو اشعار ملاحظہ ہوں :

إِذَا بَدَتْ حُجُوبٌ فِي بَرَقٍ لَمْ يَحْجِبِ الْجَرَقُ مِنْهَا الشَّعَاعَ
أَمَّا الَّتِي أَمْنَهَا رَتَبًا أَنْ تَفْتِنَ النَّاسَ ، فَفِيمَ الْقِنَاعِ؟ (۲)

ایک قصیدہ میں وہ آزادی نسوان کی حمایت کرتے ہوئے بے پردہ معری عورتوں کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں :

بَنَاتُهَا لَا يَضَارِعْنَ.....نَ زِينَةً وَ حِمَاءَ
إِذَا طَفَرْنَ أَغْبَرْنَ.....نَ الْكَوَاكِبَ الزَّهْرَاءَ
حَرَائِرَ الطَّمَعِ غَمِنَ أَنْ يَفْتَدِينَ رَامِيَاءَ
وَ كَيْفَ يَنْجِينَ فِي التَّرَّ.....قَ سَادَةً طَلَقِيَاءَ ؟
أَرْقَى الشُّعُوبَ رَجَالًا أَرْقَى الشُّعُوبَ نِسَاءَ (۳)

خلیل مطران نے آزادی نسوان کے علم برداروں کی وفات پر جو مرثیے کہے ہیں ان سے بھی ان کا نقطہ نظر کھل کر سامنے آجاتا ہے ،

قاسم امین کی وفات پر منعقدہ ایک تعزیتی جلسہ میں مطران نے ایک مرثیہ

(۱) دیوان : ج ۳ ، ص : ۱۳۰ - ۱۳۱

(۲) دیوان : ج ۴ ، ص : ۱۳۳

(۳) دیوان : ج ۳ ، ص : ۲۶۰

پڑھا ، اس میں انہوں نے قاسم امین کو ایک عظیم معاشرتی مطلع بتایا ، ان کی دعوت کو پھندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اسے اپنانے اور اسے چمٹے رہنے پر زور دیا وہ کہتے ہیں :

لقد فاح الخطاب في قاسم	فيالك من زمن قاسم
مضيت فأتى فتى باطل	فقدناه في أمد باطل
و أعملت طوك فيما مشى	من الداء في جسمها السالم
دعوت الى رفع شان النساء	برغم المسقه واللائم
مضيت وفي النعش منك خطيب	ينادي على الملا والراجم
أنبروا العقول ولا تتركوا	على الفكر من أثر قاسم
سلام عليك نما ما غرست	و ذكى شذا الأمل التام (۱)

آزادی نسوان کی لیڈر اور الاتحاد النسائي کی بانی ہدی ہانم شعراوی کی وفات پر انہوں نے جو مرثیہ کہا تھا اس میں عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی سے متعلق کی جانے والی ہدی شعراوی کی سرگرمیوں کی تعریف و تحسین کی تھی ، اس مرثیہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

ماذا صنعت للإنصاف النساء و كم	دفعت عنهن من كيد و من ريب ؟
هل يسلم الشعب والخطر الولود به	من الإماء ؟ وهل ينجو من العطب ؟
حزرتين برغم الكاشحين ، و من	يسمي بعزملك لم يخفق و لم يخب
و كان خير اتحاد ما جعلت به	من نابهات الفوائى نخبة النعب (۲)

آزادی نسوان کی ایک دوسری لیڈر سیزا شعراوی تھیں ، خلیل مطران نے ایک جگہ میں ان کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا تو اس میں ان کی علمی و سماجی خدمات کو سراہنے کے ساتھ ساتھ ان کی بے حجابی کی بھی تحسین کی ،

حيّوا فتاة أتمّ الله زينتها
خلقاً و خلقاً بما يسمو عن الريب

(۱) دیوان : ج ۲ ، ص : ۲ - ۳

(۲) دیوان : ج ۴ ، ص : ۲۷۰

تَمَرَّ بِاللَّهْوِ لَا تَغْرِى بِرُخْرِفِهِ
 وَ تَنْفَقِ الْعَمَرَ بَيْنَ الْمَحْفِوِّ وَالْكَتَبِ
 بَدَتْ مِنْ الْخَدْرِ وَالْعُلْيَا عَاصِمَةٌ
 فَإِنْ يَعْجَبُ نَجْمًا الْأَشْرَاقُ فَلْتَعْجَبِ
 هُمْ الظُّلُمَةُ تَغْرُو ، غَيْرَ آثَمَةٍ
 كَتَابُ الْجَهْلِ فِي حَرْبٍ بِلا حَرْبٍ
 مَنْ يَنْسِ إِنْ ذَكَرَتْ مَمَرٌ وَ نَهْفَتْهَا
 عَنْ النُّجُومَاتِ لِلْقِيَامَةِ النُّجُبُ ؟ (١)

ولی الدین یکن

ولی الدین یکن نے نشر کی طرح اپنے اشعار میں بھی عورت پر ہونے والے مظالم کی تصویر کشی ہے ، اور اس کے حقوق کی آواز بلند کی ہے ، ان کے زمانے میں عورت آزادی سے محروم تھی ، والدین جہاں چاہتے بغیر اس کی مرضی معلوم کئے شادی کر دیتے تھے ، خواہ اس کی اور ہونے والے شوہر کی عمر میں کتنا ہی تفاوت کیوں نہ ہو ، اور ان میں معاشرتی ، اقتصادی اور دیگر اعتبارات سے کتنا ہی فرق ہو ، اس چیز کو ولی الدین یکن عورت پر ظلم سے تعبیر کرتے ہیں اور ایسے والدین کو وحشی قرار دیتے ہیں ، وہ اپنے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں :

کوردۂ بہتانِ جنتہا اُناملسۂ	اَلَمْ یَہَا فِی حَنہَا وَ شَبَابہَا
رسول الہوی خابت لدیہ وسائلہ	فلما مشی من قلبہ نحو قلبہا
فما زال حتی رفع الحتر سابلہ	دعماہا و ستر التیہ اسبل دونہا
لحال علی رغم الخلافۃ حائلہ	و لولم یحاول ذلک القلب باطشاً
تبث لغزلان الصریم حبائلہ	عرالۃ وادِ فی حبائل قسائلہ
یغازلہا لکنہا لا تغازلہ	اُفام اللیالی وہی فی قید اُسہ
یقابل قلب نافر من یقابلہ	تغی و یسخر بالوداد و ہکذا

قضاها له الظلم الذی کان قاصماً و ذلك عهد أظلم الناس عادله
 نقضی ربیع العمر فی غیر روضه و مات و ما ناحت علیه بلابله
 فیما حسرتا للقص یدیل وحده و تبغی علیه ناضرات غلاله
 تجاوز عایات الثلاثین جاشر أحبته ، لو أنصفته ، عواذله
 مفی حکمه ، لا أرجع الله حکمه أواخره مذمومة ، و أوائله (۱)

ولی الدین یکن عورت کے حق تعلیم کے حامی اور پردہ کے شدید مخالف ہیں ، اپنے
 بعض اشعار میں انھوں نے ان خیالات کا بھی اظہار کیا ہے :

ألا ما لمیّدتنی حاجبه بروحی مدامعها الماکبه
 یکاد علی خدھا الإحمرار یبین لناظره لاهبه
 ولیمت بمعرفه فی دلال و لكن أری أنها غاضبه
 ألا صدقت هذه العبرات وقد كنت أحبها کاذبه
 لمن یدخر الوّد مطلوبه اذا هو أرضی به سالبه
 تمّیت لو کتبت ماہیها ولكنها لم تکن کاتبه
 تفتش لیمت تری صاحبها یقاسمها الحزن او صاحبه
 لقد غلب الیاس آمالها و آمالها کانت الغالبه
 ازلی الحجاب عن الحسن یوماً و قولی مللتک یا حاجبه
 فلا أنا منك ولا انت منی فرج ذاهباً ها انا ذاهبه (۲)

ولی الدین یکن کی شاعری میں فنی خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں ،
 انھوں نے ان کے دیوان پر اپنے مقدمہ میں ان کی شاعری کی خصوصیات پر
 تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ، لکھا ہے :

ولی الدین یکن ایک ایسے شاعر تھے جن کی روح میں شاعری
 رچ ہو گئی تھی ، ان کا قلم فصیح تھا ، الفاظ کی سلاست
 قوافی کی رقت ، اطوب کا حسن اور معانی کی لطافت دل کو
 موہ لیتے تھے ، یہ خصوصیات ذوق کی پاکیزگی اور فن کی عظمت

(۱) بحوالہ ولی الدین یکن ، حامی الکیالی ، ص : ۹۵ - ۹۶

ص : ۱۰۲

(۲) ایہا

پر دلالت کرتی ہیں ، حقیقت یہ ہے کہ وہ نثر اور نظم
دونوں میں شاعری کرتے تھے ، ان کی نثر تاثیر ، تخیل
معنی اور نطق و ترتیب میں شعر کے مثل ہوتی تھی اور
ان کے اشعار سلاست و روانی اور برجستگی میں نثر کے
مثل ہوتے تھے ، (۱)

ولی الدین یکن نے اپنے اشعار میں محسنات لفظی و معنوی کا استعمال کیا
ہے ، چنانچہ ان کی شاعری میں تشبیہ ، استعارہ ، کنایہ ، مجاز ، مراعاة
طباق وغیرہ کی مثالیں ملتی ہیں ،

(۱) مقدمة الديوان ، ص : ۱۱ ، بحوالہ ولی الدین یکن ، سامی الکیمی ، ص ۶۰

احمد محرم

احمد محرم ۲۰ / جنوری ۱۸۷۷ء (۵ / محرم ۱۲۹۴ھ) کو قاہرہ کے ایک نواحی گاؤں باب الوزیر میں پیدا ہوئے ، ان کے والدین ترکی النسل تھے اور ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ، والد حسن افندی عبداللہ ایک دیندار اور تعلیم یافتہ شخص تھے ، وہ ادب و شعراء کی صحبتوں اور ان کی علمی مجالس سے فیضیاب ہوتے تھے چنانچہ احمد محرم کو علم و دین کا شوق اور دینی ماحول وراثت میں ملا ، بہت ہی کم عمری سے انھوں نے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا ،

احمد محرم نے گھر ہی میں رہ کر قرآن حفظ کیا ، اور ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد انھیں قاہرہ کے ایک اسکول میں داخل کیا گیا ، مگر وہاں کے طریقہ تعلیم سے وہ مطمئن نہ ہو سکے ، چنانچہ انھیں ایک دوسرے اسکول میں منتقل کر دیا گیا ، مگر وہاں بھی نہ رک سکے ، بچپن ہی سے ان پر عربیت کی ایسی چھاپ تھی کہ انھیں غیر ملکی طریقہ تعلیم پسند نہ آتا تھا ، انھوں نے اپنے والد کو ایک فمیدہ میں درپیش مسائل کی شکایت لکھ بھیجی ، اس وقت ان کی عمر پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی ان کے والد انھیں گاؤں واپس لے آئے اور ان کے لئے ازھر کے بعض اساتذہ کا انتظام کیا ، جو انھیں عربی زبان و ادب کی تعلیم دیتے تھے ، ان کے والد نے جب ان کی عمر

و ادب سے دلچسپی دیکھی تو ان کے لئے اپنی ذاتی لائبریری سے استفادہ کا پورا موقع فراہم کیا ، اخبار و جرائد جاری کروائے اور نئی نئی کتابیں منگوائیں ، جس کا احمد محرم بڑے توجہ اور انہماک سے مطالعہ کیا کرتے تھے ، اور اپنے عمل و وجدان کو عربی شاعری سے جلا بخشتے تھے ،

احمد محرم نے بچپن ہی سے اشعار کہنے شروع کر دیئے تھے ، ان کے والد نے اشعار کہنے پر ان کی کافی حوصلہ افزائی کی ، جب بھی وہ کوئی قصیدہ کہتے تو وہ انہیں انعام دیتے اور انہیں دمنہور کے سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے ، شیوخ و ادباء سے ان کی ملاقاتیں کرواتے ، دمنہور میں انہوں نے شیخ جاد علوان کی شعری مجلس میں شرکت کی اور اپنے قصائد اس میں پیش کئے ، جس سے لوگ ان کی شعری صلاحیت سے واقف ہوئے ،

اس وقت کے شائع ہونے والے تقریباً تمام مجلات میں ان کے قصائد اور مقالات ہوتے جو ادب و نقد اور سیاست و معاشرت پر مشتمل ہوتے ، ان کا دیوان دو جلدوں پر مشتمل ہے ، پہلا دیوان ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا ، جس کو انہوں نے نو ابواب میں تقسیم کیا ہے ، المدیح ، الوطنیات ، الدین و الفضيلة ، الاخلاق و الآداب ، سرّ الوالدین ، الحكم و الحقائق ، التشبيب و الغزل ، الرثاء اور الخواطر و المآجلات ، دوسرا دیوان ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا ، جو وطنیت ، معاشرت اور مراشی پر مشتمل ہے ، ان کا ایک غیر مطبوعہ دیوان مجد الاسلام ہے جس میں انہوں نے سیرت رسول اور مشہور عزوات و سراپا پر تقریباً پانچ ہزار دو سو اشعار کہے ہیں ، اس کے علاوہ ان کے بہت سے قصائد ہیں جو شائع نہ ہو سکے مگر ان کی تعداد ان کے مطبوعہ اشعار سے زیادہ بتائی جاتی ہے ، مدح ، مرثیہ ، غزل ، وصف ، وطنیت اور عربیت ان کی شاعری کے خاص موضوعات ہیں ، معاشری موضوعات پر بھی انہوں نے اشعار کہے ہیں (۱)

احمد محرم نے جب شعور کی زندگی میں قدم رکھا تو دیکھا کہ مصر مصر میں جمال الدین افغانی ، شیخ محمد عبدہ ، علی یوسف ، اور قاسم امین معاشرتی اصلاح کی آواز بلند کئے ہوئے تھے ، خاص طور سے محمد عبدہ دینی اور معاشرتی اصلاح کی دعوت دے رہے تھے ، اور لوگوں کے ذہن و دماغ سے بدعت و خرافات کو نکالنے میں لگے

(۱) شاعر العروبة والاسلام أحمد محرم : ابراہیم الجبوشی ، ص : ۲۱ - ۵۰ (تلخیص)

ہوئے تھے ، احمد محرم نے کافی غور و فکر کے بعد قلم کا سہارا لیا اور ایسے ان خیالات کے ساتھ اس معرکہ میں شامل ہو گئے :

و لو لا أولو الإصلاح من كل امة	لأضحت حياة العالمين هلا
وقعت على الإصلاح نعمها جعلتها	لقومي حياً صادقاً و رواء
أتابع سعيا ما أريد جـراء	إذا ما اراد المصلحون جـراء
عليك جـراء الخير ما رب لا مرئ	يعدك ذخرا صالحاً و رجاء (۱)

احمد محرم نے شیخ محمد عبدہ کی دعوت کی تائید کی ، اور اس کی اشاعت میں ہمیشہ پیش رہے ، مگر قاسم امین کی بے بردگی کی دعوت سے انھیں سفت اختلاف تھا ، انھوں نے لڑکیوں کو قاسم امین کی دعوت پر توجہ دینے سے منع کیا اور اس کی پُر فریب باتوں سے ہوشیار کیا ، ان کا خیال تھا کہ اس میں تمام مشرق کی اخلاقی گراوٹ ہے :

أغترک يا اسماء ما قال قاسم ؟	أقیمی وراء الخدر فالمرء واهم
ذکرک ، ہانی إن تجلت غیابتی	علی ما نمی من ذکرک الیوم نادم
تفقیقین ذرعا بالحجاب و ماہ	سوی ما جنت تلك الروی والمزاعم
سلام علی الاخلاق فی الشرق کلہ	اذا ما استباحت فی الخدور و الکرائم (۲)

پھر قاسم امین سے مخاطب ہو کر کہا کہ کہیں اس کی دعوت میں تجاوز سے اس کی قوم اور اس کا اسلام کسی شر میں مبتلا نہ ہو جائے ،

أ قاسم ، لاتقذف بجیشک تجتفی	بقومک والاسلام ، ما اللہ عالم
لنا من بناء الأولین بقیة	تلود بها اعراضنا و المحارم
أسائل نفی اذا دلفت تریدھا	أ أنت من البانین أم انت هادم ؟
و لولا اللوائی انت تبکی مصابھا	لما قام للأخلاق فی مصر قاسم (۳)

احمد محرم نے قاسم امین کی وفات پر مرثیہ کہا ، جس میں بعض پہلوؤں سے ان کی تعریف و تحسین کی ہے ، ان کا خیال تھا کہ قاسم امین اپنی دعوت میں مظلوم تھے اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان کی دعوت سے معاشرہ میں فتنہ برپا ہو جائے گا تو وہ ایسا

(۱) دیوان احمد محرم ، ج : ۲ ص : ۷۲

(۲) ” ج : ۲ ص : ۶۳

(۳) ” ص : ۶۴

نہ کرے، اس صراحت کے ساتھ ساتھ وہ فاسم امین کی دعوت سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہمارا معاشرہ فرشتوں کا معاشرہ ہوتا تو اس دعوت میں کوئی حرج نہ تھا، لیکن جب اخلاق پراگندہ ہوں اور ہر انسانی عام ہو تو بے پردگی کی اجسارت نہیں دی جاسکتی،

ادأ رأی الرأی لم تنکھر عزیمتہ	حرف العلام و لم یقصد بہ اللدد
رمی الحجاب ، فلولا اللہ یمسکہ	لاثنق أوطار أُوخرت بہ العمد
لتلك خطة سوء لست احمدها	منہ و إن رضی الجہال أو حمدوا
کیف العلامة ، والأخلق واهیة	و الجہل منتشر والشر متقد؟
انا نعیش بواد غیر مؤتمن	تنزو القلوب بہ ذعراً و ترتعد
تعدو الذئابة بہ والویل إن غفلت	عین الریئة أو اُغعی بہ الرصد
لو کان من قومنا شعب ملاقہ	قلنا: أصبت ، فلا لوم و لا حرد
لم یبغ حین رمی شراً بأمتہ	و إنما خانہ رأی و معتقد (۱)

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احمد محرم عورتوں کی تعلیم کے بھی مخالف تھے بلکہ انہوں نے اپنے بہت سے قصائد میں قوم کے مرزندوں کے لئے تعلیم و تربیت پر زور دیا ہے، اور خاص طور پر عورتوں کی تعلیم کی اہمیت بیان کی ہے، ان کا خیال تھا کہ تعلیم عورت کے لئے بہت ضروری ہے، کیونکہ ایک تعلیم یافتہ ماں اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہے، اور اسے عزت و شرافت کی طرف آمادہ کرتی ہے وہ کہتے ہیں:

شئنا حياة المستمیت المصدق	و امرعنا صوت المہیب المندد
و طارت بنا عن مجثم الہون ہمة	اخذنا لها الاسباب فی کل مصعد
و من یستئم للعادیات یمتنسہ	و یدرجن منہ فوق ظلو مسدد
أ نعرف شعباً لم تلده علیمة	مہد بہ ، فاسس منہ مودد ؟
ادأ نحن علّمنا الجنات مت بنا	الی سورہ من المعظمین یفترعہا یعبد (۲)

احمد محرم نے اپنے اشعار میں ایک صالح اور تعلیم یافتہ ماں تیار کرنے پر زور دیا، ان کا خیال تھا کہ ماں ہی ہے پوری قوم کی اصلاح عیار ہے، ایک صالح ماں

قوم کے لئے رحمت اور ہدایت ہے ۔ اگر ماں بلند احمق کی مانند ہوگی ، اور درجہ رائے رکھتی ہوگی تو قوم بھی احمق اور سچے و مضبوط عراثم پر پرواں چڑھے گی ،

لا سیأسرا و اعدوا الأم صالحه	فہی السیر الی اصرح ما فدا
الأم للشعب اما رحمة و ہدی	أو نكہ ما لها من دافع أدا
لا يذهب الشعب في اخلافه صبا	و الأم تذهب في اخلافها صفا
لن ينفع العلم و الاخلاق فاسدة	و النفر حامحة لاستتبع الرشدا
و جاهل ظن أن العلم مفسدة	للبنات فانتقمي التعليم وانتقدا
مہلا، قرب فناء أهلك أفسرا	بجہلہا و عجوز افسدت ہلسدا
أعملت رأیی فی معنی الحياة لمن	یعنی الحياة فكان المیب والولدا
هذا یمان بتدبیر و معرفۃ	و ذا یعد للاصلاح التلاذ عدا (۱)

قوموں اور امتوں کی پستی اور بلندی کا سبب انھوں نے ماؤں ہی کو قرار دیا ، کیونکہ اگر وہ صالح ہوتی ہے تو خیر اور اصلاح کی دعوت دیتی ہے ، لیکن مفسد ہونے کی صورت میں فساد اور بگاڑ کا سبب بنتی ہے :

رأیت الأمہات لکدر شی	یکون لدى الممات محدثات
دعاة الشرو والاصلاح منها	و رسل الموت فیہا والحیاء
فہن یکن اما بانیمات	اذا تہفت ، و اما هاديات
اذا ما الشعب شب علی صلاح	فمن تلك السجایا الصالحات
و ان كان الفساد له قرینا	فمن تلك المفاسد والہنات (۲)

ایک جاہل ماں اپنے بچوں کو تحصیل علم کا شوق نہیں دلا سکتی ، اس کی وجہ سے اس کے بچے بھی جاہل رہ جائیں گے ، اور پورا خاندان جہالت کی تاریکیوں میں غرق اور ذل و پستی کا شکار رہے گا ، اس کا نقشہ انھوں نے اپنے ان اشعار میں یوں کھینچا ہے :

رضیہ الجہل دون العلم خلعا و هل كالجہل فی الدنیا مفرہ

و هل سعد السعيد بغير علم
 فكم من آمن طلعا عليه
 و شاك منهما بكرا اليه
 وقال لاه عمرو: بدا لي
 أطلت شكيتي و أبيت إلا
 و ساورها بضرب تابعته
 فحم حمامها مما دهاها
 يعظم شأنه و يذبح ذكره ؟
 يحتف حين أرخى الليل حتره
 بخر توقد البغضاء جره
 من الشنآن ما اخفيت سره
 ملامي لمت يا أماء بتره
 بداه فما أشد الآن غدره
 و اودعها نووها بطن حفره (١)

أحمد شوقي

۱۸۶۸ء میں احمد شوقی قاہرہ میں ایک مالدار گھرانے میں پیدا ہوئے ، پرورش و پر دخت نانیہال میں ہوئی ، ابتدائی تعلیم ایک مکتب میں شروع کی ، اس کے بعد ثانوی علوم حاصل کئے ، ۱۸۸۵ء میں قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسۃ الحقوق میں داخل ہوئے ، دو سال بعد اسی ادارے کے شعبہ ترجمہ میں داخلہ لیا ، یہیں انہیں اپنے استاد شیخ محمد البیونی کی صحبت میں رہ کر شاعری کا شوق پیدا ہوا ، اور مدحیہ نظمیں لکھنے لگے ،

۱۸۸۷ء میں خدیو توفیق کے خرچ پر قانون کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانس گئے ، وہاں انہوں نے دو سال مونچلیہ میں اور دو سال پیرس میں گزارے ، اور اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں حاصل کیں ، اس عرصہ میں انہوں نے فرانسیسی ڈراموں کا گہرا مطالعہ کیا ، اور وہاں کی ادبی زندگی سے براہ راست تعلق رکھا جس سے ان کے نوق شاعری کو جلا ملی ، وہاں انہوں نے بعض شاعروں کی کئی نظموں کا منظوم ترجمہ بھی کیا ، فرانس سے واپسی کے بعد خدیو توفیق نے انہیں مختلف عہدوں پر فائز کیا ، خدیو عباسی شانی بھی ان کا بڑا قدر دان رہا ، اس نے انہیں قصیر شاہی کے یورپین ڈپارٹمنٹ کا نمہ دار بنا دیا ، جس پر وہ بیس سال تک فائز رہے ،

احمد شوقی بھی اس کی شان میں مدحیہ قصائد کہا کرتے تھے ،

۱۹۱۳ء میں جب پہلی جنگ عظیم برپا ہوئی اس وقت عباس ترکی گئے ہوئے تھے ، انگریزوں نے انہیں مصر واپس آنے سے روک دیا ، اور قصر شاہی سے ان لوگوں کو دور کرنے لگے جو عباس کی حمایت کرتے تھے ، اس موقع پر شوقی خاموش رہے بلکہ انہوں نے ایک قصیدہ کہا جس میں انگریزوں پر تنقید کی ، انگریزوں نے انہیں ان کے خاندان سمیت اندلس کی طرف بطون کر دیا ، یہاں انہوں نے اندلس میں عربوں کی عظمت رفتہ سے متعلق بہت سی نظمیں لکھیں ، ۱۹۱۹ء کے آخر میں وہ مصر واپس آئے اور اسی وقت سے انہوں نے قومی جذبات پر مشتمل پر جوش اشعار کہنے شروع کئے ، جلاوطنی کے ایام نے انہیں قوم اور وطن کا شاعر بنا دیا تھا ، اب قومیت اور وطنیت ان کی شاعری کے موضوعات تھے ، ۱۹۲۰ء میں ان کے دیوان 'الشوقیات' کے دوسرے ایڈیشن کے موقعہ پر ان کے اعزاز میں ایک جشن منعقد کیا گیا جس میں ان کی شاعرانہ صلاحیت کو سراہا گیا ، اور انہیں 'امیر الشعراء' کا خطاب عطا کیا گیا ، ۱۹۲۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا ،

فرانسیسی ادباء کے بعض تاریخی قصیدے دیکھ کر ان کے دل میں بھی اس کا شوق ہوا ، چنانچہ انہوں نے 'کبار الحوادث فی وادی النيل' کے عنوان سے ایک مشہور قصیدہ کہا ، جسے انہوں نے ۱۸۹۴ء میں مؤتمر المستشرقین میں پیش کیا ، بعد میں اسی انداز پر انہوں نے بہت سے قصیدے کہے ، جو فرعونیات شوقی کے نام سے معروف ہیں ، ان قصیدوں میں انہوں نے ابوالہول ، نیل ، توت عنخ آمون اور قصر انس الوجود کی تاریخی اور قومی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے ، شوقی کے بعض قصیدے ان کے اسلامی جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ، انہوں نے نعت نبوی پر متعدد دلکش قصیدے کہے خاص طور سے ان کے قصیدہ میمہ کو بہت شہرت ملی ، جسے انہوں نے ابو صیری کے قصیدہ بردہ کے طرز پر کہا تھا (۱)

احمد شوقی کا دیوان 'الشوقیات' کے نام سے چار جلدوں میں مطبعہ الاستقامہ قاہرہ سے مختلف اوقات میں شائع ہوا ، وصف ، نصیب ، حکایات ، سیات ، تساریخ اجتماع ، مراشی ، خصوصیات ، محجوبیات اور متفرقات ان کی شاعری کے خاص موضوعات

ہیں ، معاشرتی اصلاح کے میدان میں انھوں نے حقوق نسواں کی حمایت میں بھی آواز بلند کی ہے ، کیونکہ ان کے معاشرے میں عورتیں بہت سے حقوق سے محروم تھیں ، ان کی آزادی طلب تھی اور خاندان میں ان کے جذبات و احساسات کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا ، شوقی نے اپنے ہمعصر اشعار میں معاشرے کے اس رویہ پر تنقید کی ہے ،

’عبث المشيب‘ کے عنوان سے ان کے ایک قصیدہ کا مطلع یہ ہے :

ظلم الرجال نساءهم و تعسفوا هل للنساء بمصر من انصار ؟ (۱)

اس قصیدہ میں انھوں نے زوجین کے درمیان عمروں میں تفاوت کے مظہر پر تنقید کی ہے ، بعض خاندانوں میں والدین مال کی لالچ یا دیگر اسباب سے اپنی کم عمر لڑکیوں کا نکاح بڑی عمر کے لوگوں سے کر دیا کرتے تھے ، شوقی نے اپنے اس قصیدے میں سخت تنقید کی ہے ، ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کا رشتہ ارقابل نہیں ہے کہ اسے نکاح کہا جائے ، بلکہ یہ تو خرید و فروخت جیسا معاملہ ہے ، وہ مزید کہتے ہیں کہ لوگ اس سلسلہ میں شریعت کو ڈھال بناتے ہیں لیکن شریعت قاتل نہیں ہو سکتی :

من كل ذي سبعين يكتن شيبه	و الشيب في فؤديه ضوء نهار
بأبي له في الشيب غير سفاهة	قلب صغير الهم و الأوطار
ما حله عطف و لا رفق و لا	بتر بأهل أو سوى لدير
كم ناهد في الألعابات صغيرة	ألته عن حقد بمصر صفار
مهما غدا أو راح في جلاته	دفعته خاطبة الى صرار
شغل المشايخ بالمنايا وشغله	بتبدل الأزواج و الأصهار
في كل عام همة في طفلة	كالشمس إن خطبت فلأقمار
يرشو عليها الوالدين ثلاثة	لم أدر أيهم الغليظ الضاري
المال خلل كل غير محلل	حتى زواج الشيب بالأبكار
سحر القلوب ، قرب أم قلها	من سحره حجر من الأحجار
دفع بنتيتها لأشأم مضجع	و رمت بها في غربة و إمار
و تعللت بالشرع قلت كذبتہ	ما كان شرع الله بالجزار

ما رَوَّجْتَ تلك الفتاة و إنما بيع الصبا و الحسن بالدينار
 بعض الزواج مدغم ما بالزنا و الرق إن قيما به من مزار
 متشت لم أر في الزواج كفاة ككفاة الأزواج في الأعمال (۱)

اپنے ایک قصیدہ میں وہ مصر کی خواتین کی تحمیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں
 جود نہیں پایا جاتا ہے ، بلکہ وہ اپنی صلاحیتوں سے نت نئے مسائل سے نپٹتی ہیں ،
 اور نئی نسل میں بہادری اور شاہت قدمی کی روح پھونکتی ہیں ، ایسی ہی خواتین
 سے مصری معاشرہ کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہے :

مصر تجدد مبدھا بنماثها المتجددات
 النافرات من الجود د كانه شبح العمات
 هل يهنين جوامداً فرق و بين الموميات
 لما حض لنا القضيّة كن خير الحاضنات
 غدينها في مبدھا بلمانهن الطاهرات
 و سلقن فيها المعلم من الى الكريمة معلمات
 ينفثن في الفتيان من روح الشجاعة والشهات
 يهوين تقبيل المهنّد أو معانقة القناة
 و يرين حتى في الكرى قبل الرجال محرمات (۲)

احمد شوقی عورتوں کی تعلیم کے حامی ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ اگر عورتیں جاہل
 رہیں گی تو ان کی گود میں پروان پڑھنے والی نسل بھی جہالت اور گمنامی کی
 زندگی گزارے گی ، وہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو ماں کی گود میں اچھی تربیت نہ مل
 سکے ، حقیقت میں وہ یتیم ہے :

وجد المساعد غيركم و حرمت في مصر عون الأمهات جليلا
 و اذا النساء شأن في أميّة رضع الرجال جهالة و خولا
 ليس اليتيم من انتهى ابواه من هم الحياة ، و خلفاء ذليلا

(۱) الشوقيات : ج ۱ ، ص : ۱۵۶ - ۱۵۷

(۲) ایضا ص : ۱۱۲

فاصاب بالدنيا الحكيمه منهما و بحسن سربية الزمان بهيلا
 وان اليتيم هو الذر تلقى له أما نحت ، أو أبا مشغولا (۱)

انہوں نے اپنے ایک قصیدے میں صدر اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں بھی اپنے تمام حقوق سے بہرہ ور تھیں ، قرآن ، حدیث اور دوسرے علوم حاصل کرتی تھیں ، تجارت ، سیاست اور دوسرے میدانوں میں سرگرم عمل رہتی تھیں ، عہد نبوی کے بعد بھی اسلامی تہذیب کے زمانہ عروج میں بغداد ، دمشق اور اندلس جیسے شہروں میں خواتین علم و فضل سے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں ،

خذ بالكتاب و بالحديث..... و سيرة الطيف الثقات
 و ارجع الى صن الخليفة..... و اتبع نظم الحياة
 هذا رسول الله لم ينقم حقوق المومنات
 العلم كان شريفة..... لنشائه المتفقهات
 رغن التجارة و الميابة..... و الشئون الأخریات
 و لقد علمت بناته لحن العلوم الزاخرات
 كانت مكنة تملأ الدنيا و تهزأ بالسروة
 روت الحديث و فمرت آى الكتاب البينات
 و حضارة الاسلام تنبسط..... طق عن مكان المسلمات
 بغداد دار العالمات..... و منزل المتأديات
 و دمشق تحت أمية أم الجوارى النافيات
 و رياض أندلس نمى..... من الهافات الشاعرات (۲)

احمد شوفی آزاد نے نعوں کے حامی ہیں ، خواتین کے ایک عظیم جلسہ میں جو ہدی شعراوی کی صدارت میں دار التمثیل العربی میں مصر میں منعقد ہوا تھا اس میں انہوں نے ایک قصیدہ پیش کیا تھا ، اس قصیدہ کا ایک شعر ہے :

حرية خلق الإنسان..... ثلها كما خلق الذكور (۳)

(۱) الشوقيات : ج ۱ ، ص : ۲۲۱

(۲) ایضاً ج ۱ ص : ۱۱۱ - ۱۱۲

(۳) ایضاً ج ۲ ص : ۱۱۶

لیکن ان کے نزدیک آزادی سے مراد وہ ہے مہار آزادی نہیں ہے جس کے قاسم امین اور دوسرے متجددین دانی تھے، چنانچہ وہ اپنے اس قصیدہ میں قاسم امین کا تذکرہ کرتے ہیں، ان کی دعوت کے پھیلنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس پر تنقید بھی کرتے ہیں، اور ان سے اپنے اختلاف کی صراحت کرتے ہیں :

ما قاسم أنصر كيف ساء..... ر الفكر و انتقل الشعور
جاءت قضيتك الجــــــــــــــــلا..... د كأنها مثل ســــــــــــــــر
ما الناس إلاّ أوّل..... يمضي فيظلمه الأخير
إن التي ظففت أمتــــــــــــــــس..... و ما سواك لها نصير
نهى الحفّ بشأنها..... و عى لخدمتها الظهير
أقبلن بمألن الحفــــــــــــــــا..... رة ما يفيد و ما يفير
ما السبل بيّنة ، ولا..... كل الهداة بها بصير
لقد اختلفنا ، و المعــــــــــــــــا..... شر قد يخالفه العشير (۱)

قاسم امین کی وفات پر احمد شوقی نے جو مرثیہ کہا تھا اس میں بھی اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے، چنانچہ اہلک طرف انھوں نے قاسم امین کی بعض خدمات کا بانداز تحسین تذکرہ کیا تو دوسری طرف آزادی نسوان سے متعلق ان کے خیالات سے اختلاف کیا، اس مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں :

إن المصيبة في (الامين) عظيمة	محمولة لمشيئة الاقدار
أوفى الرجال لعهد و لرايه	و ابرهم لصديقه و الجار
و أشدّهم صبراً لمعتقداته	و تأدّبها لمجادل و مماري
آشاره بعد الموات حماته	إن الخلود الحق بالآثار
لله (جامعة) نهفت بامرها	هي في المشرق مصدر الأنوار
ماذا رايت من الحجاب و عمره	قدموتنا لترقّق و بــــــــــــــــار
راي بدا لك لم تجده مخالفاً	ما في الكتاب و منه المختار
أوددت لو صارت نساء النيل ما	كانت نساء (قضاة) و (نزار)

بعض فی سلم الحیاء و حربہا ہمار الرجال و خشية الابکار
ان الحجاب ساحة و ہمارہ لو لا و حوش فی الرجال خواری
جہلوا حقیقتہ و حکمہ حکمہ فتجاوروا الی ادی و ضرار
ہاتوا ابن (ساعۃ) یوبن قاسما و خذوا المراشی فیہ من (بشار) (۱)

باحثہ ہادیہ کو اپنے علم و فن کی وجہ سے مصر میں کافی شہرت ملی ، انہوں نے حقوق نسواں کی زبردست آواز بلند کی ، لیکن وہ بے پردگی کی قائل نہیں تھیں ، احمد شوقی نے اپنے ایک قصیدے میں باحثہ ہادیہ کو مخاطب کیا ہے اور ان کی خدمات کو تحسین کی نظر سے دیکھا ہے ، 'بین الحجاب و الصفور' کے عنوان سے اپنے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں :

صدّاح یا ملک الکنا..... ر و یا امیر الطلیل
قد فزت (بمعینہ) و رزقت قرب (الموصلی)
و أتیح لی (داود) مز..... ماراً و من تـسـرتل
فوق الأسرة و المنا..... ہر قطّ لم تـسـرطی
صدّاح حق ما أقو..... ل حفلت أم لم تحفل
جاورت أنسدى روضة و حلت أكرم منزل
صح بالصباح و بشر ال..... سائناء بالمتقبل
و أسال لمصر عناية تأتی و تهبط من عمل (۲)

احمد شوقی نے متعدد ڈرامے اور ناول نشر میں لکھے ہیں ، لیکن انہیں اصل شہرت شاعری کے میدان میں حاصل ہوئی ، ان کی نشر پر سجع کا غلبہ ہے اور ان کا اسلوب مقامات بدیع الزماں و حریری کے طرز پر ہے ، لیکن شاعری میں وہ قابل قدر مقام کے حامل ہیں ، ان کی شاعری کو بنیادی طور پر دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ، ان کے درمیان حد فاصل اعلیٰ تعلیم کے لئے فرانس کا سفر اور وہاں کچھ عرصہ قیام ہے ، پہلے مرحلہ میں شوقی قدماء کے اسلوب کی نقل کرتے ہوئے نظر

(۱) الخوفیات : ج ۳ ، ص : ۷۶ - ۷۹

(۲) ایضاً ج ۱ ، ص : ۲۱۴ - ۲۱۸

آتے ہیں ، وہ نثر اور شاعری دونوں میں محسنات لفظی اور صج و غیرہ کا ہلاتکلف استعمال کرتے ہیں ، مثال کے طور پر انہوں نے ہوصیری ، ابوتمام ، بختسری ، ابن ربیع ، اور ابن الخطیب وغیرہ کے اسلوب کی کامیاب نقل کی ہے ،

فرانس میں قیام کے دوران انہوں نے فرانسیسی ادباء کا اثر قبول کیا ، جس کے نتیجے میں ان کے موضوعات میں بھی تنوع آیا ، اور ان کے اسلوب میں بھی نکھار پیدا ہوا ، اندلس کی طرف جلاوطنی ایک اہم واقعہ تھی ، جس نے ان کی زندگی کا رخ موڑ دیا ، اسی زمانے میں انہوں نے اسلامی تہذیب کی عظمت رفتہ پر بہت سے قصائد کہے ، ان قصائد میں ان کے شعری محاسن اپنے مروج پر نظر آتے ہیں ،

باحثہ بادیہ

آزادی نسواں کے طے میں باحثہ بادیہ کے خیالات ان کی کتاب ”النسائیات“ کے حوالہ سے تفصیل سے پیش کئے جا چکے ہیں ، ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے اشعار میں بھی کیا ہے ، ان اشعار میں سلاط ، موسیقی اور دیگر فنی محاسن بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں ، ڈاکٹر منصور فہمی نے ان کی شاعری کے طے میں یوں تبصرہ کیا ہے :

”باحثہ بادیہ کا شعری سرمایہ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن اس کی شاعری اعلیٰ درجہ کی ہے ، اگر اس کے اشعار کی تعداد زیادہ ہوتی تو اس کا شمار ممتاز شاعرات میں ہوتا“، (۱)

اپنے ایک قصیدے میں باحثہ بادیہ کہتی ہیں ، کہ عورت کا حقیقی حسن اس کی حیا ، اس کا ایمان اور اس کی صالحیت ہے ، اگر یہ چیزیں مفقود ہوں تو اس کا ظاہری حسن بھی بے معنی ہے ،

ان الفتاة حديقة و حياؤها	كالعاء موقوفاً عليه بقاؤها
بفروعها تجري الحياة فتكنسها	حلاً بروق الناظرات رواؤها
ایمانها بالله احسن حليلة	فيها ، فإتأ ضاع ضاع بهاؤها
لا خير في حسن الفتاة و علمها	إن كان في غير الصلاح رضاؤها

(۱) محاضرات عن مي زياده مع رايدات النهضة النسائية : منصور فہمی ، ص : ۳۷

فصالها وفد علیہا انما للناس منها دینہا و وفادہا (۱)

مشہور شاعر شوقی نے ایک موقع پر ایک قصیدہ کہا جس میں رمزیہ اسلوب میں آزادی کی اہمیت و فضیلت بیان کی تھی ، اس میں آزادی نحران کے بارے میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا ، اس قصیدے کو شاعر نے باحثہ بادیہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے اس کے جواب میں اسی وزن پر ایک قصیدہ کہا ، اس قصیدہ میں انہوں نے معاشرتی اصلاح اور آزادی نحران کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کو بہت وضاحت سے بیان کیا ہے ، اس کے چند اشعار یہ ہیں :

مجد الفتاة مقامہا	فی البیت لا فی المعمل
و المرء یعمل فی الحق	ل و عرسہ فی المنزل
کم خدمۃ یقضى نظما	م البیت ان لم تعمل
من الولید بعینہ	فی لیسہ و الماکل
و یحیط عنہ اذی الہوی	بتلطیف و تحیل
لکن اذا دعت الضرور	رة للخروج فحبیل
سیری کبیر المحب لا	تأنی و لا تتعطی؟
و تنکی نہج الزحاک	م و فلی النهج الخلی
لا تخضعی بالقول أو	تبرجی أو ترفلی
أما السفور فحکمہ	فی الشرع لیس بمفضل
ذهب الاثمة فیہ بین	محرم و محلل
و یحوز بالاجاع من	ہم عند قصد تأہل
لیس النقاب ہو الحجاب	ب فقمری او طولی (۲)

ایک دوسرے قصیدہ میں وہ مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے نکاح ، طلاق ، پردہ اور دیگر معاشرتی مسائل پر اظہار خیال کرتی ہیں ، اور ان کے بارے میں مردوں کی ذمہ داریاں یاد دلاتی ہیں ، اس قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں :

أیسوكم منا قیام نسیرة تحمی حماکم من ہلاہ محقق

(۱) دراسات ادبیة : عمر الدسوقی ، ۱۹۶/۱

(۲) النماشیات : باحثہ بادیہ ، ص : ۱۲۵ - ۱۲۶

أيسركم أن تستمر بناتكم
 هل تطلبون من الفساة سفورها
 تخشى الفناء حبائلا منصوبة
 لا تتقى الفتيات كشف وجوهها
 لاتطفروا. بل اصلحوا فتياتكم
 أرضيتمو عن كل شئ علمدنا
 فدعوا النساء و شأنهن فانما
 ليس السفور مع العفاف بفائز
 هل قمتم بفروغ نجاتكم و هل
 أ سبقتمونا للفضيلة و التقى
 تنتقلون لمنتدئ من قهورة
 إن الزواج على خطورة شأنه
 اليوم عرس باهظ نفقاته
 هلا صرفتم بعفروقتكم على

رهن الإزار و رهن جهل مطبق
 حسن ، ولكن أين بينكم التقى؟
 غشيتموها في الكلام برونق
 لكن فساد الطبع منكم تتقى
 و بناتكم و تحابقوا للأليق
 و خشيتمو أمر القناع إذا بقي؟
 بدرى الخلاص من الشقاوة من شقى
 و بدونه فرط التحجب لا يقى
 هذبتمو من طبعهن الأخسرق؟
 و خشيتمو الهلكات إن لم تلحق
 و نحاوكم في ألف باب مغلق
 آلت روابطه لشر ممسوق
 و غداً تقام قضية لمطلق
 رأب المدوع و رتق مالم يرتق (١)

خاتمه

خاتمہ

مصر میں آزادیٰ نسوان کی تحریک کا آغاز اس وقت ہوا جب اہل مصر کا فرانسیسیوں سے براہ راست رابطہ قائم ہوا ، مصر سے متعدد تعلیمی وفود فرانس گئے وہاں انہوں نے نہ صرف اعلیٰ تعلیم اور فنی مہارت حاصل کی بلکہ فکری اعتبار سے بھی کمب فیض کیا ، اور سیاسی و معاشرتی افکار اپنے ساتھ مصر لائے ، اسی زمانے میں یورپ میں آزادیٰ نسوان کی تحریکیں زور و شور سے کام کر رہی تھیں ، فرانس میں بھی یہ تحریک اپنے شباب پر تھی ، ان حضرات کے ذریعہ یہ مصر پہنچی ، یہاں انہوں نے سب سے پہلے تعلیم نسوان پر زور دیا ، اس کے بعد عورتوں کے دیگر حقوق کا مطالبہ کیا جانے لگا ، مرد و زن کے اختلاط کی کھلی اجازت دی گئی ، پردہ کو ایک فرسودہ روایت بتا کر اتار پھینکنے پر اکسایا ، انہوں نے عورت کو یہ یقین دلایا کہ زمانہ کی ترقیوں کا ساتھ دینے کے لئے اسے سماج کی پابندیوں سے آزاد ہونا ہوگا ، اور ہر اس کام میں حصہ لینا ہوگا جو مرد انجام دیتے ہیں ، متعدد ازدواج کو انہوں نے عورتوں کے حقوق پر شب خوں قرار دیتے ہوئے اس پر پابندی کا مطالبہ کیا ، مرد کے حق طلاق کو تنقید کا نشانہ بتاتے ہوئے عورتوں کو بھی طلاق کا حق دینے پر آمادہ کیا ، مرد سے یہ حق لے کر قاضی کے حوالے کر دینے کی سات

کہی ، دلچپ بات تو یہ ہے کہ آزادی نسوان کی یہ تحریک برپا کرنے والے رہنماؤں نے اس مسئلے پر غور کیا ، انہوں نے اپنے خیالات کو قرآنی آیات اور احادیث نبوی کے درمیان مدلل کرنے کی کوشش کی ، اس طرح انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ اسلام نے عورت پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے ، بلکہ یہ پابندیاں اس پر زوال پذیر مسلم سماج کی مسلط کی ہوئی ہیں ، آزادی نسوان کے علمبرداروں نے جن میدانوں میں عورت کو آزادی دلانے کی کوشش کی اور اس کے حقوق کی بحالی کے لئے جو نکات اٹھائے وہ حسب ذیل ہیں :

- ۱۔ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے ،
- ۲۔ پردہ عورت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے ، اسلام میں چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے ،
- ۳۔ مردوں اور عورتوں کا اختلاط ناپسندیدہ نہیں ،
- ۴۔ عورت کو کسب معاش کا حق حاصل ہے ،
- ۵۔ عورت سماج کا ایک حصہ ہے ، اس لئے مردوں کی طرح اسے بھی سماج کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہیئے ،
- ۶۔ تعدد ازدواج کی اجازت نسوانی فطرت کے خلاف ہے ، اس لئے اس پر پابندی عائد ہونی چاہیئے ،
- ۷۔ طلاق کا حق صرف مرد کو دینا اور عورت کو اس سے محروم رکھنا اس پر ظلم ہے ، یا تو طلاق کا حق عورت کو بھی دیا جائے یا اسے مرد سے چھین کر قاضی کے حوالہ کر دینا چاہیئے ،
- ۸۔ عورتوں کو مردوں کے مساوی سیاسی حقوق ملنے چاہیئے ،

یہ ہیں وہ اہم مطالبات جو آزادی نسوان کے علمبردار کرتے رہے ہیں ، اور جن کے حصول کے لئے انہوں نے منظم کوششیں کیں ہیں ، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کچھ باتوں کو اسلام بھی تسلیم کرتا ہے ، لیکن کچھ چیزیں اسلام کے مخصوص مزاج سے میل نہیں کھاتیں ، اور اسی کا نظام معاشرت ان سے رہا کرتا ہے ، یہاں ہم آزادی نسوان کے حامیوں کے ان خیالات کو اسلام کی حقیقی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھیں گے ، اور اسلام کا صحیح نقطہ نظر واضح کرنے کی کوشش کریں گے :

تعلیم کا حق

جہاں تک تعلیم کا حوالہ ہے ، یہ لڑکیوں کی طرح لڑکیوں کا بھی بنیادی حق ہے ، اس معاملہ میں دونوں میں کوئی تفریق نہیں ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو لڑکیوں کی تعلیم پر بہت زور دیا ہے ، آپؐ نے تو لڑکیوں کی تعلیم و تربیت ، ان کی دیکھ ریکھ اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر جنت کی بشارت دی ہے ، آپؐ نے فرمایا :

”من عال ثلاث بناتٍ فادبهن و
زوَّجهن و أحسن المہر
فلہ الجنة“ (۱)

(جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی
ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام
کیا ، ان کی شادی کی ، اور ان کے
ساتھ اچھا سلوک کیا ، تو اس کے
لئے جنت ہے ،)

باندیوں تک کو آپؐ نے علم و ادب سکھانے کا حکم دیا تھا ، تاکہ معاشرہ
میں کوئی جاہل اور ان پڑھ نہ رہ جائے ، فرمایا :

”ایما رجل کانت عنده ولیعة
فعلَّمها فاحسن تعلیمها وأدبها
فاحسن تادیبها ثم اعتقها
و تزَّجها فلہ الجنة“ (۲)

(جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو ،
اور وہ اس کو اچھی تعلیم دے ، اور
عملہ تہذیب و شائستگی سکھائے پھر
اس کو آزاد کر کے اسے شادی کر لے ،
تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے)

آپؐ نے مختلف اوقات میں کبھی والدین کو مخاطب کر کے انہیں لڑکیوں کی تعلیم و
تربیت کی طرف توجہ دلائی ، تو کبھی شوہروں کو قرآن کے مخصوص حصوں کی طسرف
اشارہ کر کے متوجہ کیا کہ وہ اپنی عورتوں کو اس کی تعلیم دیں ، اور کبھی عورت
کے مہر کے عوض اسے قرآن کی سورتیں سکھانے کا حکم دیا ، (۳)

(۱) ابوداؤد ، کتاب الادب ، باب فی فضل من عال یتامی ،

(۲) بخاری ، کتاب النکاح ، باب اتخاذ المراری ومن اعتق جاریة ثم تزوجها ،

(۳) بخاری ، کتاب النکاح ، باب تزویج المعسر ، مسلم ، کتاب النکاح

دربار رسالت میں عورتیں بھی حاضر ہوتی تھیں ، اور مختلف مسائل دریافت کرتی تھیں ، وہ جمعہ اور عیدیں کے خطبوں میں پابندی سے شریک ہوتیں ، اور بسترے توجہ و انہماک سے آپ کی باتیں سنتی تھیں ، نبی کریم خود ان کا خیال فرماتے بسا اوقات آپ ان کے قریب جاکر انہیں الگ سے بھی وعظ و نصیحت فرماتے ، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ اپنا کوئی نمائندہ مقرر کر دیتے جو ان کو دین و حکمت کی تعلیم دیتا ، ایک مرتبہ عورتوں نے نبی کریم سے شکایت کی کہ آپ کے دربار میں ہمیشہ مردوں کا هجوم رہتا ہے ، اس لئے ہم استفادہ نہیں کر پاتے ، آپ ہمارے لئے الگ سے دن مقرر کر دیجئے تاکہ ہم آپ کی تعلیمات سے استفادہ کر سکیں ، چنانچہ نبی کریم ایک دن ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی ، (۱)

آپ کے اس توجہ و انہماک کا نتیجہ تھا کہ عورتوں کی ایک بڑی تعداد علم و ادب سے واقفیت رکھتی تھی ، صحابیات کی ایک طویل فہرست ہے جو قرآن و حدیث کا گہرا علم رکھتی تھیں ، حلال و حرام سے بخوبی واقف تھیں ، شاعرہ اور ادیبہ بھی تھیں ، طب میں بھی انہیں خاص مہارت حاصل تھی ، اور فصاحت و بلاغت میں بھی اپنا کوئی شانی نہ رکھتی تھیں ، ان میں حضرت عائشہ صدیقہ ، حضرت صفیہ ، حضرت ام سلیم ، حضرت ام دردا ، حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن ، حضرت ام سلیم ، اور حضرت فاطمہ بنت قیس وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ، بعد کے ادوار میں بھی عورتیں علمی میدان میں ہمیشہ پیش رہی ہیں ،

متاخر زمانوں میں اگر مسلم معاشروں میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ نہیں دی گئی ہے ، تو یہ اسلامی تعلیمات سے غفلت اور لاپرواہی کا نتیجہ ہے ،

پردہ

آزادی نسوان کے علمبرداروں نے سب سے زیادہ جس چیز کو نشانہ بنایا ہے ، وہ پردہ ہے ، ان میں سے کچھ لوگوں نے تو کھلم کھلا اس کی مخالفت کی ہے ، لیکن بعض

(۱) بخاری ، کتاب العلم ، باب بل یجعل للنساء یوم علی حدة ،

لوگوں نے اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات و احکام کو ڈھال بنانے کی کوشش کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ فقہاء نے چہرہ کھولنے کی اجازت دی ہے، اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام فقہاء کا خیال نہیں ہے، بلکہ ان میں سے زیادہ تر چہرہ کا پردہ لازم قرار دیتے ہیں، لیکن اگر ان کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے، تو فقہاء نے اس سلسلہ میں جس آخری حد تک جانے کی اجازت دی ہے، آزادیٰ نروان کے علمبردار وہاں سے آغاز کرتے ہیں، اور پھر بے حجابی کی اس انتہا تک پہنچ جاتے ہیں، جو سراسر بے حیائی اور آوارگی کے مترادف ہے، اسلام نے عورتوں کو اپنی زینت چھپانے اور غیر مردوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کرنے کا حکم دیا ہے، سورہ نور میں ہے :

(اور مومن عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے جو خود ظاہر ہو جائے، اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بگل مار لیا کریں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں اپنے غلام، وہ مرد خدمتگار جو عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے، یا وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے آگاہ نہیں ہوئے ہیں، (نیز ان کو حکم دو کہ) وہ چلتے وقت اپنے پساؤں زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں کہ جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے (آواز کے ذریعہ سے) اس کا اظہار ہو)

”قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ بِغَضَضٍ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَبِحِفْظِ فُرُوجِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولَى الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَخْرُجْنَ بَارِئِينَ لِيُعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ“، (النور: ۲۴)

ایک دوسری آیت میں عورتوں کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور بناؤ سنگھار سے آراستہ ہو کر گھر سے نکلنے کو زمانہ جاہلیت کا طریقہ بنا دیا گیا ہے، آیت میں خطاب بظاہر ازواج مطہرات سے ہے مگر اس کی مخاطب درحقیقت تمام

مسلمان عورتیں ہیں ،

”يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسُنُنٌ كَأَحَدٍ
مِّنَ النَّسَاءِ إِنِ اتَّعِفُنَّ فَلَا تَحْضَنْ
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَرَةٌ
وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ، وَفَسِّرْنَ
فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى“ ، (الاحزاب : ۳۳-۳۲)

(اے نبی کی بیبیوں : تم کچھ عام
عورتوں کی طرح تو ہو نہیں ، اگر
تمہیں پرہیزگاری منظور ہے تو دہی
زبان سے بات نہ کرو کہ جرحہ کے
دل میں کوئی خرابی ہے وہ تم سے
کچھ توقعات وابستہ کر بیٹھے ، بات
سیدھی سادی طرح کرو ، اور اپنے
گھروں میں جی بیٹھی رہو ، اور
اگلے زمانہ جاہلیت کے بنارسنگھار
نہ دکھاتی پھرو ،)

آگے واضح طور سے مومن عورتوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ گھروں سے نکلیں تو
اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں ، تاکہ دیکھنے والوں کو ان کی شرافت کی پہچان
ہو سکے ، ارشاد ہوتا ہے :

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ
وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُهْدَيْنَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ، ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ
تَعْرِفُنَّ فَلَا يُؤْذِينَ“ ، (الاحزاب : ۵۹)

(اے نبی : اپنی بیویوں اور بیٹیوں
اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو
کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے
گھونگھٹ ڈال لیا کریں ، اس سے
توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہنچانی
جائیں گی اور ان کو ستایا نہ جائے
گا)

قرآن کی مذکورہ بالا آیات میں مومن عورتوں کو جو احکام دیئے گئے ہیں انہیں
مندرجہ ذیل نکات کی شکل میں بیان کیا جاسکتا ہے ،

- وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں ،
- اپنی عصمت کی حفاظت کریں ،
- ارادہً غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں ، ہاں اللہ
غیر ارادی طور پر اگر کچھ ظاہر ہو جائے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ،
- اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں ،
- دیے پاؤں چلیں ، تاکہ ان کے پیروں کی آواز سے ان کی پوشیدہ زینت کا
اظہار نہ ہو ،

• نامحرم سے صاف اور سیدھی بات کریں ، یعنی لگر لپٹی باتوں سے پرہیز کریں

• بغیر کسی ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلیں ،

• کسی ناگزیر ضرورت کے وقت گھر سے نکلنے پر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں ،

عورت کا اپنے آپ کو کسی ایسے کپڑے سے ڈھانک لینا جس سے اس کے جسم کا کوئی حصہ نمایاں نہ ہو ، یا اس کے اندر کی کسی زینت کا اظہار نہ ہو ، پردہ کہلاتا ہے ، اس میں کوئی شک نہیں کہ پردہ عورت کی عفت و عصمت کا محافظ اور اس کی عزت و عظمت کا ضامن ہے ، عورت کا عریاں ہونا تو کجا اظہار زینت سے بھی ایسے سختی سے منع کیا گیا ہے ، اور ممکن حد تک ایسے اپنی زینت غیر مردوں سے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیا چہرہ اور ہاتھ بھی پردہ میں داخل ہیں ؟ یا ان کا پردہ ضروری نہیں۔ اس سلسلہ میں صحابہ کے درمیان بھی اختلاف تھا اور بعد کے اہل علم میں بھی اختلاف رہا ہے ، عبداللہ بن عباس ، عبداللہ بن عمر ، انس ، مجاہد ، عطاء ، ضحاک ، سعید بن جبیر ، اوزاعی ، احناف اور مالکیہ کے نزدیک چہرہ اور ہاتھ کا پردہ ضروری نہیں ، مسور بن مخرمہ اور قتادہ کے نزدیک ہاتھوں کا چھپانا ضروری نہیں البتہ چہرہ کا پردہ ضروری ہے ، اس میں صرف آنکھ کھولی جاسکتی ہے ، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ چوری ، کنگن اور انگوٹھی ظاہر ہونے والی زینت ہے ، اسی لئے ہاتھوں کا پردہ نہیں ، جب کہ شافعیہ اور حنابلہ عورت کے چہرہ اور ہاتھ دونوں کا پردہ ضروری قرار دیتے ہیں ، ان کے نزدیک بغیر کسی ضرورت کے ان کا کھولنا حرام ہے ، اس اختلاف کا سبب سورہ نور کی مذکورہ بالا آیت کا ٹکڑا 'الا ما ظہر منها' ہے ، مگر اس سے ان کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ عورت اپنے حسن کی نمائش کرے ، اور ایسا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو دکھائے ، بلکہ آیت کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ اگر عورت کسی واقعی ضرورت کے وقت اپنے چہرے کو کھول لے یا غیر اختیاری طور پر اس کے کسی زینت کا اظہار ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ، اس لئے کہ یہ وہ اعضاء ہیں جن کے کھولنے کی ہر اوقات عورت کو ضرورت پڑسکتی ہے ،

علماء کا یہ اختلاف صرف چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی حد تک ہے ، بغیر جسم کے خط و خال ظاہر کرنے کی اجازت کسی نے بھی نہیں دی ، جہاں تک عورت کی زینت کے اظہار کی بات ہے تو خواہ اس کا اظہار اس کے چہرہ یا ہاتھ سے ہو یا اس کے لباس سے

ہو ، یا جال ڈھال ، یا کسی اور طریقے سے ہو ، اس کی قطعی اجازت نہیں ہے ، بلکہ ایسا لباس جو عورت کی نسوانیت کو چھپانے کے بجائے نمایاں کرتا ہو ، اسلام کسی نگاہ میں سف ناپسندیدہ ہے ، ایسی عورتوں کو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید سنائی ہے ، فرمایا :

”نساء کاسیات عاریات معیلات
ماثلات رؤسهن کالبحث المسائلۃ
لا یدظن الجنة ولا یجدن رجحاً“ (۱)
(جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی سنگی
ہی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں
اور خود دوسروں پر رجھیں اور بختی
اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے
چلیں ، وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں
گی ، اور نہ اس کی ہو پاسکیں گی)

وہ عورتیں جو اپنے آپ کو خوشبو میں بھا کر نکلتی ہیں اور دوسروں کو اپنی
طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں ، اللہ کے رسول نے ان کو آوارہ اور زانیہ
بتایا ہے ، فرمایا :

”اذا استعطرت فمرت بالمطس
فہی کذا یعنی زانیۃ“ (۲)
(جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے
درمیان سے گزرتی ہے ، وہ آوارہ قسم
کی عورت ہے)

مرد اور عورت کے ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنے کے بارے میں بھی سخت وعید
آئی ہے ، وہ عورت اور مرد جو ایک دوسرے کے مشابہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں اللہ کے
رسول نے ان دونوں پر لعنت فرمائی ہے ،

”لعن رسول اللہ المتشبهین من
الرجال بالنساء والمتشبهات
من النساء بالرجال“ (۳)
(اللہ کے رسول نے ان مردوں پر لعنت
کی ہے جو عورتوں کے مشابہ بنیں اور
ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں
کے مشابہ بنیں)

جہاں ایک طرف مسلمان عورتوں کو حکم ہے کہ وہ زینت کا اظہار نہ کریں پردہ
کا اہتمام کریں ، وہیں دوسری طرف مسلمان مردوں کو بھی حکم ہے کہ وہ بھی اپنی

(۱) صحیح مسلم ، کتاب اللباسی و الزینۃ ، باب النساء الکاسیات العاریات

(۲) جامع ترمذی ، باب ما جاء فی کراہۃ خروج المتعطرۃ ،

(۳) سنن ابوداؤد ، کتاب اللباسی ، باب فی لباس النساء ،

نگاہیں نیچی رکھیں ،

”قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ
أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ
ذَلِكَ أَرَكِي لَهُمْ إِنْ اللَّهَ خَيْرٌ
بِمَا يَصْنَعُونَ“ (النور ، ۳۰)

(اے نبی : مومن مردوں سے کہو کہ
اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی
عنصت و عفت کی حفاظت کریں ، یہ ان
کے لئے زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے ،
یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے
ہیں ،)

مرد وزن کا اختلاط

آزادی نسوان کے علمبردار عورتوں اور مردوں کے درمیان اختلاط کی کھلسی
اجازت دیتے ہیں ، ان کے نزدیک سماج کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مرد اور عورت
دونوں باہم مل جل کر اپنی سرگرمیاں انجام دیں ، اسلام اس چیز کی قطعی اجازت
نہیں دیتا ، اس کے نزدیک مردوں اور عورتوں کو الگ الگ رہنا چاہیئے ، ان کے باہم
گھلنے ملنے سے بہت سی سماجی برائیاں پنپنے کا اندیشہ رہتا ہے ، احادیث میں اس
سلسلہ میں واضح احکامات موجود ہیں ، عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ اللہ کے
رسولؐ نے مردوں سے خطاب کر کے فرمایا :

”ایہاکم والدخول علی النساء“ (۱) (خبردار : عورتوں کے پاس تنہائی
میں نہ جاؤ ،)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا :

”لا تلجوا علی المغیبات فان
الشیطان یجری من احدکم
مجرى الدم“ ، (۲)
(شوہروں کی غیر موجودگی میں عورتوں
کے پاس نہ جاؤ ، کیونکہ شیطان تم
میں سے کسی کے اندر خون کی طرح گردش
کر رہا ہے ،)

(۱) جامع ترمذی ، باب ما جاء فی کراهة الدخول علی المغیبات
(۲) ایضاً ،

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا :

”من كان يومئذ بالليله و اليوم الآخر فلا يخلون بامرأة ليس معها دو محرم منها ، فان شالشمسا الشيطان“ (۱)

(جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ کبھی کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے جب تک اس عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو ، کیونکہ تیسرا اس وقت شیطان ہوتا ہے)

آپؐ نے راستہ میں بھی مردوں اور عورتوں کا مل جل کر چلنا ناپسند فرمایا ہے ، ایک مرتبہ آپؐ نے مردوں اور عورتوں کو خلط ملط ہوتے دیکھا تو عورتوں سے فرمایا :

”أستأخرن فانه ليس لکن أن تحقن الطريق علیکن بحافات الطريق“ (۲)

(پیچھے ہوجاؤ ، کیونکہ تمہیں بیچ راستہ میں نہیں بلکہ کنارے ہو کر چلنا چاہیئے ،)

عہد نبویؐ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات صاف طور سے نظر آتی ہے کہ آپؐ کے خطموں کو سننے کے لئے اور آپؐ کی تعلیمات سے مستفید ہونے کے لئے عورتیں بھی ہر اہر شریک ہوا کرتی تھیں ، مگر کبھی بھی وہ مردوں سے خلط ملط نہ ہوئیں ، ان لوگوں کی مردوں سے الگ صف ہوتی اور آپؐ کبھی کبھی انہیں علیحدہ بھی خطاب فرمایا کرتے تھے ،

نبی کریمؐ کا یہ معمول تھا کہ آپؐ ہمیشہ مردوں سے ہاتھ ملا کر بیعت لیتے مگر عورتوں سے صرف زبانی اقرار ہی پر اکتفا کرتے تھے ، آپؐ نے سوائے اپنی بیوی کے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا ، اگر کبھی عورتوں نے ہاتھ ملا کر عہد کرنا بھی چاہا تو آپؐ نے فرمادیا ، میں کبھی عورتوں سے مصافحہ نہیں کرنا ، صرف زبانی اقرار کافی ہے ، (۳)

(۱) جامع ترمذی ، باب ما جاء فی کراهة الدخول علی المغیبات ،

(۲) سنن ابوداؤد ، کتاب الادب ، باب فی مشی النساء فی الطريق ،

(۳) سنن نسائی ، باب بیعة النساء ،

کسب معاش کا حق

اسلام نے خاندان کی کفالت کا ذمہ دار صرف مرد کو بنایا ہے ، اس لیے عورت کو اردمہ داری سے آزاد کر رکھا ہے ، یہ اسلام کا عورت پر بڑا احسان ہے ، مگر آزادی نسوان کے علمبردار اس کو بھی اس کی حق تلفی شمار کرتے ہیں ، اسلام نے بوقت ضرورت عورت کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دی ہے ، اسے اس کے لئے بالکل ممنوع قرار نہیں دیا ہے ، اسلامی حدود میں رہتے ہوئے وہ کوئی بھی جائز ذریعہ معاش اختیار کر سکتی ہے ، اور اپنے گھر والوں کی کفالت کر سکتی ہے حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت اسماء کے متعلق آتا ہے کہ وہ گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں ، اور گھر کے باہر کے بھی بعض کام انجام دیتی تھیں ، اس کے علاوہ حضرت اسماء بنت مخزومہ ، حضرت عمرہ بنت طہیخ ، حضرت خولہ بنت ثعلبہ اور حضرت قبلہ وغیرہ وہ مشہور صحابیات ہیں جو گھر سے باہر کاشتکاری کر کے اپنی اور اپنے گھر والوں کی کفالت کرتی تھیں ، مگر آپ نے کبھی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا ، بلکہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد ایک مرتبہ آپ نے عورتوں سے فرمایا :

”إِنَّهُ اَذْنُ لَكُنْ اَنْ تَخْرُجَ“ (بے شک اللہ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے)
 لحاجتكن“، (۱)

نبی کریم نے عورت کو ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ضرور دی ہے مگر ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا ہے :

”المرأة عورة فاذا خرجت“ (عورت پوشیدہ رکھنے والی مظلومہ ہے ، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے ،)
 استشرفها شیطان“، (۲)

یعنی عورت کا دائرہ عمل بہر حال اس کا گھر ہے ، گھر کے افراد کی کفالت کی

(۱) صحیح بخاری ، کتاب التفسیر سورة الاحزاب ، باب قوله لا تدخلوا بیوت النساء الخ

(۲) جامع ترمذی ، ابواب الرضاع ،

ذمہ دارن اس پر نہیں ہے ، کسب معاش کی اجازت اسے صرف ناگزیر ضرورت کے وقت ہے ، مساوات کے نام پر عورت کو کسب معاش پر مجبور کرنا سراسر زیادتی اور اس کی فطرت کے خلاف ہے ،

سماجی سرگرمیاں

اسلام نے عورت کا دائرہ کار اس کا گھر بتایا ہے ، بچوں کی تربیت ، گھر کی دیکھ بھال اور نگرانی اس کے فرائض میں سے ہے ، یہ عورت کی بہت بڑی ذمہ داری ہے ، قیامت میں اسی کے متعلق اسے باز پرس ہوگی ، اللہ کے رسول نے فرمایا :

”المرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسئلة عنهم“ (۱)

(عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگرانی ہے ، اور ان سب کے بارے میں وہ جواب دہ ہے ،)

لیکن اس کے ساتھ چونکہ وہ بھی سماج کا ایک حصہ ہے ، اس لئے اس سلسلہ میں اس پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ، جن میں اسے دلچسپی لینی چاہیئے ، لیکن صرف اس حد تک کہ اس کی اصل ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں ، آزادی نسوان کے علمبرداروں نے اس پر دوہری ذمہ داریاں عائد کر دیں ، اب ایک طرف وہ بچوں کی پرورش اور تربیت بھی کرے ، اندرون خانہ اپنی مخصوص ذمہ داریاں انجام دے ، اور دوسری طرف گھر سے باہر کے سماجی کام بھی کرے ، حقیقت یہ ہے کہ عورت پر دوہری ذمہ داریاں عائد کر دینا اس کے ساتھ انصاف نہیں بلکہ ظلم ہے ،

(۱) صحیح بخاری ، کتاب الاحکام ، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ... الخ ،

تعدد ازدواج

آرادیٰ نسوان کے علمبرداروں نے تعدد ازدواج کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے ، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام نے اس کی اجازت بہت ناگزیر حالت میں دی ہے ، ایک آیت میں ہے کہ مرد ایک سے زیادہ نکاح اسی صورت میں کر سکتا ہے جب تمام بیویوں کے درمیان عدل کر سکے ، (النساء : ۳) لیکن دوسری آیت میں یہ صراحت کردی گئی ہے کہ تمام بیویوں کے درمیان عدل ناممکن ہے ، آدمی خواہش کے باوجود عدل نہیں کر سکتا ، (النساء : ۱۲۹) گویا تعدد ازدواج کی اجازت منسوخ ہو گئی ، وہ مزید کہتے ہیں کہ حضورؐ اور صحابہ کرام کا اپنی بیویوں کے درمیان عدل کرنا ممکن تھا مگر آج کے زمانے میں اسے فساد اور انتشار ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے آج کے معاشرے کو دیکھتے ہوئے اس پر پابندی لگانا چاہیئے ،

واضح رہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت اسلام نے عیاشی کے لئے نہیں بلکہ حکمت و معلحت کے تحت دی ہے ، غزوہ احد میں جب تقریباً ۷۰ صحابہ شہید ہو گئے ، ان کی عورتیں بیوہ اور یتیم ہو گئے ، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے معاشرہ کو ایک بڑے فتنے سے بچانے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ،

(اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچوں کے معاملے میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں جو تم کو پسند ہوں ان سے دو دو ، تین تین ، چار چار ، سے نکاح کرلو ، اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو ،)

"وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي
الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ
مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ
فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ،
(النساء : ۳)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعدد ازدواج کی صرف اجازت دی گئی ہے یہ حکم نہیں ہے کہ ہر شخص کا کئی بیویاں رکھنا ضروری ہو ، بلکہ حکم الہی کا منشاء یہ ہے کہ اگر معاشرے میں ایسے حالات پیش آجائیں کہ جنگ میں مسرد کام آجائیں اور عورتوں کا تناسب زیادہ ہو جائے یا کسی شخص کی پہلی بیوی سے بچے نہ ہوں ، یا بیوی دالم المریضہ ہو ، جس کی وجہ سے وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہو ،

اور حقوق زوجیت بھی ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو ، سو اسلام اسے اجازت دیتا ہے کہ وہ ادھر ادھر بھٹکے کے بجائے عورت کی مرضی سے دو ، تیس یا چار نکاح کر لے لیکن اس اجازت کی اولین شرط عدل رکھی گئی ہے ، یعنی جو شخص مالی و جسمانی حقوق ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہی اسے فائدہ اٹھائے ورنہ پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے ،

لیکن عدل و انصاف کا یہ معاملہ آدمی کے صرف ظاہری اعمال سے ہے ، جہاں تک قلبی تعلق اور لگاؤ کی بات ہے تو یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے ، آدمی خواہش کے باوجود اس میں انصاف نہیں کر سکتا ، بسا اوقات کسی ایک کی طرف زیادہ میلان ہوتا انسان کی فطری کمزوری ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اور جو قابل مواخذہ بھی نہیں ،

”وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا
بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ“
(النساء : ۱۲۹)

(تم بیویوں کے درمیان ، اگر چاہو بھی تو پورا پورا عدل نہیں کر سکتے)

حضور اپنی بیویوں کے درمیان ہمیشہ انصاف سے کام لیتے تھے ، اور ان کے حقوق زوجیت ادا کرنے میں کسی طرح کی بھی کوتاہی نہ کرتے تھے ، مگر چونکہ حضرت عائشہؓ سے آپؐ کو بے پناہ محبت اور قلبی لگاؤ تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے

”اللهم هذا قسمي فيما املك
فلا تلمني فيما تملك و لا
املك“ (۱)

(اے اللہ : جن چیزوں پر مجھے اختیار ہے ان میں یہ تقسیم کرنے کی ہے ، جن باتوں کا تو مالک ہے اور جو میرے اختیار میں نہیں ہیں اس پر میری گرفت نہ فرما ،)

قرآن کی اسی آیت کو بنیاد بنا کر آزادی نسوان کے علمبرداروں نے تعدد ازدواج کی مخالفت کی ہے ، اور تعدد ازدواج کی اجازت کو منسوخ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن قرآن کا مقصد اس دوسری آیت میں اجازت کو واپس لینا نہیں بلکہ عدل کی نوعیت بیان کرنا ہے ، اس لئے کہ اس کے فوراً بعد صاف طور سے فرمایا گیا ہے کہ کسی ایک

بیوی کو اتنی زیادہ ترجیح نہ دی جائے کہ دوسری کی حق تلفی ہونے لگے ،

”فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ“ ، (النساء : ۱۲۹)
(پھر بھی کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکنا چھوڑ دو)

طلاق

بہا اوقات زوجین کے درمیان تعلقات اتنے خراب ہو جاتے ہیں کہ دونوں ایسا دوسرے سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں ، ایسے وقت میں جب کہ دونوں کا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جائے تو طلاق کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں ، گرچہ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ فعل ہے ، اللہ کے رسول نے فرمایا :

”أَهْفَى الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ“ (اللہ عزوجل کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے ،)
الطلاق ، (۱)

دیگر معاملات کی طرح طلاق کے مسئلہ پر بھی آزادیِ نسواں کے علمبرداروں نے اعتراض کیا ہے ، ان کا کہنا ہے کہ طلاق کا حق صرف مرد کو دینا اور عورت کو اس حق سے محروم رکھنا اس پر ظلم ہے ، یہ تو طلاق کا حق عورت کو بھی دیا جائے یا مرد کو بھی اس سے محروم کر کے اسے قضا کی حوالہ کر دینا چاہیئے ، اسلام میں طلاق کا حق صرف مرد کو دیا گیا ہے ، اس کی حکمت یہ ہے کہ مرد خاندان کا نگران اور حاکم ہے ، وہ گھر کے افراد کی مالی ذمہ داریاں اٹھاتا ہے صبر و ضبط کا زیادہ متحمل ہوتا ہے ، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی اس کے انسداد زیادہ ہوتی ہے ، اس کے برعکس عورت عموماً جذباتی ہوتی ہے ، اس کی قوت برداشت کم ہوتی ہے ، اور سب سے اہم بات یہ کہ طلاق سے صرف مرد کا نقصان ہوتا ہے ، اگر

طلاق کا اختیار عورت کو حاصل ہو جائے تو کوئی بھی بداخلاق عورت صا جاہے گی مرد کو طلاق دے کر بچوں کو اس کے حوالہ کر دے گی ، اور مہر اور زہورات لے کر گھر سے نکل کھڑی ہوگی ، پھر نئے مہر اور ساز و سامان کے ساتھ دوسرے مرد سے شادی کر لے گی ، (۱)

طلاق کا حق قاضی کو نہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ جب زوجین ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہیں گے تو وہ قاضی کے سامنے ایک دوسرے کی ان ہراثیوں اور عیوب کو بیان کریں گے جو اس سے پہلے پوشیدہ تھیں ، اس میں وہ بہتان طرازی اور الزام تراشی سے بھی کام لیں گے اور غلط طریقے سے ایک دوسرے کی خامیوں کو نمایاں کر کے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ، یہ چیز خاندان اور معاشرے کے لئے بہت ضرر رساں ہوگی ، پھر یہ بھی ممکن ہے کہ قاضی دونوں کے بیانات کو سن کر ان کے درمیان تفریق نہ کرتے یا اپنا کوئی فیصلہ سنائے میں تاخیر کرے ، تو اس وقت وہ دونوں بادل نخواستہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں گے ، اور ان کے درمیان مزید کشیدگی بڑھے گی ،

سیاسی حقوق

آزادی نسوان کے حامی عورتوں کے لئے مردوں کے مساوی سیاسی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں ، ان کے نزدیک میدان سیاست کے جو کام مرد انجام دے سکتے ہیں ، بلا کسی تفریق کے وہی کام عورتیں بھی انجام دے سکتی ہیں ، اسلامی شریعت نے اس سلسلہ میں تھوڑا سا فرق کیا ہے ، اس نے عورتوں کو بعض سیاسی خدمات کی انجام دہی سے آزاد رکھا ہے ،

اسلام نے عورت کا اصل دائرہ کار اس کا گھر قرار دیا ہے ، اور اسی کسی مناسبت سے اس پر ذمہ داریاں عائد کی ہیں ، یہ ذمہ داریاں اسی کی ہمت تن توجہ کی

(۱) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، جلال الدین عمری ، ص : ۱۰۴

طالب ہیں ، ان اندروں خانہ ذمہ داریوں کے ساتھ اسے سیاسی کاموں میں بھی لگادینا اس کے ساتھ زیادتی ہوگی ،

سیاسی قیادت عوامی زندگی کا مطالبہ کرتی ہے ، وقایہ وقت سفر کی ضرورت پیمتر آسکتی ہے ، ہر طرح کے لوگوں سے ملنا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنا ہوتی ہے عورت کو اپنے مخصوص نفسیات اور مزاج کی وجہ سے ایسا کرنے میں دشواری ہوگی ، پھر اس میدان کے بہت سے کام ایسے ہیں جو مضبوط اعماب اور قوت ارادی کا تقاضا کرتے ہیں ، ان کے لئے اعلیٰ درجہ کی انتظامی صلاحیت درکار ہوتی ہے ، جب کہ عورت اپنے مزاج کی نرمی اور رحم دلی کی وجہ سے انہیں احسن طریقے پر نہیں انجام دے سکتی ، ان وجوہ سے عورت کے ذمے سیاسی قیادت سونپنا اسلام صحیح نہیں سمجھتا اسلامی نقطہ نظر کی ترجمانی اللہ کے رسول کے اس ارشاد سے ہوتی ہے ،

"لن یفلح قوم ولّوا امرهم" (وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی
 امرۃ^۴ ، (۱)
 جس نے اپنے معاملات کسی عورت کے سپرد کر دیئے ،)

مذکورہ حدیث سے اعلیٰ سربراہی کے منصب سے عورت کی نا اہلی کا اظہار ہوتا ہے ، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کسی اجتماعی منصب کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی۔ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اسے بہت سی اجتماعی ذمہ داریاں سونپی جاسکتی ہیں ، یہ اس وقت کی بات ہے جب سیاسی قیادت کسی ایک فرد کے ہاتھ میں مرکوز رہتی تھی ، لیکن عصر حاضر میں جب کہ وہ تقسیم ہو کر بہت سے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے ، کیسا عورت کو کوئی ذمہ داری دی جاسکتی ہے ؟ بالفاظ دیگر کیا عورت صدر مملکت ، وزیراعظم یا موجودہ زمانے کے دوسرے سیاسی عہدوں پر فائز ہو سکتی ہے ؟ یہ ایک اجتہادی اور بحث طلب موضوع ہے ،

(۱) صحیح بخاری ، کتاب المغازی ، باب کتاب النبی الی کبریٰ و قیصر

مصادر ومراجع

عربي كتب

- ١- ابراهيم الحبري آثار الزعيم سعد زغلول (ج ١)
الطبعة الأولى ١٩٢٧م
مكتبة الآداب ، الجاموس
١٩٤٨ م
- ٢- ابراهيم عبده اعلام الصحافة العربية
مكتبة الآداب ، مصر ١٩٤٥ م
- ٣- ابراهيم عبده و درية شفيق تطور النهضة النسائية في مصر
مطبعة لجنة البيان العربي القاهرة ، ١٩٥٠ م
- ٤- احمد احمد بدوي رفاعة رافع الطهطاوي
دار الكتاب العربي ، بيروت لبنان ، (بدون سنة)
- ٥- احمد امين زعماء الاصلاح في العصر الحديث
دار احياء الكتب العربية القاهرة ، ١٩٤٤ م
- ٦- احمد خاكي قاسم امين
مطبعة الاستقامة ، القاهرة ١٩٥٣ م ، ١٩٤٨ م ، ١٩٥٠ م
- ٧- احمد شوقي الشوقيات (ج ٢ ، ٢٠١)
القاهرة ١٩٥٣ م
- ٨- احمد الطاهر محاضرات عن حافظ ابراهيم
دار المعارف ، مصر الطبعة الخامسة ١٩٨٧ م
- ٩- احمد هيكل تطور الادب الحديث في مصر
مكتبة النهضة المصرية ١٩٣٨ م
- ١٠- احمد عزت عبدالكريم تاريخ التعليم في مصر محمد علي
دار مكتبة الحياة ، بيروت لبنان ، (بدون سنة)
- ١١- احمد فارس شدياق الحاق على الحاق فيما هو القاريات
مطبعة الدولة التونسية ، ١٢٨٣ هـ طبعه اولي
- ١٢- " كشف المخبر عن فنون اوربا (كتاب الرحلة الجزء الثاني)
مطبعة الرسالة
- ١٣- انور الجندي ادب المرأة العربية
مطبعة الرسالة ، ١٩٥٧ م (في حريتين)
- ١٤- " الاعلام الالف

- ١٥- اسرار الحمدي اعلم واصحاب افلام دار نهضة مصر (بدون سنة)
- ١٦- " الفكر العربي المعاصر القاهرة
- ١٧- " المحافظه والتحديث في النشر مطبعة الرسالة ، ١٩٦١م
العربي المعاصر (١٨٤٠-١٩٤٠)
- ١٨- اسرار الحوري الاتجاه - الادب في العالم بيروت ، لبنان ، ١٩٥٢م
المقدمي العربي الحديث (الجزء الثاني) الطبعة الاولى ،
- ١٩- " الفنون الادبية واعلامها في بيروت
النهضة العربية الحديثة لبنان ، ١٩٦٣م
- ٢٠- باحة البادية النسائيات (الجزء الاول) مطبعة الجريدة
- ٢١- تشارلز آدمي الاسلام والتجديد في مصر لحة ترجمة دائرة المعارف الاسلاميه
(تعريب : عقاد) مطبعة الاعتماد ، مصر ١٩٣٥م
- ٢٢- جبران مسعود ولي الدين يكن (شخصيته و مراجعته) دار الشرق الجديد ، بيروت ،
الطبعة الاولى ، ١٩٦٠م
- ٢٣- جرجي زيدان بناء النهضة العربية دار الهلال ، مصر
- ٢٤- " تراجم مشاهير الشرق في القرن التاسع عشر مطبعة الهلال ، مصر الطبعة
الثالثة ، ١٩٢٢م
- ٢٥- جمال الدين الرماذی خليل مطران - شاعر الاقطار العربية دار المعارف مصر ، القاهرة
- ٢٦- جمال الدين الشيال رفاعة رافع الطهطاوى دار المعارف ، مصر ، ١٩٥٨م
- ٢٧- جميل جبر في زبادة في حياتها وادبها المطبعة الكاثوليكية ، بيروت ١٩٩٠م
- ٢٨- حافظ ابراهيم ديوان حافظ ابراهيم مطبعة المعاهد ، مصر ، الطبعة
الثانية ، ١٩٢٢م
- ٢٩- حسين فوزى النجار أحمد لطفى السيد استاذ الجيل المطبعة الاميرية ، بالقاهرة
٣٠- حسنا الفاخوري تاريخ الادب العربى المطبعة البولسية
٣١- خليل مطران ديوان الخليل (ج ١ ، ٢ ، ٤) مطبعة دار الهلال ، مصر
١٩٤٨م ، ١٩٤٩م
- ٣٢- خير الدين الاعلام دار العلم للملايين ، بيروت
الزركلى لبنان ، الطبعة التاسعة ١٩٩٠م
- ٣٣- درية شفيق المرأة المصرية طبع ١٩٥٥م (بدون اسم الناشر)

- ٣٤- رجاء لغات ادباء معاصرون مكتبة الاحلوا المصرية ، القاهرة
- ٣٥- رفاعة رافع الطهطاوى تحليل الابريز فى لحيص باربر مطبعة معطفى الباسى الحلبي مصر ،
- ٣٦- حامى الدهان عبد الرحمن الكواكبي دار المعارف مصر
- ٣٧- " قدماء و معاصرون دار المعارف مصر ١٩٦١م
- ٣٨- حامى الكيالى ولي الدين يكن دار المعارف ، مصر ١٩٦٠م
- ٣٩- سيد رشيد رضا تاريخ الاستاذ الامام الشيخ محمد عبده مطبعة المنار ، مصر الطبعة الاولى ، ١٩٣١م
- ٤٠- " تفسير المنار (ج ٤) مطبعة دار المنار ، طبعة ثانية ١٣٦٥هـ
- ٤١- ثوقى ضيف الادب العربى المعاصر دار المعارف مصر ١٩٦١م
- ٤٢- عبد الرحمن الحبرنى عجائب الاثار فى التراجم و الاخبار لجنة البيان العربى القاهرة
- ٤٣- عبد الرحمن الرافعى ثورة ١٩١٩م (ج ١ ، ٢) مكتبة النهضة المصرية القاهرة الطبعة الثانية ١٩٥٥م
- ٤٤- " عصر اسماعيل (ج ١ ، ٢) مطبعة النهضة مصر الطبعة الاول ، ١٩٣٢م
- ٤٥- " عصر محمد على مكتبة النهضة المصرية ، الطبعة الثالثة ١٩٥١م
- ٤٦- عبد الرحمن الكواكبي ام القرى المطبعة المصرية ، ١٩٣١م
- ٤٧- عبد اللطيف حمزه ادب المقالة الصحفية فى مصر (احمد لطفى السيد ج ٦) دار الفكر العربى ، الطبعة الثانية ١٩٦١م
- ٤٨- " الصحافة المصرية فى مائة عام () النهضة المصرية ، القاهرة
- ٤٩- عمر الدسوقي دراسات ادبيه (ج ١) مكتبة نهضة مصر
- ٥٠- " فى الادب الحديث (ج ٢ ، ١) دار الكاتب العربى بيروت ١٩٦٦م
- ٥١- عمر رضا كحالة اعلام النماء مؤسسة الرسالة ، الطبعة السادسة ١٩٩١م
- ٥٢- " معجم المؤلفين مطبعة الترقى ، دمشق ١٩٥٩م
- ٥٣- فرحانه مدينى مساهمة المرأة فى الادب العربى الحديث مطبعة فيمس آمنت دهلى ، الطبعة الاولى ١٩٩٤م

- ٥٤- قاسم امين تحرير المرأة القاهرة
٥٥- " المرأة الحديثة مطبعة المعارف مصر ١٩٠١م
- ٥٦- مدرك فلعن سعد رعلون راشد الكفاح الوطني في الشرق العربي دار العلم للملايين ، بيروت الطبعة الثالثة ١٩٥٢م
- ٥٧- " عبدالرحمن الكواكبي دار الشرق ، بيروت ١٩٦٣م
- ٥٨- لويس عوض تاريخ الفكر المصري الحديث (الفكر السياسي و الاجتماعي) دار الهلال ، الطبعة الثالثة مطبعة نهضة مصر
- ٥٩- " المؤثرات الاجتماعية في الادب العربي الحديث (١) قضية المرأة رواد النهضة الحديثة دار العلم للملايين بيروت الطبعة الاولى ١٩٥٢م
- ٦٠- مارون عبود حركة البعث في الشعر العربي الحديث مكتبة النهضة المصرية القاهرة
- ٦١- ماهر حسن فهمي قاسم امين مطبعة مصر ، القاهرة
- ٦٢- " آشار باخشه بادية المؤسسة المصرية العامة ، دار القومية العربية
- ٦٣- محمد الدين حفني ناصف شاعر العروبة و الاسلام مكتبة دار العروبة ، القاهرة الطبعة الاولى ١٩٦١م
- ٦٤- محمد ابراهيم الجيوشي عمدة الحجاب (القسم الاول) (معركة الحجاب والسفور) دار طيبة ، الرياض ، الطبعة الرابعة
- ٦٥- محمد احمد اسماعيل احمد فارس الشدياق و آراؤه اللغوية والادبية (محاضرات) مطبعة الرسالة ١٩٥٥م
- ٦٦- محمد احمد خلف الله على مبارك و آشاره مكتبة الانجلو المصرية ، دار الكتاب المصري ١٩٥٧م
- ٦٧- " محاضرات عن الشيخ عبدالقادر المغربي مطبعة الرسالة ١٩٥٨م
- ٦٨- محمد اسعد طلس رينب : مناظر و اخلاق ريفية دار الهلال ، مصر
- ٦٩- محمد حميد هيكل تراجم مصرية و غربية مطبعة السياسة والسياسة الاسبوعية ١٩٦٩م الاسبوعية
- ٧٠- " مذكرات في السياسة المصرية الحرة الاول مكتبة النهضة المصرية القاهرة ١٩٥١م
- ٧١- " مذكرات في السياسة المصرية الحرة الاول مكتبة النهضة المصرية القاهرة ١٩٥١م

- ٧٢- محمد عبد العنى
احمد فارس الشديان
مكته مصر ، القاهرة
- ٧٣- محمد طلعت
فعل الخطاب فى المراء و
الحجاب
مطبعة الترقى مصر ١٩٠١م
- ٧٤- محمد محمد
الانجاءات الوطنية فى
الادب المعاصر (ج ٢٠١)
دار الارشاد بيروت ١٩٧٠م
- ٧٥- محمد مندور
محاضرات عن ولى الدين يكن
مطبعة نهضة مصر القاهرة
١٩٥٥م - ١٩٥٦م
- ٧٦- محمد مهدي
الانصارى
الاتجاهات السياسية و
الاجتماعية فى القصة
المصرية الحديثة
مركز دراسات آسيا الغربية
جامعة عليكره الاسلاميه
الهند
- ٧٧- محمود حامد
شوكت
الفن القصصى
دار الفكر العربى ، القاهرة
١٩٥٦م
- ٧٨- محمود الشرقاوى
و عبدالله المشد
على مبارك - حياته و
دعوته و آثاره
مطبعة لجنة البيان العربى
الطبعة الاولى ١٩٦٢م
- ٧٩- محمود الشرقاوى
مصر فى القرن الثامن
عشر (ج ١)
مطبعة الرسالة ، الطبعة
الثانية ، ١٩٥٧م
- ٨٠- منعم فهمى
محاضرات من مى زياته مع
رائدات النهضة النحائية
معهد الدراسات العربية
العالية ١٩٥٤م - ١٩٥٥م
- ٨١- ميخائيل صوايا
احمد فارس الشديان حياته
و آثاره
دار الشرق الجديد ، بيروت
الطبعة الاولى ، ١٩٦٢م
- ٨٢- مى زياته
رسائل مى
دار بيروت ، بيروت طبعة
ثانية ١٩٥٤م
- ٨٣- نجيب توفيق
الناثر العظيم عبدالله
النديم
دار الفكر العربى
- ٨٤- وداد مكاينى
قاسم امين
دار المعارف مصر ١٩٦٥م
- ٨٥- وداد مكاينى
و تعاثر توفيق
نساء شهيرات (من الشرق
و الغرب)
دار احياء الكتب العربية
١٩٥٩م
- ٨٦- يحيى حقى
فجر القصة المصرية
مكتبة النهضة ، القاهرة
- ٨٧- يوسف اليان
سركيس
معجم المطبوعات العربية
و المصرية
مطبعة سركيس ، مصر ١٩٢٨م
- ٨٨- يوسف عز الدين
الشعر العراقي الحديث
الدار القومية القاهرة
١٩٦٥م

عربي مقالات

- ١- احمد عدوي المرأة المصرية بين رفاعة الطهطاوي و قاسم امين
مجلة 'المجلة' القاهرة العدد/٢٠ السنة ٢٩ ، اغسطس ١٩٥٨م
- ٢- انجي رضى التنظيم السعائى و قضية تحرير المرأة
'الطلليعة' ، العدد/٧ السنة ٩/ يوليو ١٩٧١م ، القاهرة
- ٣- " موقع المرأة المصرية بين الماضى و متطلبات الحاضر و المستقبل
'الطلليعة'، القاهرة ، العدد/٤ السنة ٩/ ، ابريل ١٩٧٣م
- ٤- محمد خليعة تحرير المرأة - كتاب الشهر
'العربى' ، الكويت ، العدد/١٩٥ فبراير ١٩٧٥م
- ٥- " قاسم أمين طالما او مظلوما
'العربى' ، الكويت ، ديسمبر ١٩٨٧م
- ٦- محمد راخذندوى تطور المجتمع المصرى الحديث فى الشعر العربى المعاصر
'المجمع العلمى الهندى'، المجلد/١٣ جامعه عليكره اسلامية عليكره الهند اكتوبر ١٩٩٠م
- ٧- محمد محمود الدش رفاعة الطهطاوي سبق قاسم امين فى الدعوة الى تعليم المرأة
'العربى' ، الكويت ، العدد/٩٣ اغسطس ١٩٦٦م
- ٨- نعيم الياضى حركة تحرير المرأة العربية حتى منتصف القرن العشرين
'المعرفة' ، السورية ، العدد/٣٧١ السنة ٢٣/ ، اغسطس ١٩٩٤م
- ٩- وديع أمين الجذور التاريخية لنضال المرأة فى مصر
'الطلليعة' ، القاهرة ، العدد/١١ السنة ٥/ ، نوفمبر ١٩٦٩م
- ١٠- يوسف الشارونى تحرير المرأة عند الشدياق فى كتابه الساق على الساق
'الرسالة الجديدة' ، القاهرة العدد/٥٠ ، مايو ١٩٥٨م

اردو کتب

- ۱۔ اسوالحسن علی ندوی
۲۔ جلال الدین عمری
۳۔ چارلز آدم
- ۴۔ سید نصیر احمد
- ۵۔ فرید وجدی
- ۶۔ قاسم امین
- ۷۔ محمد حسن اعظمی
- ۸۔ محسن عثمانی
- ۹۔ محمود الحق
- ۱۰۔ -
- ۱۱۔ مولانا مودودی
- ۱۲۔ نسیم فاروقی
- ۱۳۔ وحید الدین خاں
- مسلم ممالک میں اسلامیت اور معریت کی کشمکش
مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ اسلام اور تجدید مصر میں (اردو ترجمہ از عبد الحمید سالک)
- مصر عہد فاروقی سے جمال عبدالناصر تک
- مسلمان عورت (اردو ترجمہ از مولانا ابوالکلام آزاد)
- مسلمان عورت کی آزادی (اردو ترجمہ از محمد سرور)
- شرعی پردہ اور مسلم خاتون
- مصر کی عربی صحافت
- عبد الرحمن الکواکبی (زندگی اور افکار)
- داشرہ المعارف الاسلامیہ (اردو)
- پردہ
- جدید عربی شاعری
- خاتون اسلام
- مجلس تحقیقات و شریات اسلام لکھنؤ ، ۱۹۶۳ء
ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ ۱۹۸۶ء
مجلس ترقی ادب ، لاہور
- مجلس اردو ، کتاب خانہ حفیظ اردو بازار ، لاہور
- اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۸۷ء
- لاہور ، ۱۹۴۸ء
- ادارہ معارف اسلامیہ ہند ، حیدرآباد دکن ، ۱۹۴۷ء
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۱۹۸۹ء
- ادارہ علوم اسلامیہ ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ، ۱۹۷۲ء
- دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۹۷۶ء
- مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
- اسلامک بک سنٹر لکھنؤ اگست ۱۹۷۷ء
- مکتبہ الرسالہ نئی دہلی ۱۹۹۳ء

اردو مقالات

- ۱- ابو سفیان اصلاحی احمد لطفی السید
ماہنامہ معارف اعظم کدھ
ج/۱۵۷، شمارہ ۵/، مئی ۱۹۹۶ء
برمان ، دہلی ، ج/۱۵ ،
شمارہ ۵/ ، نومبر ۱۹۹۵ء
- ۲- رشید احمد ارشد پطرس بستانی
۳- سطوت ریحانہ باخشہ ہادیہ
۴- سحر آرادی نحوان تحریک آرادی نحوان
اور اسلام
۵- رفاعة رافع طہطاوی
۶- سید احتشام احمد حافظ ابراہیم عمر جدید
نندوی کا ایک سماجی شاعر
۷- " م " مصر کی صد سالہ تعلیم
نحوان کی مختصر تاریخ
۸- محمد راشد ندوی انیسویں صدی عیسوی میں
مصر کے تعلیمی رجحانات
اور شیخ محمد عابد
۹- محمود الحق قاسم امین
۱۰- محمد عابد کی اصلاحی تحریک
- ماہنامہ زندگی نو ، نئی دہلی
ج/۲۳ ، شمارہ ۷/ ، جون ۱۹۹۷ء
ماہنامہ حیات نو اعظم گڑھ
ج/۱۳ ، شمارہ ۷-۷/ ، جون
جولائی ۱۹۹۷ء
۱۱- ماہنامہ فکرونظر علی گڑھ
ج/۴ ، شمارہ ۲/ ، اپریل ۱۹۹۳ء
۱۲- معارف ، دارالمصنفین اعظم گڑھ
ج/۱ ، شمارہ ۳/ ، مارچ ۱۹۹۸ء
۱۳- فکرونظر علی گڑھ ، ج/۱۰
۱۹۹۰ء شمارہ ۲/
- ۱۴- مجلہ علوم اسلامیہ شعبہ دراسات
اسلامیہ ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
ج/۴ ، شمارہ ۲/ ، دسمبر ۱۹۹۳ء
۱۵- علوم اسلامیہ ، علی گڑھ
ج/۳۴ ، شمارہ ۱/ ، ۱۹۹۲ء

ENGLISH BOOKS

- (1) B.S. Anderson & J.P. Zinsser, "A History of their own(women in Europe from Prehistory to the Present)" Penguin Books, England, 1990, Vol.II.
- (2) Christine de Pizan, "The book of the city of Ladies" trans. Earl Jeffrey Richards, New York : Persea books, 1982.
- (3) Joan Kelly, "Early Feminist theory and the Querelles des Femmes" in "Women, History and theory" (the Essays of Joan Kelly) Chicago, university of Chicago Press, 1984.
- (4) Marilyn, J. Boxer "First Wave Feminism in Nineteenth-century France: class Family and Religion" Women's Studies International Forum, Vol.V, no. 6, 1982.
- (5) Mill, John Stuart and Harriet Taylor Mill, "Essays on sex Equality" Edited by Alice S. Rossi Chicago, University of Chicago Press, 1970.
- (6) Moira Ferguson ed First Feminists: British women writers (1578-1799) Bloomington, Indiana University Press, 1985.
- (7) Murray, Janet Horowitz. "Strong-minded women and other lost voices from Nineteenth century England, New York: Pantheon, 1982.